روحِ نماز

The Real Spirit of Namaz

مرتبہ: قاضی محمد فصیح الدّین کوڈلی

جماعت یا ادارہ کسی مشن کے تحفظ کا ذریعہ نہیں۔ جماعت یا ادارہ کے ذریعہ جو چیز محفوظ ہوتی ہے وہ گروہ بندی ہے نہ کہ اُصولی معنوں میں کوئی مشن۔ اصل تحفظ مشن کا تحفظ ہے اور یہ مشن ہے سنت والجماعت۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور صحابہ اکرامؓ کے طریقہ پر عمل کرنے اور اِن طروق پر مکمل یقین اور اعتماد۔ اسکے برخلاف سنت والجماعت کا تصور حکم خداوندی کے منشاء اور مرضی کے خلاف ہے۔

روحِ نماز

The Real Spirit of Namaz

مرتبہ: قاضی محمد فصیح الدین کوڈلی

+91 7204923586

قرآن کی اصطلاح میں اصلی عالم وہ لوگ ہی نہیں ہیں جو اپنے اوپر کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہیں بلکہ عالم وہ بھی ہیں جو آفاق وانفس کی نشانیوں پر غور کرنے والے اور ان سے صحیح سبق حاصل کرنے والے ہیں۔

ان الصلوٰۃ تنھیٰ عنِ الفحشآءِ والمنکر: نماز تمام برائیوں سے روکتی ہے۔

منجانب اہل سنت (اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) والجماعت (تعامل صحابہ اکرامؓ) گلبرگہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

۱۔	نام کتاب	روح نماز
۲۔	سنہ اشاعت	مئی 2002ء
۳۔	مولف کتاب	قاضی محمد فصیح الدین کوڈلی
۴۔	صفحات	۱۴۳
۵۔	تعداد	۱۰۰۰
۶۔	قیمت	۴۰ر=

کمپیوٹر کمپوزنگ

سید عارف M.A (چٹکوپہ)

کریٹیو کمپیوٹر جاب ورکس

نزد شالیمار فنکشن ہال، خواجہ کالونی، گلبرگہ

مولف کی دوسری کتاب ''اسلام وسبائیت''

مسودہ تیار ہے مخیر حضرات سے تعاون کی اپیل ہے

قاضی محمد فصیح الدین کوڈلی

+91 9845305806

کتاب ملنے کے پتے

۱۔ محمد جمیل احمد فاروقی، ارم بک ڈپو نزد مسجد محبس گلبرگہ

۲۔ حافظ محمد عبدالرحیم، طہورہ سلک ہاوز نزد مسجد مقبرہ درگاہ روڈ گلبرگہ

۳۔ مولف کتاب مکان نمبر 114-6 کھاری باولی مومن پورہ گلبرگہ، فون: 460056

۴۔ مولانا نثار احمد قاسمی، قاسمی بک ڈپو، قاسمی کمیونیکیشن، اسٹیشنری، پرفیومرس، شاپ نمبر ۴۰، جیورگی روڈ گلبرگہ۔

۵۔ عبدالشکور ''النور'' فینسی اینڈ جنرل اسٹور فاطمہ کامپلکس، خونی الاواہ گلبرگہ۔

فہرست مضامین

سلسلہ	مضامین	صفحہ نمبر
۱۔	پیش لفظ	۲
۲۔	کچھ مولف کے بارے میں	۶
۳۔	عرض احوال	۱۱
۴۔	نماز کی اہمیت	۱۳
۵۔	مدعا نماز سے بے خبر	۱۷
۶۔	لباس	۱۹
۷۔	وضو	۲۹
۸۔	اذان	۲۲
۹۔	اذان کی افادیت و مقاصد	۲۴
۱۰۔	اذان کے بعد کی دُعا کی فضیلت	۳۲
۱۱۔	شفاعت	۳۳
۱۲۔	اقامت	۳۸
۱۳۔	قبلہ کی حقیقت	۴۴
۱۴۔	شعائر اللہ	۴۵
۱۵۔	صلوٰۃ رسول ﷺ	۴۷
۱۶۔	مطالب نماز اور منشاء رسول	۴۹
۱۷۔	نیت	۵۲
۱۸۔	ثناء	۵۴
۱۹۔	تعوذ	۵۴
۲۰۔	تسمیہ	۵۶
۲۱۔	فرضیت سورۃ فاتحہ	۵۷
۲۲۔	احادیث فاتحہ خلف الامام	۶۱
۲۳۔	سورۃ فاتحہ	۷۳
۲۴۔	رفع الیدین	۸۲
۲۵۔	رکوع	۸۳
۲۶۔	قومہ	۸۴
۲۷۔	سجدہ	۸۵
۲۸۔	اہتمام نماز کی تاکید	۸۹
۲۹۔	التحیات	۹۱
۳۰۔	التحیات، سلام کی تشریح	۹۳
۳۱۔	سُنت والجماعت	۱۰۴
۳۲۔	درود ابراہیم	۱۰۷
۳۳۔	دُعائے ماثورہ	۱۲۰
۳۴۔	قنوت	۱۲۳
۳۵۔	دُعائے قنوت	۱۲۴
۳۶۔	اکابر اہل سُنت والجماعت کے فتاوے	۱۳۰
۳۷۔	پرویزیت	۱۳۷
۳۸۔	آدم	۱۳۷
۳۹۔	ابلیس	۱۳۸
۴۰۔	ملائکہ	۱۳۸
۴۱۔	جن وانس	۱۳۹
۴۲۔	جنت	۱۳۹
۴۳۔	جہنم	۱۴۰
۴۴۔	جبرائیل	۱۴۱
۴۵۔	آخرت	۱۴۱
۴۶۔	اختتام	۱۴۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ کہدو کہ میری نماز میری قربانی میری حیات اور میری موت سب اللہ رب العلمین کے لئے ہے۔

(سورہ انعام رکوع ۲۰) وہ لوگ جو اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں بے شک وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز کے پابند رہتے ہیں۔

اور جو نماز بالکل نہیں پڑھتے اُن کا آخرت پر ایمان نہیں۔ اللہ نے فرمایا جس نے قصداً نماز ترک کردی گویا اُس نے کفر اختیار کیا

۲۔ اور نہ رہی ان کی نماز سوا خانہ کعبہ کے پاس سیٹی بجانے اور تالیاں پیٹنے کے۔ (انفعال رکوع ۴)

۳۔ ان مومنین نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع وخضوع رکھتے ہیں (سورہ مومنون رکوع اول آیت دوم)

۴۔ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے یہاں تک کہ پرندے بھی جو صف باندھ کر اُڑتے ہیں سب اپنی نماز اور اپنی تسبیح جانتے ہیں۔ (سورہ نور رکوع ۶)

۵۔ نمازی ایسے لوگ ہیں جو اپنی نماز پر ہمیشگی رکھنے والے ہیں برابر نماز پڑھتے ہیں کبھی نماز نہیں چھوڑتے۔ (سورہ معارج رکوع اول)

۶۔ افسوس ہے ان نمازیوں کے حال پر جو اپنی نماز سے بے خبر رہتے ہیں۔ یعنی نماز کو پڑھ لیتے ہیں مگر بے وقت، وقت کی پابندی کا خیال نہیں کرتے۔ (سورہ ماعون رکوع اول)

۷۔ یہ وہ کتاب ہے جس کو ہم نے اُتارا ہے برکت والی ہے اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ ضرور اس کتاب پر ایمان لے آئینگے اور اپنی نماز کی محافظت کرتے رہتے ہیں۔ (انعام رکوع ۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

پروفیسر محمد عبدالرزاق فاروقی M.A., M.Ed. Ph.D

سابق صدر شعبہ اردو و فارسی گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ

قاضی محمد فصیح الدین کوڈلی صاحب نے مجھے ازراہ علم دوستی اپنی تالیف ''روح نماز'' کا مسودہ عنایت کیا اور خواہش کی کہ میں اس کتاب کا ''پیش لفظ'' لکھوں۔ میں نے مولف مذکور کے مضامین حیدرآباد کے روزنامہ منصف میں پڑھے تھے۔ ان کے دینی اخلاص اور علمی امور سے دلچسپی کا اندازہ ہوا۔ اب ''روح نماز'' کا مسودہ کا مطالعہ کیا تو سرسری جائزے کے بجائے ایک ایک سطر پر غور کرنا ضروری ہوگیا۔ ایسا محسوس ہوا کہ محمد فصیح الدین صاحب کئی برس سے ''نماز'' جیسے اہم موضوع پر نہ صرف مطالعہ میں مصروف ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ اس موضوع پر سوچ بھی رہے ہیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ اپنے علم وفضل خاص طور پر اپنے افکار اور حاصل مطالعہ کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے کی سعئی جمیل کر رہے ہیں۔ اس تالیف کا پس منظر صرف مولف کے اپنے افکار تک محدود نہیں ہے بلکہ ان کے مطالعہ میں اس موضوع پر جو بھی مفید مواد ان تک پہنچا، اس سے استفادہ کیا ہے۔ قاضی محمد فصیح الدین صاحب کوڈلی کی دلنواز خوبی یہ ہے کہ وہ صرف اپنی فکر اپنے قارئین تک نہیں پہنچاتے وہ اسلامی ادب کے عظیم ورثہ سے بھی اپنی تالیف کو گراں قدر بناتے ہیں۔ بلکہ ان کو اسلامی علوم کے بیش بہا خزانہ کا وارث بنا دیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں چاہتے کہ ایک عام مسلمان بھی اسلامی تعلیمات کے عظیم ورثہ سے دور رہے۔ وہ اپنے قارئین کو نہایت کمال ہوشیاری سے نہ صرف موضوع سے واقف کرواتے ہیں بلکہ وہ نہایت اعتماد سے حالات حاضرہ سے بھی باخبر کرتے ہوئے اُن میں استقامت پیدا کرتے ہیں کہ وہ اپنے ماضی سے وابستہ رہیں۔

حضرت خاتم النبین محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہ کرامؓ کے حیات طیبہ کو مشعل راہ بنائیں۔ عصر حاضر میں دینی علوم کے بارے میں خاص طور پر ''نماز'' جیسے دین کے اہم رکن کے بارے میں جو ذہنی انتشار ملتا ہے، اُس کا مسکت جواب پیش کرنے کی کامیاب سعی کی ہے۔ قاضی محمد فصیح الدین کوڈلی صاحب کی تالیف کی اہمیت اس لیئے بھی بڑھ جاتی ہے کہ انہوں نے ''نماز'' جیسے دین کے اہم رکن کو روایتی انداز میں نہیں سمجھایا ہے

بلکہ اس کی روح تک پہنچنے کی سعی کی ہے۔ موصوف کا یہ عمل کسی فقہی نظریہ کو نہیں جنم دیتا اور نہ کسی خاص مسلک یا جماعت کے طرفدار نظر آتے ہیں۔ وہ حق کی تلاش کے خاطر اسلامی ادب اور دینی تعلیمات کے بیش بہا خزانہ سے ایسے ایسے بیش بہا موتی جمع کرتے جاتے ہیں کہ موضوع جگمگانے لگتا ہے اور قاری متاثر ہو کر دینی تعلیمات کے عظیم سرمایہ سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

وابستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

میں نے قاضی محمد فصیح الدین کوڈلی صاحب کو مولف قرار دیا ہے اور موصوف کے زیر تبصرہ علمی کارنامے ''روح نماز'' کو ان کی تالیف بتایا ہے۔ حالاں کہ قاضی محمد فصیح الدین صاحب خود کو ایک ''مرتب'' قرار دیتے ہیں۔ یہ ان کی کسر نفسی ہے۔ کیونکہ ان کے پیش نظر مولف یا مصنف کہلانے سے زیادہ اپنے رب کی خوشنودی مقصود ہے۔ اللہ کے بندوں کو اپنے رب کے آگے سر بہ سجود دیکھنا ان کی زندگی کا مقصد و منشاء ہے۔ اللہ کے بندوں کو خشوع و خضوع کے ساتھ حالت نماز میں کھڑے رہنے کا دل نواز اور روح پرور منظر اس تالیف کا مقصد ہے۔ اس پاک مقصد کا صلہ اس دنیا میں انہیں کوئی نہیں دے سکتا۔ اس کا اجر عظیم صرف مالک حقیقی عطا فرما سکتا ہے۔

بندوں کی خدمت کے کئی طریقے ہیں۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی کے کئی انداز ہیں لیکن بندوں کو ان کے خالق کے آگے کھڑے کر دینا ایسی خدمت ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ نماز دراصل عبد اور معبود کے درمیان ایک حسین ترین اور ساتھ ہی ساتھ ایک آسان ترین عمل ہے۔ بندہ کے لیئے نماز ایک اعجاز ہے بلکہ نماز بندہ کی معراج ہے۔ جب کوئی قبلہ رخ کھڑے ہو کر نماز کی نیت کرتا ہے وہ اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہو جاتا ہے۔ رب العزت سے بندہ کی یہ قربت اور اپنے مالک سے راز و نیاز کا لطف وہی جانتے ہیں جو اپنی زندگی میں ہزاروں مرتبہ اپنے خالق کے حضور میں حاضر ہو کر سرشار ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن شیطان مردود مختلف روپ میں عبد و معبود کے اس رشتہ کو ہمیشہ نقصان پہنچاتا رہا ہے۔ آج کل یہ شیطانی عمل ایک نئے روپ میں کارفرما ہے۔ وہ مسلمانوں کے ایمان کو الحمدللہ متاثر نہیں کر سکا لیکن ایمان کے مظہر ''نماز'' جیسے دینی اہم ترین ستون کو ہلانے کی کوشش میں برابر لگا ہوا ہے۔ نئی نسل کے دل میں برابر وسوسے ڈالتے رہتا ہے۔ اس بارے میں قاضی محمد فصیح الدین صاحب کوڈلی کی تحریر سے ایک اقتباس پڑھیے۔

''دین اسلام کا ایک رکن نماز، اس میں اختلاف کی بناء پرویزی گروپ نماز میں اختلاف کو ہوا دیکر

نماز ہی کا انکار کر کے جدید تعلیم یافتہ نئی نسل کو یہ باور کرا رہا ہے کہ نماز حنفی صحیح ہے کہ نماز شافعی صحیح ہے یا اہل حدیث صحیح ہے۔ چونکہ اسلام میں نماز ہی نہیں ہے لہذا یہ سب مسالک غلط ہیں۔ نماز نظام ربوبیت کا نام ہے۔ یوگا کے آسن نماز نہیں ہے ایسی نماز کا حکم ہی نہیں ہے''

لایق مولف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے نماز کے فرض ہونے اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک عمل سے اس کی فرضیت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ نماز میں قیام، رکوع، سجود اور قعود کی حالتوں کو نہایت دل نواز اور دل آویز طریقے سے بندے کی عبدیت کا اظہار ثابت کیا ہے اور اس کے روحانی ارتقاء کا مظہر بتایا ہے۔ اس طرح نماز بندے کا وہ وصف جمیل ہے جو کائینات میں کسی کو حاصل نہیں۔

زیر نظر تالیف کے مولف نے قرآن حکیم کی مختلف سورتوں کے حوالے، احادیث سے استفادہ اور علمائے حق کے ارشادات سے مدد لیکر نہایت شرح وسط کے ساتھ نماز کی حقیقت کو سمجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے یہاں ان متعدد حوالوں کا ذکر موجب طوالت ہوگا۔ صرف اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ چودہ سو برسوں میں نماز کے وسیلہ سے ملت اسلامیہ نے اپنے رب سے جو قربت حاصل کی وہ دراصل روح نماز کو پا لینے کا نتیجہ ہے۔ اس روح کو کھو دینا گویا دین و دنیا دونوں کو تباہ کر دینے کے مترادف ہے۔ قاضی محمد فصیح الدین صاحب کوڈلی نماز کی روح تک رسائی کو مومن کی معراج سمجھتے ہیں۔

دردمند مولف کے پیش نظر ملت کے کئی مسائل اور دشمنان اسلام کی متعدد کارستانیاں رہی ہیں اس لیئے نماز کی حقیقت، اس کی شرعی حیثیت اور اس کے روحانی رموز کو سمجھنے کے لیئے مولف نے موجودہ دور میں رونما ہونے والے متعدد فتنوں کا تفصیل سے احاطہ کیا ہے۔ مولف نے اپنے افکار کو بغیر کسی ذہنی تحفظ کے نہایت دوٹوک انداز میں پیش کیا ہے یہی لائق مولف کی شناخت کا پیمانہ ہے۔

مختصر یہ کہ اس تالیف کا موضوع اگرچیکہ نماز ہے تاہم اصل موضوع کی تائید میں کئی ضمنی مباحث اُبھر آئے ہیں۔ بظاہر یہ مباحث اصل موضوع سے دور نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں نماز کے بارے میں دشمنان اسلام برابر فتنے پیدا کرتے رہتے ہیں اور شکوک و شبہات کے کانٹے بچھاتے رہتے ہیں ظاہر ہے بے کار وسوسوں کا جنم لینا ممکن ہو جاتا ہے اس وضع کی شیطانی سرگرمیوں کا سد باب ضروری ہے۔ اس لیئے قاضی محمد فصیح الدین صاحب کوڈلی نے انتہائی خلوص دل اور جوش ایمانی سے سرشار ہو کر تحفظ نماز کے لیئے فکر و نظر کا ایک قلعہ تعمیر کیا ہے۔

''نماز'' انسانی فطرت کے عین مطابق ہے شرعی احکامات رسول اکرم ﷺ کے ارشادات اور خصوصاً نماز کے تعلق سے حضورؐ کا عمل ملت اسلامیہ کیلئے بہت کافی ہے۔علمائے حق نے بھی متذکرہ سرچشمہ ہدایت سے فیض پاکر ''نماز'' کی اہمیت اور اسکی افادیت کے بارے میں وضاحت سے رہنمائی کی ہے نئی نسل کو جو کثرت کار کی وجہ سے نہایت مصروف ہے نماز کے بارے میں سہل رویہ اختیار کرسکتی ہے۔اب اگر ان کے ذہن میں شک وشبہات کی فضاء پیدا ہوجائے تو اس کے مضر اثرات کا پیدا ہونا ناگزیر ہوجائے گا۔

میں نے ابھی یہ عرض کیا ہے کہ نماز انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ہم روزمرہ کی سماجی زندگی میں یہ دیکھتے ہیں اگر کوئی شخص ذرا سا کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو فوری اس کا شکریہ ادا کرنے جی چاہتا ہے۔ممنونیت کے جذبات خود بخود چہرے پر نمایاں ہوجاتے ہیں اظہار تشکر انسان کی فطرت ہے اب اگر کوئی شخص احسان فراموشی سے کام لے تو اس کو ناشائستہ اور نامہذب سمجھا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے ان گنت احسانات کا شکریہ ادا کرنا ایک فرض کی شکل میں نظر آتا ہے۔یہی نماز ہے۔اللہ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اس پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی اس کے بعد قدم قدم پر ہر سانس کے ساتھ مالک حقیقی کے بے شمار احسانات ہیں۔کن کن کا شکر ادا کیا جائے۔اسطرح نماز ایک ڈسپلن ایک شائستگی کے اظہار کا دلنواز نمونہ ہے۔قاضی محمد فصیح الدین کوڈلی اس انسانی فطرت کے دل پزیر عمل کے ترجمان ہیں۔مجھے یقین ہے کہ مولف مذکور کی یہ علمی و دینی خدمت کو انشاء اللہ تعالیٰ مقبولیت حاصل ہوگی اور انہیں دین و دنیا ہر دو جگہ اللہ تعالیٰ ہی اجر عطا کرسکتے ہیں ہم کمزور بندے تو صرف دعا کرسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہماری دعاوں کو قبول فرمائے اور قاضی محمد فصیح الدین کوڈلی صاحب کی اس بےلوث خدمت کا قوم پر کامیاب اثر ہو۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

(علامہ اقبالؒ)

رزاق فاروقی عفی عنہٗ

گلبرگہ شریف، احاطہ درگاہ حضرت خواجہ گیسو درازؒ

۱۵۔محرم الحرام۔۱۴۲۳ھ م ۳۰ مارچ ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ مولف کے بارے میں۔۔۔

سید عبدالقدیر B.Sc., D.C.E., M.I.S.T.E.

موظف معلم انجینیر پی۔ڈی۔اے کالج اف انجیزنگ گلبرگہ۔

'احمد منزل' گلبرگہ

زیر مطالعہ کتاب ''روح نماز'' (The real Spirit of Namaz) کے بارے میں کچھ لکھوں میں مناسب سمجھا کہ اس کتاب کے مولف ومرتب جناب قاضی محمد فصیح الدین صاحب کوڈلی جو عام طور پر (قاضی کوڈلی) کے نام سے جانے جاتے ہیں،ان کے کچھ حالات بیان کروں۔آپ کی پیدائش ریاست کرناٹک کے ضلع گلبرگہ تعلقہ چنچولی کے موضع کوڈلی میں 1939ء میں ایک ''قاضی'' گھرانے میں ہوئی۔انکے آباء واجداد کئی نسلوں سے اس موضع میں قضائت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔حکومت آصفیہ کی طرف سے بطور مشروط الخدمت کچھ ایکر اراضی دی گئی تھی جس پر خاندان کا گزارہ ہوا کرتا تھا۔بچپن میں دیہاتی ماحول میں ابتدائی تعلیم اسی موضع کوڈلی میں ہوئی۔پولس ایکشن کے ہولناک ماحول میں جب انکے والد شہید کردیئے گئے وہ ترک وطن کرکے گلبرگہ آگئے۔اور مستقل یہیں مقیم ہوگئے گورنمنٹ ملٹی پرپز ہائی اسکول گلبرگہ میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔میٹرک پاس کرنے کے بعد شادی ہوئی اور اولاد ہوئی۔کسب معاش کی فکر میں کرناٹک روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن میں ملازمت اختیار کی۔بچپن سے دینی ماحول سے دور،جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھنا،بدعتوں میں ملوث رہنا،غیر اسلامی رسومات کا شکار یہی دین کا تصور تھا۔نہایت ایمانداری سے ملازمت انجام دے رہے تھے۔اس دوران ایک زبردست واقعہ ہوا جسکی وجہ سے انکی زندگی میں انقلاب برپا ہوا۔وہ اپنی ڈیوٹی انجام دیرہے تھے کہ ایک غیر مسلم عہدیدار نے آپ سے رشوت طلب کی جسکو دینے سے انہوں نے صاف انکار کیا اسکے نتیجہ میں افسر نے آپ پر جھوٹا الزام لگا کر ملازمت سے معطل کروادیا۔دوبارہ بحال کردئے گئے۔1997ء وظیفہ پر علیحدہ ہوئے۔ان ہی حالات میں دینی کتابوں کے مطالعہ کا شوق ہوا۔بچپن سے جوانی تک ادبی اور جاسوسی کتابوں کے مطالعے کا شوق تو تھا ہی۔مگر جب دینی کتب کا مطالعہ شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ایسا انقلاب پیدا کیا کہ انکی انکھیں کھلیں،دل ودماغ روشن اور منور ہوئے اور دین کے صحیح تصور سے واقف ہوئے۔اللہ کے حضور میں توبہ واستغفار کی عقیدہ درست

ہوابدعتیں چھوٹ گئیں، بے جا رسومات ترک ہوگئیں، اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی ایسا بلا کا دیا ہے کہ جب وہ کسی بھی دینی کتاب کا مطالعہ کرلیں تو وہ کمپیوٹر کی طرح دماغ میں پیوست ہوجاتی ہے۔ اسلام کے ابتدائی حالات، سیرت، تفسیر، فقہ، حدیث، سیرت صحابہؓ ، سبائیت اور شیعت، تاریخ اسلام وغیرہ بحر حال دین کے جتنے بھی شعبہ جات ہیں۔ انہوں نے نہیں چھوڑا اور مطالعہ کے بعد ان تمام امور میں مہارت حاصل کرلی۔ حدیث، سیرت صحابہؓ ، اور سبایت اور شیعت، ان کے مطالعہ کے خاص مضامین ہیں۔ مرحوم مولانا سید حسین صاحب قاسمیؒ (سابق خطیب وامام مسجد محبس گلبرگہ) اور مرحوم مولانا حافظ سید خضر اللہ حسینی صاحب قاسمیؒ بانی دار العلوم سکندریہ گلبرگہ اور دیگر علماء کی صحبت نے ان کی صلاحیت اور قابلیت پر چار چاند لگادئے۔

صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث کا کئی کئی مرتبہ مطالعہ کیا۔ دوران مطالعۂ حدیث دل میں یہہ بات کھٹکی کہ کیا ہر حدیث، حدیث رسولؐ ہے؟ اس پر انہوں نے اسماء الرجال کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ کتب احادیث میں ضعیف اور موضوع احادیث بھی صحیح احادیث کے ساتھ شامل ہوگئے ہیں۔ وہ اسلام پر سنت رسولؐ کے مطابق عمل کرنے کیلئے حدیث کو لازم وملزوم سمجھتے ہیں۔

خوش مزاجی، شیریں کلامی اور برجستہ حاضر جوابی ان کے خاص مزاج میں داخل ہے۔ اپنی بات اس انداز میں پیش کرتے ہیں کے سننے والا متاثر و مطمئین ہوجاتا ہے۔ انکی صحبت کے نتیجے میں ان کی ملاقاتیوں میں سے بہت سے ساتھی صحیح العقیدہ ہوگئے اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا بن گئے۔ تقریری صلاحیتوں میں ماہر ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو گلبرگہ سے انکی تین چار تقاریر نشر ہوئیں۔ ام المومنین حضرتہ عائشہ صدیقہؓ پر انکی تقریر ایک یادگار کارنامہ ہے۔ ان کے قلم میں بھی بلا کا زور ہے۔ کسی عنوان پر قلم اُٹھاتے ہیں تو ایسا لکھتے ہیں کہ پڑھنے والا دنگ ہوجاتا ہے۔ چنانچہ انکے کئی مضامین مقامی اخبار ''بہمنی نیوز'' میں شایع ہوئے اور بہت سراہے گئے۔ حال ہی میں انہوں نے پرویزیت کے خلاف قلم اُٹھایا روزنامہ منصف حیدرآباد نومبر ۱۹۹۹ء کی اشاعت میں ان کے دو مضامین بعنوان ''منکرین قرآن'' اور '' نام نہاد اہل قرآن'' شایع ہوئے۔ ایک زبردست کتاب ''اسلام اور سبائیت'' کے عنوان پر لکھی ہے جو کافی ضخیم ہے اور معاشی بدحالی کی بنا پر شائع ہونے سے رہ گئی ہے۔ مناظرہ میں بھی کسی سے کم نہیں۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ بدعتی صاحب سے مناظرہ کی شکل میں گفتگو ہوئی۔ صرف ۱۰ منٹ کی بات چیت میں بدعتی صاحب بغلیں جھانکنے لگے اور یہ کہہ کر ٹال گئے اب میرا

مزاج ٹھیک نہیں ہے اور میرے پاس وقت بھی نہیں ہے۔ قاضی صاحب کا ان بدعتی صاحب سے کبھی آمنا سامنا ہوتا ہے تو بڑے ادب سے سلام کرتے ہیں مگر گفتگو کرنے سے ٹال جاتے ہیں۔

موجودہ کتاب ''روح نماز'' انکی حالیہ تالیف ہے اس کتاب کی تیاری میں انھوں نے تقریباً ۱۸ ماہ لگائے ہیں۔ نماز جو عقیدہ اسلام توحید، رسالت اور آخرت کے بعد پانچ ارکان دین میں سے ایک اہم رکن ہے۔ جسطرح انسان جسم اور روح کا مرکب ہے اور جب تک روح جسم میں موجود ہے انسان، انسان بنا رہتا ہے۔ سونچھ سکتا ہے چل پھر سکتا ہے کھا پی سکتا ہے۔ اور جب روح جسم سے نکل جاتی ہے انسان بیکار ہوجاتا ہے اور مردہ ہوجاتا ہے اسی طرح اگر نماز سے روح نکل جائے تو وہ بھی مردہ انسان کی طرح بے جان ہوجاتی ہے اور نماز کا وہی انجام ہوتا ہے جو مردہ انسان کا ہوتا ہے۔ نماز کی روح کیا چیز ہے اس بات کو مولف نے بخوبی سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ عبادت کو ہم تین حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ ایک حصہ کا تعلق عقیدہ سے ہے عقیدہ توحید کا دل سے اقرار کرنا اور زبان سے ادا کرنا ہے۔ دوسرا حصہ ہے جسمانی عبادات کا جس میں نماز روزہ شامل ہیں۔ اور تیسرا حصہ مالی عبادات کا ہے جس کی مثال زکواۃ کی ہے اور حج مالی اور جسمانی دونوں عبادات کا مرکب ہے۔ نماز جو ایک جسمانی عبادت ہے فیزیکل ایکسر سائز کی طرح ادا کی جائے تو صرف وہ بے کار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت کو حکم دیا ہے کہ وہ صرف قیام میں رہیں اور اللہ کی تسبیح بیان کریں اور دوسری جماعت حالت رکوع میں ہے اسی طرح اور جماعتیں سجدہ اور قعدہ میں رہیں۔ اور تسبیحات بیان کرتے رہیں۔ چنانچہ نماز فرشتوں کی ان عبادات کا نچوڑ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو آسان بنا کر انسانوں کو پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کی پیدائش کا مقصد سورۃ ذاریٰت میں یوں بیان کیا ہے (ترجمہ) کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو اس لیئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری ہی عبادت کریں۔ اگر عبادت بغیر سونچے سمجھے کی جائے تو اُٹھنے بیٹھنے کا ہی نام ہوکر رہ جائے گی ایسی عبادت کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور وہ نہ مقبول ہوگی۔ چنانچہ نماز کے بارے میں حدیث ہے کہ نماز پڑھنے میں یہ تصور کیا جائے کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے یا کم از کم تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ نماز کی حالت میں پوری توجہ صرف اللہ ہی کی طرف کی جائے اور دنیاوی معاملات سے بالکل بے نیاز ہوجائے۔ اور سوائے اللہ کے کوئی تصور باقی نہ رہے۔ اس تصور کو سامنے رکھ کر تکبیر تحریمہ اللــــہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہوجائیں۔ اللہ اکبر زبان سے ادا

کرنے سے ہم اس بات کا اقرار کررہے ہیں کہ بڑائی اور عظمت صرف اللہ ہی کیلئے خاص ہے۔اور کائینات کی کوئی ہستی بھی اللہ کی بڑائی کے سامنے ہیچ ہے۔اسی طرح ثناء اور دیگر تسبیحات نماز میں پڑھنے سے کیا کیا عقیدہ بنتا ہے۔اور اللہ کی عظمت بڑائی بزرگی اور برتری اور انسان کی اپنی بے بسی اور دیگر امور کو مولف نے بڑے اچھے پیرائے میں بیان کیا ہے۔مومن کی دنیاوی زندگی ایک دارالعمل ہے۔آخرت کی زندگی کی کامیابی ہی زندگی کا مقصد ہونا چاہیئے اور یہ مقصد اللہ کی رضاء حاصل کرنے سے ہوجاتا ہے۔اور اللہ کی رضاء وخوشنودی اسی صورت میں حاصل ہوسکتی ہے کہ مومن قرآن اور حدیث کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرنے سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔اور عمل میں اخلاص نہایت ضروری ہے۔اور یہ اخلاص نماز میں ان کیفیات کے پیدا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔جس کا تذکرہ قابل مولف نے زیر نظر کتاب میں کیا ہے۔روح صرف نماز کی ہی نہیں ہوتی بلکہ ہر عبادت کی بھی روح ہے۔اور بغیر روح کے نماز اور دوسری عبادات بیکار ہیں اور ہم کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

مولف نے مسلکی اختلافات کا تذکرہ بھی کیا ہے ایک طبقہ فروعی مسائل کو اہمیت دے کر دوسرے طبقہ کی نماز کو بیکار اور ضائع سمجھتا ہے۔ایک دوسرا طبقہ بدعتوں میں اُلجھ کر اسی کو عین دین سمجھ بیٹھا ہے۔مولف نے مسلکی اختلافات سے بلند ہوکر اور فروعی مسائل اور بدعات سے آزاد ہوکر خالص نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی نماز کو پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

اہل سنت والجماعت کے تعلق سے قاضی صاحب نے بہت خوبصورت انداز میں تشریح کی ہے کہ یہ وہ جماعت ہے جو نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق عمل پیرا ہے اور جس پر صحابہ کرامؓ کا تعامل رہا ہے

اس کتاب کے مطالعہ کیلئے ضروری ہے ہم اپنے آپ کو مسلکی اختلافات سے بلند اور آزاد رکھیں تب ہی نماز کی روح اور عبادات کا اصل مقصد واضح ہوگا۔مولف کی رائے ہے مسلکی اختلافات سے بلند ہوجائیں اور امت مسلمہ باہم ایک ہوکر متحد ہوجائیں۔اور یہی وقت کا تقاضہ بھی ہے۔آج دنیا کی ہر طاقت اسلام کو مٹانے کی درپے ہے۔اسکا مقابلہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ امت مسلمہ ایک جسد واحد

ہوجائیں اور اپنے آپ کو اسلام کا ایک صحیح نمائندہ بنالیں۔تب ہی دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوسکتا ہے۔

آخر میں مولف نے موضوع سے ہٹ کر پرویزیت کے باطل نظریہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔اس نظریہ نے عام لوگوں کو جو دین سے بے بہرہ ہیں اور خاص کر ان نوجوانوں کو جو انگریزی زبان کو اپنا ذریعہ تعلیم بنالیا ہے۔متاثر کررہے ہیں اور بھٹکا رہے ہیں۔مولف نے اپنی مختصر سی تحریر میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ پرویزیت ہرگز اسلام تو ہو نہیں سکتا بلکہ اسلام کے متوازی ایک علحیدہ دین ہوسکتا ہے۔

بحر حال مولف کی کوشش روح نماز کے تعلق سے ایک کامیاب کوشش ہے جس کے مطالعہ کرنے سے بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولف کی اس کوشش کو کامیاب کرے اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

سید عبدالقدیر عفی عنہٗ

گلبرگہ ۳۱ مارچ ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

مذہبی طور پر مسلمانوں کیلئے مایہ افتخار دو چیزیں شخصیت کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کی سیرت طیبہ، آپ کا اُسوۂ حسنہ، سنت ثابتہ (صحیح تر روایات) اور دستور کے اعتبار سے قرآن محفوظ جس کے آگے سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ ان دو چیزوں کی اہمیت کی بناء پر دشمنان اسلام نے اپنے باقی حربوں میں ناکام ہو کر اور مسلمانوں کی حکومتوں اور ان کے علاقوں کو مفتوح کرنے کے بعد بھی بے اطمینانی محسوس کر کے اپنی تمام تر توجہات کا مرکز اور تمام حملوں کا ہدف پیغمبر اسلام کی سیرت پر انگشت نمائی کرنا اسلام کی مقدس الہامی کتاب قرآن کو غیر محفوظ ثابت کرنا قرار دیا۔ اپنے اس کام میں اُنہوں نے مسلمانوں کے تمام کمزور پہلوؤں کو پیش نظر رکھا اور اُن کی تاریخی وحدیثی روایات، ان کے فرقوں کے باہم اختلافات فروعی وجزوی مسائل وغیرہ سب کو استعمال کیا۔ اہل سنت کے مطمع نظر کو مسخ کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے جس کے ذریعہ اسلام کی عظیم الشان شخصیات صحابہ کرامؓ کے دامن داغدار ہوئے ہیں۔ ان حضرات کا تحریف قرآن، نبی کریم کی ذات گرامی، ازواج مطہراتؓ کی عفت اور صحابہ کرامؓ کے کردار کو داغدار کرنے میں کتنا حصہ رہا ہے اور دشمنان اسلام کو اسلام پر حرف زنی کا کتنا موقع فراہم کر رہا ہے کیمونزم تو فنا کے گھاٹ اُتر گیا دنیا کے تمام غیر مسلم قومیں صرف اسلام دشمنی میں سرگرم عمل ہیں۔ اب کوشش یہ کی جارہی ہے کہ اسلام بھی فنا ہو جائے قرآن کریم کی بنیاد پر تمام مسلم قومیں متحد و متفق ہیں ان میں دراڑ پیدا کرنا ذرا مشکل کام ہی ہے اسلئے یہ ترکیب اور فارمولہ ایجاد کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے فروعی مسائل کے اختلافات کا فائدہ اُٹھا کر مسلمانوں میں آسانی سے پھوٹ ڈالی جاسکتی ہے اور یہ فارمولہ کارگر ثابت ہو رہا ہے۔ اور اس معاملہ میں آلۂ کار علماء بنتے نظر آتے ہیں فروعی مسائل میں اس قدر شدت سے جان ڈال دی گئی ہے کہ فروعی مسائل ہی کو حق وباطل کا معیار بنا کر عوام میں مقبولیت حاصل کرنے کا ایک سستا نسخہ ایجاد کر لیا جارہا ہے۔ دین اسلام کا بنیادی عقیدہ از آدم علیہ السلام تا نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم توحید، رسالت اور آخرت رہا ہے ان بنیادی عقیدوں کو عوام میں لائے بغیر چند جزوی مسائل میں علماء کا اس درجہ انہماک شیطان لعین کی ایک کامیاب سازش فسطائی اور یہودی طاقتوں کیلئے میدان ہموار کیا جارہا ہے۔ یہ دین اسلام کی کوئی خدمت نہیں

دین اسلام کو بیج و بن سے اُکھاڑنے کے مترادف ہے اُمت مسلمہ کی کثیر تعداد شرک و بدعات میں غرق ہے مگر علماء کرام فروعی مسائل میں عرق نکالنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر مکتب فکر کا ایک الگ الگ حلقہ بنتا چلا جارہا ہے اور وہ اپنے اپنے پسند کے علماء پر بھروسہ کر کے علماء کی تقلید میں فروعی مسائل میں ایک دوسرے سے دست و گریباں حتیٰ کے خون خرابے پر بھی راضی نظر آتے ہیں یہ عذاب خداوندی سے کم نہیں ہے۔ ہر مکتب فکر خود کو حق پر دوسرے کو باطل خود کو ناجی دوسرے کو جہنمی بھی ان فروعی مسائل ہی کو بنیاد بنا کر فحش گوئی، اتہامات الزامات اور اخلاقی بگاڑ کی آخری حد تک پہنچ گئے ہیں کردار سازی، حسن اخلاق ناپید، بزرگ شخصیتیں سہمی سہمی ہوئی ہیں۔ قرآن مجید، سُنت ثابتہ عنقا، مسلمان در گور اسلام در کتاب والی بات ہے۔

دین اسلام کا ایک رُکن نماز اس میں اختلافات کی بناء پر پرویزی گروپ نماز میں اختلاف کو ہوا دیکر نماز کا ہی انکار کر کے جدید تعلیم یافتہ نئی نسل کو یہ باور کرارہا ہے کہ نماز حنفی صحیح ہے شافعی صحیح ہے یا اہل حدیث کی نماز صحیح ہے چونکہ اسلام میں نماز ہی نہیں ہے لہذا یہ سب مسالک غلط ہیں نماز نظام ربوبیت کا نام ہے یہ یوگا کے آسن نماز ہیں اور ایسی نماز کا حکم ہی نہیں ہے اس تعلق سے میرے دو مضامین روزنامہ منصف حیدرآباد میں چھپ چکے ہیں۔

اگر علماء کرام مساجد کے منبروں سے ایسے فروعی مسائل پر بیانات دینگے تو اس کے نتیجہ میں اُمت مسلمہ میں انتشار وافتراق پھیل جائیگا اس سے فائدہ تو منکرین حدیث نام نہاد اہل قرآن اور فسطائی طاقتوں کو ہی پہنچے گا۔ اس سے اسلام کی حقانیت پر کاری ضرب لگے گی اور مسلمانوں کی ساکھ ختم ہو جائیگی۔ مطلب اس کا یہ نہیں کہ ان فروعی مسائل کو انا کا مسئلہ بنا کر سوال جواب کا سلسلہ شروع کیا جائے یہ دور مناظروں کا دور نہیں ہے یہ سائنٹفک دور ہے دعوت دین غیر مسلموں کے سامنے پیش کرنے کا دور ہے اگر مسلمان ہی اسلام کو نہیں سمجھیں گے آپس میں سر پھٹول کرتے رہینگے تو دعوت دین کا کیا کام انجام دینگے سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کر کے محض خوشنودی خداوندی اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ کے تحت جوابات صاف صاف محکمات میں سے ہے نص قطعی سے ثابت ہے اخلاص واہلیت کے ساتھ اُس پر عمل پیرا ہو کر اپنے اپنے حلقہ کے اندر ذہن سازی کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی وکامرانی مسلمانوں کا مقدر بن جائیگی علماء کرام پر یہ فرض ہے کہ وہ فروعی مسائل میں بھولے بھالے مسلمانوں کو اُلجھا کر اسلام کے ہی بارے میں شکوک نہ پیدا کریں۔

قاضی محمد فصیح الدین کوڈلی عفی عنہ

نماز کی اہمیت

نماز کی اہمیت شرط ایمان ہے: رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم عین اللہ تعالی کی تعلیم ہے اسلئے کہ قرآن میں نماز کا حکم ہوا ہے اس کے ادا کرنے کا طریقہ کہیں نہیں بتلایا گیا ہے، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے اُمت کو معلوم ہوئی ہے۔لیکن اس کے باوجود اللہ تعالی نے فرمایا کہ "جیسا کہ اس نے تعلیم دی" اب سوال یہ ھیکہ اگر پیغمبر کی تعلیم عین اللہ کی تعلیم نہیں تو وہ کیا چیز ہے جس کو اللہ تعالی نے اپنی تعلیم سے تعبیر فرمایا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ تصور کے وہ صرف قرآن سُنا دینے کیلئے تشریف لائے تھے بنیادی طور پر غلط ہے آپؐ قرآن سُنانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کی طرف سے اس کام پر بھی معمور تھے کہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں سکھائیں اور اس کے مضمرات، واشارات اُسکی حکمتیں اور اُس کے اسرار اچھی طرح واضح کردیں۔ اس کام پر آپؐ چونکہ اللہ تعالی ہی کے طرف سے معمور تھے اس وجہ سے ایک معلم کی حیثیت سے آپؐ نے اُمت کو جو کچھ سکھایا بتایا وہ سب آپؐ کے فریضہ نبوت ہی کے تحت تھا۔یہ بات کہ نماز پورے دین کیلئے بمنزلہ حصار اور شہر پناہ ہے۔توحید کے بعد احکام شریعت میں سب سے پہلے نماز اور ساتھ ہی زکوۃ کا ذکر آتا ہے اس دین میں جو اہمیت نماز کی ہے وہ دوسری کسی چیز کی بھی نہیں ہے۔ساری شریعت کا قیام وبقا اس کے قیام وبقا پر منحصر ہے اللہ تعالی نے اس کو شریعت کی اقامت اور اس کی محافظت کیلئے ایک حصار اور ایک باڑھ کی حیثیت دی نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے مکمل طور پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے اللہ تعالی سے کس بات کا اقرار کیا جارہا ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے تعلق سے کیا کیا عہد کیا جارہا ہے مسلمانوں اور عالم انسانیت کے کیا فرائض ہیں غرض شروع سے آخر تک کیا کچھ کہا جارہا ہے یہی روح نماز یہی نماز کی حقیقت ہے اور ایسی ہی نماز اللہ تعالی کو مطلوب ہے اس سے ہی نمازی بُرائیوں اور فحش کاموں سے بچ جاتا ہے پوری نماز میں جن جن چیزوں کو واجب قرار دیا گیا ہے اُس کی ادائیگی کے بعد ہی نماز مکمل ہوتی ہے مستحبات اور دیگر اُمور جن سے نماز میں کوئی نقص پیدا ہوتا ہو اُس کا خیال رکھنا ضروری ہے جو شخص ایسی نماز کی حفاظت کرتا ہے وہ گویا پوری شریعت کی حفاظت کرتا ہے اور جو شخص اس میں رخنے پیدا کرتا ہے باقی دین کو بدرجہ اولی ضائع کردیتا ہے امن اور اطمینان کے حالات کی پنج وقتہ معروف نماز کے علاوہ خوف وخطر کی بھی نماز کا حکم ہے۔نماز میں خشوع نماز کی

اصل روح ہے اور اُس کے ساتھ محافظت جو اس کے ظاہری اہتمام کی ایک جامع تعبیر ہے۔جس طرح ایک شہر پناہ پورے شہر کو اپنی حفاظت میں لئے ہوئے ہوتی ہے اس طرح نماز دوسری تمام نیکیوں کو اپنی حفاظت میں لئے ہوئے ہے اور سارے دین کی محافظ نماز ہے نماز کی روح ہے جس نے اس کی حفاظت کی اس نے سارے دین کی ساری انسانیت کی حفاظت کی اور جس نے اس کو ضائع کیا اس نے سارے دین کو ضائع کیا عالم انسانیت کو ضائع کیا وہ مومن نہیں جس سے دوسرا کوئی بھی انسان اس سے مامون ومحفوظ نہ ہو۔

نماز کی شکل اختیار کرتے وقت آدمی کی نظر اصل روح پر رہے، صرف شکل پر جم کر نہ رہ جائے یہی نماز ہے دُعا ومناجات اور اپنے رب سے راز ونیاز کیلئے سب سے زیادہ موزوں وقت نماز کا ہوتا ہے جب بندہ نماز میں ہوتا ہے اس سے نماز میں زندگی اور حرارت پیدا ہوتی ہے اور یہی روح نماز حقیقت نماز ہماری زندگی کا رابطہ براہ راست ہمارے خالق ومالک سے قائم کرتی ہے زندگی کے مشکلات کے حل کی کنجی اس کے اندر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اکرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی نمازیں فی الواقعی اللہ سے راز ونیاز کی نمازیں تھیں، ان کی تمام دُعائیں اور فریادیں نماز کے سجدوں اور قیام میں ہوتی تھیں وہ رفع یدین وغیرہ کی بخشوں میں نہیں پڑھتے تھے اور وہ جب نمازوں سے لوٹتے تھے تو اپنے دامن اور اپنی جھولیاں بھر کے لوٹتے تھے ان کیلئے نماز زندگی کی ایک ایسی ضرورت تھی جس طرح پیاسوں کو گھاٹ کی ضرورت ہوتی ہے ہماری نمازوں کے اندر یہ شان باقی نہیں ہماری نمازیں ہماری مسجدیں جھگڑے کے اکھاڑے بنے ہوئے ہیں اب نمازیں صرف رسم داری کی نوعیت کی چیزیں بن کے رہ گئی ہے اب ہم نمازیں تو بے جان اور بے روح پڑھتے ہیں اور لمبی لمبی دُعائیں نمازوں سے فارغ ہو کر مانگتے ہیں مانگنے کا اصلی وقت نماز میں ہوتا ہے جب کہ بندہ اپنے رب کے حضور میں ہوتا ہے۔نماز میں ذکر کے ساتھ فکر بھی مطلوب ہے اگر ذکر ہو فکر نہ ہو تو بسا اوقات یہ ذکر زبان کا ایک شغل بن کے رہ جاتا ہے اس سے معرفت کے دروازے نہیں کھلتے فکر سے آخرت کی یقین دہانی کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔اسلامی معاشرہ نماز کو مکمل طور پر سمجھ کر ادا کرنیکے بعد صالح معاشرہ کہلاتا ہے فرق مراتب خاندان نسب، مسالک، مال وجاہ پر نہیں بلکہ تمام تر روحِ نماز، خدمت اسلام پر ہے جو لوگ اس وصف خاص میں سب سے اونچے ہوئے وہی اللہ تعالی کے ہاں اونچے قرار پائینگے اللہ تعالی اپنے جانثاروں اور وفادار بندوں کو توفیق خیر سے محروم نہیں فرماتا جو صرف انتشار وافتراق پھیلانا چاہتے ہیں اُن سے ضرور باز پُرس ہو

گی۔ اسلام میں نماز کا اصل مقصد دین میں بصیرت حاصل کرنا تمام مسلمانوں سے ہمدردی کا جذبہ رکھنا غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت کو عام کرنا، اپنی اور دوسروں کی تربیت کرنا باقی چیزیں اس کے تابع ہیں۔ قیامت جب قائم ہوگی تو پتہ چلے گا کہ کس نے نماز کو اُس کی روح کے کس جذبہ کے تحت ادا کیا ہے کوئی شخص کتنا ہی فروعی اختلافات کو ہوا دیکر اس کو جائز درست اور موافق سنت اور جائز ثابت کرنے کیلئے کوئی اچھا محرک تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے تا کہ اپنے معتقدین کو اپنے ضمیر کو چُپ کرا سکے خاص طور پر وہ لوگ جو اپنے کو مذہبی روپ میں پیش کرتے ہیں اس دن ان کے اعمال کے ریکارڈ کے ساتھ ساتھ ان کے محرکات کا سارا ریکارڈ بھی ان کے اور ان کے رب کے سامنے ہوگا۔ چنانچہ جب وہ رکھ دیا جائیگا تو دوسرے بھی جان لیں گے کہ ان کا رب ان کے ظاہر و باطن دونوں سے آگاہ تھا۔ دانشمندی کا تقاضہ یہ ھیکہ اس کا کھٹکا ہر وقت لگا رہے عام مسلمانوں کو فروعی مسائل میں اُلجھا کر ذہنوں کو پراگندہ کرنے کی کوشش نہ کریں اُس دن کسی کے پاس کوئی قوت وحمیت پیش نہیں ہوگی لوگ قبروں سے اس طرح پراگندہ نکلیں گے جس طرح برسات میں پتنگے نکلتے ہیں ہر ایک پر نفسی نفسی کی حالت طاری ہوگی کوئی بھی کسی دوسرے کی مدد کر سکنے کی پوزیشن میں نہ ہوگا۔ زندگی کی بے ثباتی قیامت کی باز پرس اور جزائے عمل کے قانون سے انسان بے خوفی میں اس سے غافل رہتا ہے زمانے کی تیز روی دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیاں اس تھوڑی سی مدت میں اگر انسان چاہے تو اجر و ثواب کا ایک لازوال خزانہ جمع کر سکتا ہے۔ اس فانی زندگی کے چند دنوں کے اندر جن کی حقیقت ایک خواب سے زیادہ نہیں نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے اور اس کی برابر تلقین کرتے رہنے سے اللہ کی خوشنودی اور اس کی محبت کا ابدی تخت وتاج حاصل کر سکتا ہے جب آدمی نماز کی حقیقت کو پالے گا وہ لازماً زندگی کے باطنی گوشوں کی طرح اس کے ظاہری اعمال کو بھی منور کرے گا۔

کسی حد تک یہ کہ ہر جماعت میں کچھ نہ کچھ رجال رشید ہوتے ہیں ہو سکتا ھیکہ کچھ مردان خدا نکلیں اور ضرورت اور ذمہ داری کی آواز بلند کریں زیادہ تر قارئین میں ایسے اصحاب انشاء اللہ ہوں گے جن کو دُعا کا ذوق اور دعا کا سلیقہ ہے انہیں شاید توجہ ہو جائے کہ اُمت پر بُرا وقت پڑا ہے اور یہ وقتِ دُعا ہے۔ دین کی خدمت اور حفاظت کو جو جماعت بھی اپنا مشن قرار دیتی ہے وہ اس مشن کا حق ادا نہیں کر سکتی اگر وہ اپنا احتساب خود نہیں کرتی رہتی انسانی افراد کی زندگی کے پہلو بہ پہلو انسانی جماعتوں کا بھی ہمیشہ سے یہی تجربہ ہے کوئی بھی

جماعت اس عملی تغیر و انحطاط سے محفوظ و بالاتر ہونے کا گمان رکھتی ہو تو وہ جانے ہم تو اتحاد بین المسلمین کے قائل ہیں۔ کوئی جماعت اپنے نام نہاد حامیوں کے ہاتھوں اس سے کم مظلوم نہیں جتنی مظلوم وہ اپنے مخالفوں کے ہاتھوں ہوئی ہے ان حامیوں نے اسے محض جدل و جدال کے ایک مذہب کی صورت دی ہے جو مغز و جوہر سے زیادہ شکل و صورت پر اور کلیات سے زیادہ جزئیات پر لڑنے مرنے کو تیار رہتا ہے۔ تمام سنت اور اتباع جن چند اختلافی و فروعی مسائل کے اندر ہی سمٹ کر رکھدیا ہے بس انہی چیزوں پر ان کا سارا زور صرف ہوتا ہے گویا نبیﷺ کی بعث صرف انہی چند فروعی مسائل کی تعلیم کیلئے ہوئی تھی۔ مختلف فقہی مسائل عموماً بالکل جزوی اور فروعی نوعیت کے ہیں لیکن ہر مسلک کی کتابوں میں اتنی شدومد سے ان پر بحثیں ہوئی ہیں کہ معلوم ہوتا ھیکہ دین کے اصلی مسائل یہی ہیں اور انسان کی نجات کا تمام انحصار انہی کے اختیار کرنے پر ہے یہ بحثیں ہر مسلک کے حامیوں کی طرف سے تصنیفات و تالیفات میں بھی پورے زور و طاقت کے ساتھ اُٹھائی گئیں ہیں اور انہی پر ایک ایک مسجد اور ایک ایک مدرسہ میں آئے دن مناظرہ کی مجلسیں بھی گرم ہوتی رہتی ہیں بلکہ بسا اوقات ان کے سبب سے مسلمانوں کے اندر جنگ و جدال، تکفیر و تفسیق، گرفتاری و مقدمہ، بازی اور قتل و آتش زنی تک نوبتیں پہنچتی ہیں۔

مدعا نماز سے بے خبر

اس زمانہ میں عوام کا بہت بڑا طبقہ جو عربی زبان سے ناواقف ہونے کیوجہ سے سرے سے جانتے ہی نہیں کہ وہ نماز میں جو کچھ پڑھتے ہیں اس میں کس بات کا اقرار اور کس بات کا انکار کرتے ہیں وہ نماز کے الفاظ کو منتروں کی طرح پڑھتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ خواہ ہم ان کے معنی مطلب سمجھیں یا نہ سمجھیں یہ منتر کارگر ہوکے رہینگے سارا جادو ان الفاظ میں ہے اگر الفاظ اُلٹے سیدھے زبان سے ادا ہوگئے تو تیر نشانہ پر لگ گیا۔ دوسرے وہ لوگ جو ان الفاظ کے معنی سے تو بے خبر نہیں ہیں لیکن یا تو غفلت کے سبب سے دھیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ یہ جس طرح قرآن کی تلاوت محض بطور تبرک کرتے ہیں۔ اس طرح نماز میں اس کی دُعائیں بطور تبرک پڑھ لیتے ہیں۔ یہ صورت حال غفلت اور غلط فہمی کے سبب سے نماز کو بالکل بے اثر اور بے مقصد بنا کے رکھدیتی ہے جبکہ نماز برائیوں سے حسد و کینہ سے عالم انسانیت کو نقصان پہنچانے سے روکتی ہے نمازی پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور بے نمازی لوگ یہ طعنہ کہتے ہیں کہ "نماز پڑھتے ہیں اللہ کے واسطے اور کڑبی چُراتے ہیں بیلوں کے واسطے" یہ اسی نماز کو نا سمجھی میں پڑھنے کا نتیجہ ہے۔ اس خرابی کو دور کرنے کیلئے ضروری ہیکہ وہ کم از کم ان سورتوں، دُعاوں، اور تسبیحات کے معنی و مطلب تو ضرور سیکھ لیں جو عموماً نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ کام تھوڑی سی محنت اور بہت معمولی اہتمام سے ہر شخص کر سکتا ہے جو لوگ اتنا بھی نہیں کر سکتے، نہ وہ نماز کی اہمیت سے واقف ہیں نہ دین کی اہمیت سے، اور جو علمائے دین ہیں واعظین و مقررین ہیں جو مساجد سے خطاب کرتے ہیں اُن کا تو یہ فرض عین ہیکہ وہ عوام کو نماز سے ضرور واقف کرائیں روح نماز کو مسلمانوں کے ذہن نشین کرائیں اس سے مسلمانوں کے کردار بنیں گے وہ مجسم اخلاق بن جائینگے فحش گوئی سے احتراز کرینگے فروعی مسائل میں اُلجھانا حقائق سے فرار اختیار کرنا ہے۔ رہے وہ لوگ جو عربی زبان سے واقف ہیں جن کو زبان دانی پر بڑا ناز ہے ایک عام آدمی کے کسی سوال پر فوراً یہ کہہ دیتے ہیں کہ تم عربی زبان سے واقف نہیں تم عالم نہیں تم کو کوئی حق نہیں پہنچ سکتا کہ اس تعلق سے زبان کھولیں زکام میں مبتلا ہونا ہم لوگوں کا کام ہے بی مینڈکی کو زکام چہ معنی غلام احمد پرویز کو بھی قواعد و عربی دانی پر بڑا ناز ہے۔ عربی زبان سے پوری طرح

واقف ہونے کے بعد دوسروں کو واقف کرانا ضروری ہے کہ نہیں۔ کیا؟ نماز میں صراط مستقیم، توحید، رسالت، آخرت، حقوق اللہ، حقوق العباد، معروف کا حکم کرنا، منکرات سے روکنے کا، شرک سے بچنا، توحید پر جم جانا، نجات اُخروی کا دارومدار کن چیزوں میں ہے اس کا ذکر ہے کہ نہیں، اللہ تعالٰی کو کیا چیز مطلوب ہے اور اس کا غضب کن پر نازل ہوتا ہے اللہ تعالٰے سے کیا اقرار و عہد کیا جارہا ہے اس کی صراحت ہے کہ نہیں؟ یہ تمام چیزیں نماز میں صراحت کے ساتھ موجود ہے اور یقیناً موجود ہے اس کا ذکر عربی دان حضرات نہیں کرتے ان تمام چیزوں کو کھول کھول کر نہ بتلانا یہ کتمان حق ہے روز حشر ان عربی دانوں کو آگ کی لگام پہنائی جائیگی وہ اپنے اس اولین فرض سے غفلت اور لاپرواہی برت رہے ہیں اور بعض فروعی مسائل کو اپنی انا کا مسئلہ بنائے ہوئے ہیں اسی پر اپنا سارا زور اور وقت صرف کر رہے ہیں اور انہی چند مسائل کو حق و باطل کا معیار قرار دیکر خواص عوام کے ذہنوں کو مسموم کر رہے ہیں اور فروعات کو اصولیات کی جگہ دیدی گئی ان فروعات سے مزید فروعات کی فصل اُگاتے چلے جارہے ہیں بلکہ اصول کا دامن ہی ہاتھ سے چھوڑ چکے ہیں۔

نماز کی اہمیت اور واقفیت حاصل کرنا جس قدر ضروری عام لوگوں کیلئے ہے اس سے کہیں زیادہ ضروری علمائے دین اور اہل تقویٰ کیلئے ہے چونکہ عوام ان کے ذریعہ سے ہی حقیقت معلوم کرسکتے ہیں کیونکہ ریا دنیاداری کے بھیس میں کم آتی ہے یہ دینداری کے جامہ میں زیادہ آتی ہے اور ایسی ایسی پُر فریب شکلوں میں آتی ہے کہ بڑے بڑے حاملان دین اس کے چکمے میں آجاتے ہیں اور بسا اوقات زندگی بھر کی پونجی گنوا بیٹھتے ہیں اس کی ہمت وہی لوگ کرسکتے ہیں جو یا تو بے ریا ہوں یا ریا کہ فتنوں سے واقف ہوں۔ یہ خیال کہ جب ایک ہی طرح کی دُعائیں اور سورتیں ہر نماز میں پڑھی جاتی ہیں اور وہ تو معلوم ہیں تو پھر ان پر ہر روز اور ہر وقت غور کرنے کی کیا ضرورت یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ جب ایک مرتبہ اس کو سمجھ لیا تو یہ کافی ہے جو لوگ یہ بات کہتے ہیں وہ نماز کی اور نماز کی دعاؤں کی حقیقت سے ناواقف ہیں نماز معلومات کے اضافہ کیلئے نہیں پڑھی جاتی بلکہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اپنے عہد کی تجدید، اس سے رہنمائی اور استعانت کی طلب اور توبہ و استغفار کیلئے پڑھی جاتی ہے۔ یہ مقصد آخر بے سمجھے بوجھے الفاظ دہرا دینے سے کس طرح حاصل ہوسکتا ہے جب کہ آدمی کا ذہن اور دماغ حاضر نہ ہو۔ پھر یہ گمان بھی صحیح نہیں ھیکہ نماز میں ایک ہی طرح کی چیزوں کا بار بار اعادہ ہے نماز میں نئے نئے انکشافات بھی ہیں اور ان انکشافات کی کوئی حد نہایت نہیں ہے۔ یہ انکشافات تہجد کی نماز میں ہوتے

ہیں۔ یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ آدمی جب خدا کو بھول جاتا ہے تو خود اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے اسے کچھ یاد نہیں رہتا کہ وہ دنیا میں کیوں آیا ہے؟ اس کو کس نے بھیجا ہے۔ اس دنیا کی حیات چندروزہ کے بعد اس کو کہاں جانا ہے؟ اس کو جو نعمتیں ملی ہیں وہ کس نے بخشی ہیں اور کیوں بخشی ہیں اس کو جو قوتیں اور صلاحیتیں ملی ہیں وہ کس نے دی ہیں اور کیوں دی ہیں یہ اس کے شایان شان بھی ہیں یا نہیں؟ خدا کو بھولتے ہی وہ ان ساری باتوں کو بھول جاتا ہے وہ اپنے نفس کی حقیر خواہشوں کے پیچھے پڑھ کر حیوانات سے بھی نیچے اپنے آپ کو گرادیتا ہے برعکس اس کے جب آدمی خدا کو یاد رکھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بھی یاد رکھتا ہے وہ اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر و قیمت اچھی طرح سمجھتا ہے وہ جانتا ہیکہ میں خدا کا خلیفہ ہوں وہ باخبر ہوتا ہیکہ میں اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کے لحاظ سے مسجود ملائیکہ ہوں اس پر یہ حقیقت واضح رہتی ہیکہ اس حیات چندروزہ کے امتحان میں اگر کامیاب ہوگیا تو ایک ابدی لازوال خوشیوں اور مسرتوں کا حقدار بننے والا ہوں۔ یہ چیز اس کو اپنی زندگی کے سارے معاملات میں نہایت بیدار بنادیتی ہے وہ اپنی ایک ایک چیز کو اپنے رب کی امانت سمجھتا ہے اور اسی حیثیت سے اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔

لباس: اسلام نے لباس کے بارے میں چند اخلاقی نوعیت کی حدیں مقرر کردیں ہیں مثلاً یہ کہ لباس ساتر ہو مرد مسرفانہ لباس مثلاً ریشم کا استعمال نہ کریں۔ لباس سے شہداپن اور غنڈہ پن کا اظہار نہ ہو۔ تہبند یا شلوار زمین پر گھسٹتی ہوئی نہ ہو، عورتیں مردوں کے جیسا، یا مرد عورتوں جیسا لباس نہ پہنے۔ بس اس طرح کی چند شرطیں عائد کرکے ہمیں آزاد چھوڑ دیا کہ ہم جس طرح کے کپڑے چاہیں ایجاد کریں۔ جس طرح کے چاہیں سلوائیں، اور جس ڈھپ سے چاہیں صاف سُتھرا لباس پہنیں۔ ان سارے اُمور کا انحصار ہمارے ملک کی آب وہوا، ہماری قومی روایات، ہمارے فطری ذوق آرائش اور ہماری قابلیت اختراع وایجاد پر ہے مذہب ان چیزوں میں دخل نہیں دیتا۔

وضو: طہارت بغیر وضو نہیں ہوتا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت کو نصف ایمان قرار دیا ہے اور اس کی معقول وجوہ ہیں۔ اسلام بنی نوع انسان کی دنیاوی زندگی اور حیات بعداز موت میں بہبود اور بھلائی کا خواہاں ہے۔ چنانچہ اس مذہب کے پیروکاروں کیلئے ایسے احکام صادر کرنے چاہیں جو ان کی جسمانی اور روحانی صحت

کیلئے مفید ہوں۔ بظاہر دنیاوی احکام میں بھی اخروی بہتری کا پہلو ہونا چاہئے اور کوئی بظاہر دینی کام دنیاوی فائدے سے یکسر عاری نہیں ہونا چاہیئے۔ وضو کا مقصد انسان کے جسم اور لباس کی طہارت ہے جس کی طبی اور معاشرتی اہمیت کو اُجاگر کرنے کی ضرورت نہیں مگر اس کی علامتی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیئے وضو میں انسان پہلے ہاتھ دھوتا ہے، کلی کرتا ہے، ناک صاف کرتا ہے، چہرہ دھوتا ہے اور پھر بازو، سر، کان اور اخر میں پاؤں دھوتا ہے۔ ہمارے یہ تمام اعضاء کس گناہ یا جُرم کے ارتکاب کا ذریعہ بنتے ہیں، جماع، تحریر و تقریر، سونگھنا، اپنے چہرے سے کسی پر ناجائز دباؤ ڈالنا، زدوکوب کرنا، سونچھ بچار، سماعت اور غیر قانونی آمدورفت یہ وہ بڑے بڑے فعل ہیں جن کا ہم اپنے ان اعضاء کے ذریعہ ارتکاب کرتے ہیں۔ ان اعضاء کو دھونے کا مطلب ماضی کے سہو پر معذرت اور اللہ کے فضل وکرم سے مستقبل میں ایسے سہو کے ارتکاب سے بچنے کا عزم ہے اگر یہ معذرت اور پھر عزم نصف ایمان ہے تو باقی نصف اس عزم پر استقامت اور ماضی کے سہو سے پہونچنے والے نقصان کی ممکن حد تک تلافی ہے۔

کوئی شئے بھی ایسی نہیں جو اس کی حمد وثنا نہ کرتی ہو۔ ستارے، کوہ وجبل، اشجار، جانور، پرندے جو قطاروں میں پرواز کرتے ہیں۔ گھٹتے بڑھتے سائے اور پانی جس سے طہارت، غسل اور وضو کیا جاتا ہے۔ جمادات حیوانات اور نباتات مسلمانوں کی نماز پہاڑوں کی طرح استقامت سے ایستادہ رہنے (جمادات) جانوروں کی طرح رکوع میں جھکنے (حیوانات) اور نباتات کی طرح، جن کے مُنہ اور جڑیں ہوتی ہیں، سجدہ ریزی پر مشتمل ہے۔ نماز میں باآواز بلند اللہ اکبر مختلف رکعتوں میں ایک ہی عمل ستاروں کی گردش کی مانند دُہرایا جاتا ہے۔ مختلف رکعتیں سائے کی طرح بڑھتی اور گھٹتی ہیں۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس مسلمانوں کی نماز کائنات میں موجود ہر چیز کی عبادتوں کا حسین امتزاج ہے اور یوں تمام کائنات کے طریق عبادت کو اسلام کے خصوصی طریق کار میں سمو دیا گیا ہے، کوئی شخص نماز کا اس کے تمام شرائط وآداب کے ساتھ اہتمام کرے اور اس کے دل پر غفلت کا میل کچیل باقی نہ رہ سکے۔ نفس انسانی پر اس کا جو اثر پڑتا ہے اور یہ جس طرح آدمی کو پائیدار اور بیدار رکھتی ہے اس کی حقیقت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں نہایت عمدہ تمثیل کے ذریعہ سے سمجھا دی ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہیکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سُنا کہ بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ نہاتا ہو تو کیا ایسے شخص پر میل کچیل کا کوئی

اثر باقی رہے گا آپ ؐ نے فرمایا یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے ان کے ذریعہ سے بھی اللہ تعالےٰ بندے کے گناہوں کو دھوتا رہتا ہے۔ پانچ وقت کی نماز ہم سب پڑھتے ہیں لیکن روزانہ پانچ دفعہ اس نہر میں غسل کرنے کے باوجود بالعموم ہماری روحانی اور اخلاقی گندگیاں ویسی کی ویسی ہی رہ جاتی ہیں جیسی غسل سے پہلے تھیں، اور اللہ سے ملاقات اور بات چیت کرنے اور اس کے سامنے اپنی فقیری اور محتاجی، شکر اور محبت اور عجز و تذلل کے اظہار کے باوجود ہمیں اس سے کچھ تقرب حاصل نہیں ہوتا۔ اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے؟ حالانکہ نماز خود ہی تقرب ہے اور قرب الٰہی کے حصول کا یقینی نسخہ۔

نماز کو ایک بے روح رسم کے بجائے اپنے رب سے ملاقات اور گفتگو میں بدلنے کی کوشش کریں اس کیلئے توجہ درکار ہے اس کیلئے جو لفظ یا کلمہ زبان سے کہیں، اس کے معنی ساتھ ساتھ دل میں دہرائیں۔ اللہ میرے سامنے ہے، جو میں کر رہا ہوں یا کہہ رہا ہوں، اسے وہ سن رہا ہے، دیکھ رہا ہے۔ اپنی غلامی اور تذلل کی جسمانی وضع پر نگاہ اور تصور جمادیں کہ اللہ میری اس وضع کو دیکھ رہا ہے۔ میں اللہ سے ملاقات اور بات چیت کر رہا ہوں۔ یہ میری آخری نماز ہو سکتی ہے۔ میری یہ نماز آخرت میں اللہ کے سامنے پیش کی جائے گی، اپنے اختیار سے کوئی ایسی چیز نہ کروں کہ یہ قبول نہ ہو۔

وضو میں ہاتھ دھوتے وقت دل میں یہ خیال کریں اور پوری توجہ و انہماک کے ساتھ یہ تصور رہے کہ میرے اللہ، میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دینا، اور میرا حساب آسان کرنا۔ میرے اللہ، میرا اعمال نامہ میرے بائیں ہاتھ میں نہ دینا۔

کلی کرتے ہوئے میرے اللہ تیری کتاب کی تلاوت اور تجھے کثرت سے یاد رکھنے اور کلام پاک کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے میں میری مدد کر ناک میں پانی دیتے ہوئے میرے اللہ میں تجھ سے دوزخ کی بدبو سے پناہ مانگتا ہوں، مجھے جنت کی خوشبو عطا کر منہ دھوتے ہوئے میرے اللہ، جس دن منہ روشن ہوں گے میرا منہ اپنے نور سے روشن کر جس دن منہ کالے ہوں گے۔ میرا منہ کالا نہ کر سر کا مسح کرتے ہوئے میرے اللہ جس دن تیرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ مجھے اپنے عرش کے تلے سایہ دے اور پاؤں دھوتے ہوئے میرے اللہ میرے قدم جمادے جس دن پاؤں پھسل رہے ہوں گے۔

اذان: اذان دعوت اور اعلان ہے اللہ تعالےٰ ذوالجلال والاکرام کی طرف سے جو قہار و جبار ہے رحیم و کریم ہے اذان کی دعوت کا اعلان دن بھر میں پانچ مرتبہ مساجد سے کیا جاتا ہے اس اعلان اور دعوت عام کی طرف بہت کم لوگ توجہ دیتے اور نماز کیلئے مسجد میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور قہر خداوندی سے لرزتے ہیں اور اس دعوت کو صرف پابندی سے نماز پڑھنے والوں ہی کیلئے خاص تصور کرتے ہیں۔ یا غفلت ولا پرواہی سے گپ شپ اور دنیاوی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی شادی بیاہ کی دعوت، چہلم، دسواں برسی، نذر و نیاز کی دعوت ہو تو اول وقت پہنچ جاتے ہیں تاکہ دعوت دینے والے کو خوش رکھے اور ثواب سے بھی نوازتے رہیں۔ دعوت دینے والا اگر کسی شخص کو بھول جائے تو اُس سے ناراض ہو کر شکوے شکایت کا دفتر کھول کر رکھ دیتے ہیں دعوت دینے والا معذرت کرتا ہے کہ بھائی یقیناً مجھ سے بھول ہوگئی تھی تب کہیں جاکر صلح صفائی ہوتی ہے اور اگر دعوت میں سے کوئی شخص غیر حاضر رہے تو فوراً تنبیہ کے انداز میں سنت رسول کا خیال آجاتا ہے کہ تم نے دعوت میں شریک نہ رہ کر سنت رسولؐ سے انحراف کیا ہے۔ اس کے برعکس اللہ کی دعوت اذان پر نماز کیلئے لبیک کہنے کا جذبہ ماند پڑتا چلا جارہا ہے اور اللہ تعالےٰ اور اُس کے فرشتوں اور مومنین کی ناراضگی کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ جواب دیا جائے گا کہ ہم نماز کے منکر تو نہیں جو کفر ہے، کبھی نہ کبھی وقت نکال کر نماز پڑھ بھی لیں گے گویا اللہ تعالےٰ پر احسان کر رہے ہیں کہ جمعہ کے جمعہ یا پھر عیدین کی تو ضرور پڑھ لیں گے تاکہ مسلمانوں کے رجسٹر میں نام درج رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ذہن کے کسی کونے میں یہ خیال بھی پرورش پاتا رہتا ہے کہ "نماز" کو قائم کرنے کا حکم ہے کسی نہ کسی نے تو نماز قائم کرلی ہے اور ہم مسجد میں جھانک کر دیکھ چکے ہیں کہ نماز قائم ہو چکی ہے چلو ہم تو اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئے، گویا یہ نماز تو فرض کفایہ تھی کچھ لوگوں نے نماز پڑھ کر اس کا حق ادا کر دیا ہم تو سراسر عشق رسولؐ میں ڈوبے ہوئے اور بخشے بخشائے ہوئے ہیں عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہو کو عیسائیوں کیلئے کفارہ بن گئے تمام عیسائی گناہ کر کے بھی مفت میں جنت کے حقدار اور یہودی تو اس زعم میں مبتلا ہیں کہ ہم تو انبیاء کی اولاد ہیں جنت تو ہماری میراث ہے۔ عشق رسولؐ کا جذبہ ہی اصل ہے اتباع رسولؐ کی کوئی ضرورت نہیں اتباع تو وہ کریں جن کو رسول اللہؐ کی شفاعت پر بھروسہ نہیں رسول اللہؐ تو ضرور ہماری سفارش کر کے بخشوا ہی لیں گے ہم کلمہ گو ہیں اور ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ

دوزخ میں میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا   کیونکہ رسولؐ پاک سے دیکھا نہ جائے گا

آج اگر ہم مسلمانوں کا جائزہ لیں تو ان کے اندر عظیم اکثریت ایسے ہی لوگوں کی نکلے گی جو یا تو نبی کریم ﷺ پر ایمان کا دعوی کرتے ہیں۔ لیکن ایمان کے ساتھ اطاعت موجود نہیں ہے یا محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اتباع سنت نہیں ہے۔ اطاعت اور اتباع کی جگہ اپنے جی سے چند چیزیں ایجاد کر لیں ہیں۔ کچھ میلاد کی مجلسیں منعقد کر دیتے ہیں، کچھ دیگیں پکوا کر تقسیم کر دیتے ہیں، پکوان میں پیش پیش یہاں دعوت دینے کی بھی ضرورت نہیں صرف ایصال ثواب، کار خیر کا جذبہ ہوتا ہے اسی میں نمازیں بھی ضائع کر دیتے ہیں اذان ہوتی اُسی مسجد میں ہے جہاں پکوان کا انتظام ہے مگر اذان کا اور نماز کا احساس بھی نہیں ہوتا، کچھ نعرے لگوا دیتے ہیں۔ ایک آدھ جلوس نکلوا دیتے ہیں۔ بس اس طرح کی کچھ باتیں ہیں جن سے ان کا ایمان اور ان کی محبت رسولؐ عبارت ہے، ان میں ایسے کتنے اشخاص مل جائینگے جنہوں نے مدت العمر نماز نہیں پڑھی لیکن مجلسیں اور قوالی کی محفلیں کئی بار منعقد کرتے ہیں۔ مال رکھتے ہوئے زکوۃ ادا کرنے کی کبھی توفیق نہیں ہوئی کبھی اس بات کی توفیق نہیں ہوتی کہ اللہ کی کتاب اور رسولؐ اللہ کی اطاعت میں اذان کی آواز سُن کر نماز کیلئے مسجد کا رُخ کریں اور اپنی زندگیوں کا جائزہ لیکر ان کو درست کرنے کی کوشش کریں۔ وہ اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے عشق میں ہر وقت سرشار ظاہر کرتے ہیں اور نعتیہ اشعار ہی پڑھ کر یا سن کر ان پر وارفتگی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ حالت ہمارے کسی ایک طبقہ ہی کی نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے اکثر طبقے اسی قسم کی محبت رسولؐ کے دعویدار ہیں اور اگر کچھ لوگ اتباع سنت کا دعوی بھی کرتے ہیں تو ان کا حال یہ ھیکہ ان کے نزدیک تمام سنت جن چند اختلافی مسائل کے اندر سمٹ آئی ہے۔ بس ان ہی چند چیزوں پر ان کا سارا زور صرف ہوتا ہے گو یا نبی ﷺ کی بعثت صرف ان ہی چند مسائل کی تعلیم کیلئے ہوئی تھی۔ نمازوں سے غفلت بھی ان مسائل کا اختلاف ہے اور اذان بھی ایک رسم بن گئی جسے سن کر لوگ مسجدوں میں انے سے کترانے لگے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہمارا ایمانی تعلق اس وقت تک استوار نہیں ہو سکتا جب تک اس ایمان کی بنیاد اطاعت، اتباع اور محبت پر نہ ہو۔ اطاعت بلا محبت کے نفاق، اور محبت بلا اطاعت و اتباع کے اللہ تعالےٰ کو پسند اور مطلوب نہیں۔ اللہ تعالےٰ کو معیار پسند ہے مقدار نہیں۔ اذان کی آواز سُن کر جماعت میں شریک نہ ہو

نے والوں کیلئے رسولؐ اللہ کی وعید ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو لوگ بغیر کسی حیلہ و عذر کے نماز جماعت میں شریک نہ ہوتے ہوں تو میرا جی چاہتا ھیکہ اُن کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

اذان کی افادیت اور مقاصد: اذان توحید کی حقانیت اور ردشرکیات کا بہترین اعلان ہے اس سے شرک جلی اور خفی کے تمام بُت پاش پاش ہو جاتے ہیں اور علمائے سوء کی غلط اور بے جا تاویلات کی دھجیاں بکھیر جاتی ہیں۔ اذان کی ابتداء اللہ تعالےٰ کی کبریائی اور توحید کی صدا ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔

انسان کے بڑے اُس کے والدین، اُستاد اور دیگر بزرگ لوگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جو بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت نہ کریں وہ ہم میں سے نہیں ہے'' والدین اور بزرگوں سے بڑے شہداء اور صالحین ہیں اس سے بڑے انبیاء اکرامؑ ہیں اور ان سب سے بڑا اللہ رب العزت ہے۔ اللہ کی بڑائی و بزرگی میں اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی بڑا نہیں ہے۔ اُسکی ذات و صفات بہت بلند و اعلی ہیں۔ وہ حاضر و ناظر، عالم الغیبِ نافع و ضار ہے مشکل کُشائی، دستگیری سب اُسی کی صفات ہیں اُس کی ذات و صفات میں کسی غیر اللہ کو شریک کرنا شرک ہے اور شرک ظلم عظیم اور نا قابل معافی گناہ ہے۔ وہ اگر نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا اور وہ نفع پہنچانا چاہے تو ساری مخلوق مل کر بھی نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔ ذاتی و عطائی کی خود ساختہ تقسیم یکدم غلط ہے سب کچھ اُسی کی عطا کردہ ہے اور اُس کے اذن کے بغیر کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آنکھ، ناک۔ کان اور انسان کی تمام تر صلاحیتیں اُسی اللہ واحد کی عطا کردہ ہیں۔ اس سے استفادہ کرنا محدود ہے۔ انسان کی نظر ایک خاص حد تک ہے اللہ تعالےٰ کی نظر لامحدود اور بڑی گہری ہے، کالی اندھیری رات میں کالی چیونٹی کو بھی وہ دیکھ لیتا ہے۔ آن واحد میں تمام مخلوقات کی پکار کو سننا اُسی کی صفت ہے۔ وہ انسان کی ہر زبان چاہے وہ اُردو، انگریزی، کنڑی مرہٹی وغیرہ ہو سب کو جانتا سنتا اور سمجھ سکتا ہے، گونگے کی زبان اور دل کی بات بھی وہی جان لیتا ہے۔ کوئی نزدیک سے پکارے یا دور سے کوئی فرق نہیں پڑتا غیر اللہ میں ان صفات کا ماننا شرک ہے، مخلوق پر مشکلیں آئی ہیں وہ مشکل کشا نہیں حاجت براری کرنا اُسی کا کام ہے، دستگیری کرنا اُسی کی صفت ہے۔ وہ ایسا بڑا ہے کہ وہی غوث الاعظم وہی مشکل کشا وہی حاجت روا، استعانت اور مدد صرف اُسی سے طلب کی جائے، رزق میں کشادگی اولاد کا دینا یا نہ دینا، لڑکا دینا یا لڑکی دینا یہ سب کچھ اُسی کے اختیار میں

میں ہے۔ وہ مختارِ کُل ہے، نذر نیاز ،قربانی سب اُسی سب سے بڑے کیلئے ہی خاص ہے اُس کے راضی رکھنے اورخوش رکھنے کیلئے اُس کے حکم اوراذن کے بغیر کوئی قربانی، نذر نیاز قابل قبول نہیں بلکہ قابل مذمت ہے اُس کا حکم اوراذن اُس کے انبیاء کرامؑ کے ذریعہ معلوم ہوسکتا ہے انبیاء کے متبعین اور صحابہ کے تعامل سے یہ بات پایۂ ثبوت کوپہنچ جاتی ہے کہ یہ نذرونیاز اللہ کوراضی رکھنے کیلئے ہے یا نہیں؟ مخلوق کوراضی رکھنے کی اورخوش کرنے کی کوئی بھی نذرونیاز اللہ تعالےٰ کے پاس معتبر نہیں ،کارخیر ثواب دارین کے خوبصورت الفاظ اللہ اور رسولؐ کے قول وفعل اورتعامل صحابہؓ کے خلاف ہوں تو اُس پر ثواب نہیں عتاب نازل ہوتا ہے اورروزحشر اُس کے متعلق باز پرس ہوگی بلکہ حکم خداوندی کے خلاف جو بھی نذرونیاز ہووہ اسراف اورفضول خرچی میں شمار ہوگی اورفضول خرچ کرنے والا شیطان کا بھائی کہلائیگا۔

خدا کو بڑا ماننے کیلئے یہ کافی نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ مان لے کہ خدا ہے اور بہت بڑا ہے بلکہ اس کو اس کی صفات اوراس کے حقوق کے ساتھ ماننا ضروری ہے، اگر کوئی شخص خدا کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کی بدیہی اور لازمی صفات یا ان سے عاید شدہ حقوق اور لوازم کا منکر ہے تو وہ اپنے اقرار کے باوجود مومن نہیں۔ خدا کی میزان میں اس کے اس اقرار کا کوئی وزن نہیں ہے۔ خدا کسی کے ماننے کا محتاج نہیں ہے بلکہ لوگ اس کے ماننے کے محتاج ہیں اور یہ چیز اس کو صحیح طور پر ماننے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے تین مقامات بیت المقدس، مسجد نبوی اور مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر خاص اہتمام کیساتھ نہیں جانا چاہئیے اس ممانعت کی طرف کسی کا دھیان نہیں اس کے برخلاف مساجد سے دن میں پانچ مرتبہ اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا کانوں کو مانوس نہیں کرتی بلکہ بے بسی کا یہ عالم ھیکہ گپ شپ اور دیگر اُمور میں اس درجہ انہماک ھیکہ ''اللہ سب سے بڑا ہے'' کے یہ الفاظ بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں جو الفاظ پر لبیک کہتے بھی ہیں تو ان الفاظ کی گہرائی پر غور وفکر کرنیکی توفیق نہیں ہوتی اللہ سے بھی بڑے کچھ اور مخلوق کا تصور نادانستہ ہی دل ودماغ پر ہمیشہ مسلط رہتا ہے۔

اشھد ان لا الہ الااللہ ، اشھد ان لا الہ الا اللہ میں گواہی اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں عبادت کے لائق نہیں۔ گواہی اور شہادت دینا اس بات کی کہ اللہ کہ سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ لوگ اس کلمہ کی اگر، مگر ولیکن اور دوسرے غلط تاویلات سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ گواہی تو چشم دید

ہی قابل قبول ہے کسی نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا ہی نہیں اور بغیر دیکھے کی گواہی کیسے معتبر ثابت ہوگی بلکہ کچھ لوگ تو یہ تک کہتے ہیں کہ ہمارے بڑے بزرگ پیرومرشد اللہ تعالےٰ کو دیکھ چکے ہیں اور وہ فنافی اللہ کے مقام ومرتبہ پر پہنچ چکے ہیں ہم لوگ اُن حضرات کے دیکھنے اور فنافی اللہ ہونے کی بنیاد پر یہ گواہی دیتے ہیں اور جو لوگ ان مرشدین کے پیرو نہیں ہیں وہ اللہ کو دیکھ نہیں سکتے۔ اس کا ثبوت کہاں ہے جسے نہ اللہ نے اور نہ اللہ کے رسولؐ نے بتلایا یا یہ بات صحابہؓ تک کو سمجھ میں نہیں آئی۔

جہاں تک اس رب جلیل کو دیکھنے کا تعلق ہے یہ پوری کائنات سورج اور چاند کا اپنے وقت پر نکلنا اورغروب ہونا، نباتات وجمادات، اللہ کی کروڑوں مخلوق جس کا صحیح علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا خود انسان کے اپنی اندرونی اور بیرونی ساخت اس کی اپنی پیدائش اور موت، انسانی جسم کی تمام تر مشنری اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اللہ ہے اور وہی عبادت کے لائق بھی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ کا یہ حکم بھی قرآن مجید میں موجود ہے کہ بغیر کسی شک وشبہ کے کہد واللہ احد اور یہ شہادت اور گواہی غیب پر ایمان لانا ہے جس میں توحید، رسالت اور آخرت کا عقیدہ موجود ہے۔ ابوجہل، ابولہب، مشرکین مکہ سب اچھی طرح سے **اشھدن لا الہ الا للہ** کی معنویت سے واقف تھے اللہ کے سوا کسی کی عبادت سے ان کے معبودان باطل کی نفی ہوتی تھی اور ان کے خودساختہ اور آباواجداد کے عقیدہ پرضرب پڑتی تھی اسلئے اس کی مخالفت بھی بڑے زور وشور سے کرتے رہے۔ وہ اللہ کو مانتے تو تھے اس کے ساتھ ساتھ اپنے معبودوں کو بھی اللہ کے پاس سفارشی سمجھتے تھے، راست اللہ تک ہماری گذارشات، نذرونیاز پہنچنا محال ہے ان سفارشیوں کے ذریعہ اور وسیلے سے اللہ تعالےٰ تک ہماری معروضات پہنچ جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو خوش اور راضی اور ہماری مرادیں پوری کرانے کیلئے ان سفارشیوں کو راضی رکھنا ضروری ہے یہ اگر ناراض ہوجائیگے اور ہماری بگڑی کا سنورنا مشکل ہوجائیگا اور محمد ﷺ ہم کو ہمارے آبائی عقیدہ، ہمارے سفارشیوں کے خلاف یک نیا دین پیش کرکے ہم کو گمراہ کرنیکی کوشش کررہے ہیں ہم ان کی اس کوشش میں کامیاب ہونے نہیں دینگے۔ مشرکین مکہ اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں کعبہ کے متولی ہم ہیں اُنہوں نے اپنے کو ابراہیمؑ علیہ السلام سے اگرچہ منسوب کررکھا تھا ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھتے تھے مشرکین مکہ کی نماز تالی بجانا اور سیٹی بجانا تھی وہ قربانی کرتے تھے اللہ تعالےٰ کے ساتھ ساتھ اپنے معبودوں کے نام کی قربانی بھی کرتے تھے اور اسے اللہ کے تقرب کی علامت سمجھتے تھے۔ الہ کے معنی

معبود کے ہیں۔اسی پر الف لام تعریف کا داخل کر کے لفظ ''اللہ'' اللہ تعالےٰ کیلئے بطور اسم ذات استعمال ہوا۔یہ توحید ہی سب سے بڑی اور سب سے پہلی چیز ہے جو ملت ابراہیمؑ کی وراثت کی حیثیت سے اس اُمت مسلمہ کی طرف منتقل ہوئی۔اس میں اگر کوئی رخنہ پیدا ہو جائے تو یہ بنیادی رخنہ ہے جس سے شیطان کو پورے دین میں رخنہ اندازی کیلئے راہ مل جاتی ہے۔شرک کے اسباب و محرکات میں سے ایک بہت بڑا سبب اللہ کے ہر قسم کے شغل وعمل اور ہر نوع کے تعلق سے کسی اور کو ارفع و بالاتر ہونے کا غلط تصور ہے۔

اشھدان محمد الرسول اللہ : اشھدان محمد الرسول اللہ ۔میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسولؐ ہیں۔اس گواہی پر تو بہت کچھ کہا گیا ہے ایک یہ محمد کو دیکھے بغیر گواہی کیسے دی جائے یہ بھی دوسروں کے دیکھنے پر منحصر ہے اور فنافی رسول اللہ ﷺ پر موقوف ہے دوسرے یہ کہ محمد ﷺ زندہ اور ہمارے سامنے موجود ہیں ورنہ اسکی کیا ضرورت تھی کہ یہاں رسولؐ ہیں کہا گیا ہے رسولؐ تھے نہیں کہا گیا ہے یہ رسولؐ ہیں ختم نبوت پر حجت ہے سابقین میں جتنے بھی انبیاء گذرے ہیں اُن کیلئے نبی تھے یا رسولؐ تھے ہی کہا گیا ہے یعنی اُن کی نبوت پر ایمان لانے والوں نے شریعت میں اپنی من مانی کی اور اُن کتابوں کو بدل ڈالا مگر جس نبیؐ آخر پر یہ کلام پاک کا نزول ہوا ہے یہ کلام پاک اور نبوت قیامت تک کیلئے ہے دیگر انبیاء کیلئے تھے اور محمد ﷺ کیلئے ہیں ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے محمد ﷺ کی اتباع قیامت تک کیلئے تمام مومنین کیلئے ضروری ہے آپؐ کی اتباع کے علاوہ کسی اور کی اتباع ختم نبوت کا انکار کرنا ہے آپؐ کی شریعت میں کمی محسوس کرنا ہے اور یہ گواہی محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں کے خلاف ہے۔عام فہم زبان میں جب کسی سے دریافت کیا جاتا ہے کہ تمھارے والد کا کیا نام ہے والد کے انتقال ہونے یا زندہ ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی اور اگر کسی کے سوتیلے والد بھی ہوں تو ضرور پوچھا جاتا ھیکہ تمھارے سگے والد کا کیا نام تھا اور سوتیلے والد کا کیا نام ہے مگر ولدیت کا جہاں تک سوال ہے حقیقی والد سے ہی نسبت ہوتی ہے۔رسول اللہ ﷺ اُمت کے روحانی باپ ہیں جو آپؐ کی اتباع کرتا ہے وہ آپؐ کی روحانی اولاد میں شامل کیا جائیگا اور جو آپؐ کی اتباع نہیں کرتا اُس کا آپؐ سے کیا تعلق حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جب طوفان نوح میں ڈوب رہا تھا تو حضرت نوحؑ نے اللہ تعالےٰ سے گذارش کی کہ اے اللہ یہ میرا بیٹا ہے اللہ تعالےٰ نے جواب دیا جو آپ کا حکم نہ مانے وہ آپ کے اہل میں سے نہیں آپ کا بیٹا نہیں جو آپ کی اطاعت و اتباع کرے وہی آپ کی اولاد ہے۔سب جانتے اور مانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ترسٹھ

سال ۴۰ نبوت سے پہلے اور ۲۳ سال نبوت کے بعد اس عالم فانی میں قیام فرما کر ربیع الاول کے مہینے میں ''کل من علیھا فان'' اور ''کل نفس ذائقتہ الموت'' کے عام قانون کے مطابق داعی اجل کو لبیک کہا اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔اس وقت اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کی شدت کا یہ عالم تھا کہ کہتے تھے کہ جو یہ کہے کہ حضورؐ کی وفات ہو گئی میں اس کا سر قلم کردوں گا اور تب صدیق اکبرؓ نے اپنے کو سنبھال کے اور سب لوگوں کو جمع کر کے مسجد نبوی میں خطبہ دیا جس میں پوری صدیقی شان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی وفات کا واشگاف اعلان کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔تم میں سے جو کوئی محمد الرسول اللہ ﷺ کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ تو وفات پا گئے اور جو کوئی اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالےٰ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی اور اُس کے بعد سب سے بڑے صدیق صدیق اکبرؓ نے قرآن مجید کی آل عمران کی یہ آیت بھی تلاوت فرمائی۔ترجمہ : اور محمدؐ تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ دشمنوں کے ہاتھ شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاوں پھر جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پاوں پھرے گا تو وہ اللہ تعالےٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور شکر کرنے والے بندوں کو اللہ تعالےٰ یقیناً اچھا بدلہ دے گا۔اس خطبہ کے بعد صحابہ کرامؓ اس مسئلہ میں یکسو ہو گئے اور ابو بکر صدیقؓ خلیفہ نے ایک خاص ترتیب سے آپؐ کی نماز جنازہ پڑھی بغیر کسی کو امام بنائے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جیسے آپؐ زندگی میں امام تھے اس طرح بعد وفات بھی امام ہیں۔

جس طرح اس دنیا سے جانے کے بعد شہدا کو ایک خاص طرح کی حیات حاصل ہو جاتی ہے اور وہ عرش کے نیچے اُن کی روحیں قندیلوں میں ہیں اپنی قبروں میں نہیں ہیں جہاں چاہیں سیر کرتے ہیں اس دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتے اُنکی یہ خواہش ہوتی ھیکہ ان کا یہ مقام اور مرتبہ عام مسلمانوں کو معلوم ہو جائے اور جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہو کر یہ مرتبہ حاصل کرلیں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو بتلا دیا کہ وہ بھی دین اسلام کیلئے اپنی جانیں قربان کریں اور جنت کے حقدار بننے سے پہلے عرش تلے وہ بلند مقام حاصل کرلیں جو ان کیلئے خاص کیا گیا ہے۔جس میں وہ دوسرے مومنین سے ممتاز ہو جائیں جس کی بناء پر قرآن مجید میں ان کو ''احیاء'' کہا گیا ہے اور یہ ظاہر ھیکہ حضرات انبیاء علیہ السلام ان شہداء سے افضل ہیں اور بدر جہا افضل ہیں یقیناً ان کا انجام شہداء کرام سے خوشتر اور بلند ہے اور اسی لئے اس دنیا سے جانے کے بعد ان کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ اور

اقوٰی ہے۔ یہ بات صریح نصوص وبینات اور اجماع صحابہؓ اجماع اُمت سے ثابت ہے۔

اصل چیز جس کی اہمیت ہے وہ اتباع رسولؐ ہے اُس کے بغیر اس بات کی گواہی دینا کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں کوئی حقیقت نہیں رکھتی حب رسولؐ کے ساتھ اتباع رسولؐ بہت ضروری ہے جس کے بغیر کوئی شخص مومن کہلا ہی نہیں سکتا صرف زبانی اقرار سے کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

حی علی الصلواۃ ، حیّ علی الصلواۃ : آؤ نماز کیلیئے، آؤ نماز کیلیئے؛ نماز کیلیئے آنے کا حکم ہے اسلیئے کہ مومن اور کافر میں فرق نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے میں ہے۔ انسان کو زندہ رہنے کیلیئے کھانا ضروری ہے اور ایمان کو زندہ رکھنے کیلیئے نماز پڑھنا ضروری ہے۔ نماز کیلیئے آنے کا اعلان اسلیئے کیا جارہا ہے کہ انبیاء کرامؑ نماز پڑھا کرتے تھے نبوت وہبی چیز ہے کوئی بھی آدمی اپنی مرضی اور محنت سے نبی نہیں بن سکتا کسبی چیزوں سے اور کچھ بن جائے تو بن جائے صالحین اور شہداء نماز کے ذریعہ سے اُس منزل پر پہنچے اور کوئی شخص بغیر نماز کے یہ دعوی نہیں کرسکتا کہ وہ بھی کچھ ہے مسجد زینہ ہے توشہ آخرت کا آخرت میں کامیابی کا دارومدار نماز پر ہے اور روز محشر سب سے پہلے نماز کے متعلق ہی پوچھا جائیگا باقی اعمال کا حساب بعد میں کیا جائیگا نام نہاد اہل قرآن پہلے تو نماز کا ہی انکار کرتے ہیں پھر سوال کرتے ہیں کہ اذان قرآن مجید میں کہاں ہے وہ اگر اذان کے کلمات پر ہی غور وفکر کرتے تو یہ نوبت نہیں آتی اور جو نام کے مسلمان ہیں وہ دین اسلام سے ہی ناواقف ہیں وہ اذان کے کلمات پر کیا غور کریں گے وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ نمازیوں کیلیئے اذان ہوئی ہے اذان کے احترام میں کچھ دیر خاموش رہ لینگے پھر وہی اپنی پُرانی ڈگر۔

نماز مومن کی معراج ہے دن میں پانچ مرتبہ جو کوئی نماز ادا کرتا ہے گویا وہ اللہ سے ہم کلام ہے اپنی معروضات، گذارشات، مشکلیں اللہ کے حضور پیش کرتا ہے اور مرادیں حاصل کرلیتا ہے۔ سورۂ جمعہ میں اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ جب نماز کیلیئے اذان دی جائے تو اپنے تمام کاروبار، مصروفیات چھوڑ کر مسجد کی طرف نماز کیلیئے آجاؤ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین پر پھیل جاؤ اپنی روزی روٹی کیلیئے نماز کیلیئے دعوت عام کے اعلان کے باوجود نام نہاد اہل قرآن اور نام کے مسلمان کہلانے والے مسلمان کیا؟ سونچ بچار سے کام نہیں لیتے۔

آؤ مسجد میں نماز کیلیئے مساجد اللہ کا گھر ہیں یہ کسی کی اجارہ داری نہیں مسلکی تعصب کی وجہ سے لوگوں نے مسجدوں کو الگ الگ کرلیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو فروعی مسائل کی بناء پر اُمت میں کوئی اختلاف نہ ہوتا رفع یدین کرنے یا نہ کرنے سے نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا لہذا ان جزوی اختلاف میں پڑھنا شدت اختیار کرنا دانشمندی نہیں لوگ نماز سے ہی متنفر ہوسکتے ہیں۔ مساجد کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے سب سے زیادہ ظالم وہ مدعیان ہدایت وتقوٰی ہیں جو اللہ کی مسجدوں سے اللہ کا ذکر کرنے والوں کو روکیں اور ان مساجد کی بربادی کے درپے ہوں جو گھر خدا کی عبادت کیلیئے تعمیر ہوا ہے۔ وہ خدا کا گھر ہے کسی کیلیئے زیبا نہیں ہے کہ وہ خدا کے گھر میں اس کی تخریب کی جسارت کے ساتھ داخل ہوں جو لوگ اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کی نسبت فرمایا گیا ھیکہ ان کیلیئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم ہے یہ مقام ان مسلمانوں کیلیئے خاص طور پر قابل غور ہے جو محض گروہی تعصّبات کے تحت اپنے سے ذرا مختلف مسلک رکھنے والوں کو اپنی مساجد سے روکتے ہیں اور بعض اوقات دوسرے مسلک رکھنے والوں کی مساجد کی بے حرمتی کرنے کی جسارت بھی کر گزرتے ہیں۔

آؤ مساجد کی طرف نماز کیلیئے تم میں اتفاق واتحاد پیدا ہوگا اور اللہ کی رسی یعنی قرآن وسنت پر جم جانے کی توفیق ہوگی، مساوات کا درس دینے اور مساوات اختیار کرنے والے بن جاؤ گے، صف درست رکھتے ہوئے جہاد کا جذبہ اُجاگر ہوگا جو جذبہ جہاد سے عاری ہیں وہ سُستی کرتے ہوئے حیّ علی الصلوۃ کے انتظار میں ادھر اُدھر منتشر رہنگے اللہ اکبر کی صدا تمھیں اللہ کے حضور صف بستہ ہونے کی دعوت دی جارہی ہے۔

حی علیٰ الفلاح ، حی علیٰ الفلاح : آؤ فلاح اور نجات پانے کیلیئے، آؤ فلاح اور نجات پانے کیلیئے فلاح اور نجات مسجد میں ہے۔ سینما گھروں میں نہیں، کلبوں میں نہیں، عرسوں اور قوالیوں میں فلاح نہیں، فضول گپ شپ میں فلاح نہیں فلاح صرف مسجد میں ہے۔ انبیاء صالحین اور شہداء کرام نے فلاح یہاں سے پائی ہے، ایک مومن فلاح مسجد سے پاتا ہے اُس کے بغیر مومن اور مسلم کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، اُخوت بھائی چارگی اور خدمت خلق کا جذبہ اسی مسجد سے حاصل کیا جاسکتا ہے، آپس میں جُڑنے اور قربانی کا جذبہ مسجد میں ہے، مسجدوں کو آباد کیجیئے فلاح اور نجات پایئے خدا کے مقرر کردہ تمام حدود وقیود کی اخلاص اور خشیت کے ساتھ نگرانی کرنا تقوٰی ہے یہی چیز دین کا خلاصہ ہے تقوٰی مسجد میں ہے، فروعی اختلافات کو ہوا دینے والے نہ

والے نہ بنو فلاح پاؤ گے، فروعی اختلافات کے مبلغ نہ بنو فلاح پاجاؤ گے، صحابہ کرامؓ کے تعامل کو چیلنج نہ کرو اللہ ان سے راضی ہے تم بھی ان سے راضی رہو فلاح پاجاؤ گے، ان جزئیات میں شدت اختیار کرنے والوں کے ممد و معاون نہ بنو فلاح پاجاؤ گے، اُمت میں انتشار افتراق پھیلانے والے نہ بنو فلاح پاؤ گے صاحب کردار بنو فلاح پاؤ گے، مسجدیں جھگڑوں کا اکھاڑہ ہیں کہنے والوں کی باتوں پر کان نہ دھرو فلاح پاؤ گے ایک کمیونسٹ شاعر کیفی اعظمی کہتا ہے،

دھوکے ہیں زیارت گاہوں میں جھگڑے ہیں عبادت گاہوں میں

ایمان کی اگر سچ پوچھو تو وہ ہے ہم بے ایمانوں میں

ان جیسے شاعروں کی بکواس کو غلط ثابت کرو، متحد رہو فلاح پاجاؤ گے۔

انبیاءؑ کی عصمت کو داغدار، صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات کی کردار کشی کرنیوالوں میں شامل مت ہو فلاح پاجاؤ گے۔ صراط مستقیم رسول اللہ کی سنت اور صحابہ کرامؓ کے تعامل میں ہے اس کو مضبوطی سے تھام لو فلاح پاجاؤ گے۔

الله اکبر الله لا اله الا الله : اللہ بہت بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بکرر یاد ہانی کرائی جارہی ہیکہ خبردار اللہ سب سے بڑا سب سے اعلیٰ ہے ہر قسم کی عبادت قیام، رکوع سجدہ وغیرہ اللہ کے سوا کسی کیلئے بھی صحیح نہیں ہے۔

حضور اکرامؐ کے ارشاد کے مطابق اذان کا جواب دینا چاہیئے گویا کہ موذن کے ہر ہر کلمہ کی تصدیق کرنا چاہیے۔ صرف حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** کہے یعنی نہیں ہے طاقت گناہوں سے بچنے کی لیکن اللہ کی حفاظت سے اور نہیں ہے کوئی قوت اللہ کی طاعت کی مگر اللہ کی مدد سے اللہ زبردست عظمت والا ہے۔ یعنی نماز کیلئے مسجد آنے اور فلاح و نجات پانے کیلئے اللہ کی جانب سے توفیق ہونی ضروری ہے جو اذان کی اہمیت اور اس کے معنی و مفہوم دعوت عام پر توجہ نہیں دیتے غور و فکر نہیں کرتے وہ انسانوں سے بھی گئے گذرے چوپایوں سے بھی بدتر ہیں اللہ انہیں ہدایت اور توفیق عطا فرمائے (آمین)

اذان کے بعد کی دُعا کی فضیلت: مسلم شریف میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اذان کے بعد دُعا میں وسیلہ ایک درجہ ہے، بہشت میں نہیں لائق مگر واسطے ایک بندے کے بندگان خدا سے اور اُمید رکھتا ہوں میں وہ بندہ پس جس نے مانگا خدا سے میرے لئے وسیلہ بذریعہ دُعائے اذان واجب ہوئی اس کیلئے شفاعت، حضورؐ کے ارشاد کے مطابق بہشت کے ایک بلند و بالا درجے کا نام وسیلہ ہے۔ اور وہ صرف ایک ہی بندے کو ملنا ہے۔ حضور انورؐ اپنی اُمت کو فرماتے ہیں کہ تم اللہ سے میرے لئے مانگو وسیلہ یعنی بہشت کا مخصوص بلند درجہ اور آپ کو مقام محمود عطا کیا جائیگا۔ اسے مقام محمود اسلئے کہا جاتا ہے کیوں کہ تمام نبیوں، رسولوں اور خلق کی زبان پر حضور سید البشر ﷺ کی تعریف و ستائش ہوگی۔

شفاعت

اللہ تعالےٰ اس دنیا کے انتظام وانصرام میں کسی کا بھی محتاج نہیں ہے آسمانوں اورزمینوں میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت ہے اوراسی کے اختیار میں ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس نے قرآن کے مخاطبوں میں سے کسی کو انکار تھا اورنہ کسی کیلئے انکار کی گنجائش تھی اسلئے اس سے انکار کے معنی خدا کی خدائی کے انکار کے تھے چنانچہ اس مسلمہ حقیقت سے شفاعت کے خودساختہ عقیدے کی نفی کی گئی جس میں عرب کے مشرکین اوراہل کتاب سب اور آج کچھ نام نہاد مسلمان کسی نہ کسی نوعیت سے مبتلا تھے اور ہیں۔من ذالذی یشفع عندہُ الاّ باذنہ یعنی جب سب کے سب خدا ہی کے مملوک اورمحکوم اوراسی کے تابعدار ومحکوم ہیں توکس کی مجال ہے کہ اللہ تعالےٰ کی اجازت کے بغیر اس کے حضور میں کسی کی بھی سفارش کیلئے زبان کھول سکے۔اس فرضی شفاعت جوقرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے اُس کا خاتمہ کردیا جس کی بنیاد اس خیال پر تھی بعض شرکاء کو اللہ کے ہاں اعتماد کا یہ درجہ حاصل ھیکہ وہ کسی کیلئے خود بڑھ کر اللہ کے ہاں سفارش کرسکتے ہیں اور اللہ ان کی ناز برادری میں لازماً ان کی سفارش قبول بھی فرمائیگا۔اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کسی کا یہ درجہ ہے اورنہ کوئی اس کے دربار میں اس کی اجازت کے بغیر زبان کھولنے کی جرائت کرسکے گا۔اللہ کے سامنے کسی کے بارے میں زبان کھولنے کی جسارت تووہ کرے جو اللہ کی معلومات میں کچھ اضافہ کرسکتا ہو اور یہ کہنے کی پوزیشن میں ہو کہ فلاں کے بارے میں نعوذباللہ اللہ تعالےٰ کو پوری آگاہی نہیں ہے۔اس سفارش کرنے والے کی ہے۔لیکن یہ حیثیت کس کی ہے؟ اللہ تعالےٰ سب کے آگے اورپیچھے اوراس کے ماضی اورمستقبل ہرچیز سے باخبر ہے برعکس اس کے دوسرے کسی کا بھی یہ مقام اورمرتبہ نہیں ہے جتنا وہ خود اپنے بندوں میں سے کسی پر کھول دے۔اللہ تعالےٰ کے اس علم کی یہ وسعت اوردوسروں کے علم کی یہ محدودیت مشرکین کے تصور شفاعت کا بالکل خاتمہ کردیتی ہے۔اسلئے کہ یہ بندے کا اعتماد اللہ کے بجائے بندے پر جماتی ہے اوراس طرح یہ شرک کی راہ کھولتی ہے۔اس کے بجائے قرآن نے شفاعت کا یہ تصور دیا ھیکہ اللہ تعالےٰ اپنے خاص بندے سے جس کو چاہے گا اور جس کیلئے چاہے گا شفاعت کی اجازت دے گا۔اوروہ اللہ سے ڈرتے ہوئے وہی بات زبان سے نکالے گا جو بالکل حق ہوگی۔یہ شفاعت چونکہ اللہ تعالےٰ کی اجازت سے ہوگی نیز اسی کیلئے ہوگی جس کیلئے اللہ تعالےٰ پسند فرمائے،اور یہ نہ تو کسی حق کو باطل بنانے کی اورنہ کسی باطل کو حق بلکہ ٹھیک حق کے مطابق ہوگی اس وجہ سے یہ بندے کا اعتماد

اللہ پر جمانے والی اور توحید کے تقاضوں کے مطابق ہے چنانچہ اس شفاعت کیلئے اس نے گنجائش رکھی ہے اور وہ اپنے ان بندوں کو نوازے گا جن کو چاہے گا اس کی صراحت سورہ انعام آیت نمبر ۵۱ اس طرح ہے''اورتم اسی کے ذریعہ سے خبردار کروان لوگوں کو جو ڈر رکھتے ہیں اس بات کا کہ وہ اپنے رب کے پاس اکٹھے کیئے جائینگے اس حال میں کہ اس کے سامنے نہ ان کا کوئی حامی ہوگا نہ شفیع تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

جولوگ مسلمان ہیں،آخرت پر قیامت پر،قیامت کی باز پرس پر ایمان توضرور رکھتے ہیں مگر ان کو کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی اُمید ہی نہیں بلکہ یقین دلا کر غم آخرت سے بالکل فارغ کردیا ہے۔مزید احتیاط کے خیال سے یہ کسی پیر کہ مرید ہوگئے تو اپنی نجات کا پورا ذمہ دار اس پیر کو سمجھنے لگے اسلئے ان کے دل میں قیامت کی باز پرس کا کوئی خطرہ باقی ہی نہیں ہے۔یہ سمجھتے ہیں کہ ہم گنہ گار ہیں اور اپنی گنہ گاریوں سے توبہ کرنے کا کوئی ارادہ بھی نہیں رکھتے ہیں۔ہماری سودخواری،چور بازاری،مردم آزادی وغیرہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کو ہم چھوڑدیں۔اوراللہ تعالےٰ توعالم الغیب ہے،سب کچھ جانتا ہے اسلئے وہ ہماری دعا کیوں سننے لگا؟ اسلئے وہ اللہ تعالےٰ کو رسول کا،اور بعض بزرگوں کا واسطہ دینے لگتے ہیں کہ اپنے حبیبؐ اپنے رسول مقبول کے صدقے میں ان کے طفیل میں،ان کے وسیلے سے ہماری دعا سُن لے اور ہمیں دنیاوی مصیبتوں سے نجات دیدے۔وہ سمجھتے ہیں کہ جب میں نے اللہ تعالےٰ کے حضور میں اس کے حبیب،رسول مقبول ﷺ کا وسیلہ پیش کردیا فلاں غوث یا قطب یا مخدوم کے صدقے میں دُعا مانگی ہے تو رب اللہ تعالےٰ میرے اعمال بد اور میرے گناہوں کی پرواہ نہیں کرے گا اور اپنے رسولؐ اور اپنے برگزیدہ بندوں کے وقار کو قائم رکھنے کیلئے میری حاجت ضرور پوری کردے گا۔ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں''یہ مکروہ ہے کہ آدمی اپنی دُعا میں اسطرح کہے کہ یا اللہ بحق فلاں یا انبیاء اور رسولوں کے صدقے میرا کام بنادے میری حاجت پوری کردے۔اسلئے کہ مخلوق کا کوئی حق خالق پر نہیں ہے۔(ہدایہ) فقہ اکبر کی شرح میں ملاعلی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں''امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین امام محمدؒ وامام ابویوسفؒ'' کہتے ہیں کہ کوئی شخص اس طرح دُعا کرکے کہ اللہ میں بحق فلاں بزرگ یا بحق فلاں نبی یا بحق بیت الحرام اس قسم کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں تو یہ صحیح نہیں ہے اسلئے کہ اللہ تعالےٰ پر کسی مخلوق کا کوئی حق نہیں ھیکہ اس کا واسطہ دیکر اس سے مانگا جائے۔وسیلہ اور شفاعت کیلئے لوگ دنیاوی اعلیٰ حکام یا بادشاہ وغیرہ کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔اعلیٰ حکام وغیرہ کو ہر فرد کے حالات کا صحیح علم نہیں ہوتا۔ایک

غریب حاجتمند اپنا دکھڑا کسی مقرب بارگاہ کے وسیلہ سے وساطت سے اعلیٰ حاکم یا بادشاہ یا منسٹر تک پہنچائے گا تو اس حاکم اعلیٰ وغیرہ کو اس کے سفارش کرنے پر اعتبار ہو سکتا ہے ورنہ ہر عسائل اپنے کو سب سے زیادہ مستحق امداد ہی ثابت کرے گا حاکم کو تحصیلدار اور منسٹر وغیرہ کو کیا علم کہ یہ واقعی حاجت مند ہے یا نہیں۔ ہر مجرم اپنے کو بے قصور ہی قرار دے گا، یا اپنے جرم کو بہت ہلکا کر کے بیان کرے گا سفارش سُننے والے کو کیا علم کہ یہ مجرم ہے یا شک شبہ اور بدگمانی میں پکڑا گیا ہے سخت مجرم ہے یا ہلکا؟ اسلیئے سفارش اور وسیلے سے بادشاہ یا وزیر اس مجرم کے حال سے کسی قدر واقف ہو سکتے ہیں پھر بھی یہ کوئی ضروری نہیں کہ سفارش کرنے والے نے صحیح ہی سفارش کی ہو۔ دنیا میں لوگ رشوت لے کر بھی سفارش کیا کرتے ہیں اسلیئے لوگ پیر بزرگ کو بھی نذر و نیاز کی رشوت دیکر ان سے بارگاہ الٰہی میں رشوت کے زور پر سفارش کرانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو کوئی بزرگ جا کر کسی حاجت مند یا مجرم کے حال سے کیا واقف کرائے گا۔ کوئی وجہ نہیں کہ کوئی رحم دل سے رحم دل اور مہربان سے مہربان بادشاہ بھی اپنی رعایا کے ہر فرد پر اس حد تک مہربان ہو جس حد تک وہ مہربانی کا مستحق ہے کیونکہ کسی بادشاہ کو اپنے رعایا کے ہر فرد کا حال معلوم ہی نہیں ہو سکتا اسلیئے وہ بغیر دوسروں کے بتائے ہوئے اس سے آگاہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی کس حد تک مہربانی کا مستحق ہے بادشاہ کے بعض مقرب لوگ ایسے ہو سکتے ہیں جو کسی حاجت مند یا کسی مجرم پر بادشاہ سے زیادہ مہربان ہوں۔ اس لئے وہ مقرب بارگاہ صاحب اس حاجت مند یا مجرم پر اپنی سفارش سے بادشاہ کو مہربان کر سکتے ہیں مگر اللہ تعالےٰ جو الرحم الراحمین ہے ماں باپ سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور اپنے ہر بندے کی ہر حاجت سے بھی تمام مخلوق سے زیادہ واقف ہے، ہر مجرم بندے کی نوعیت جرم سے بھی سب سے زیادہ آگاہ ہے ہر بندے کی نیت اور اس کی ندامت و شرمندگی اس کی توبہ کی صداقت و استقامت سے بھی پوری طرح اور سب سے بڑھ کر باخبر ہے اس کو کیا حاجت کہ کوئی اس کو اس کے کسی بندے کے حال سے واقف کرا دے۔ اگر وہ اپنے کسی بندے پر مہربان نہ ہو، اور کوئی بزرگ اللہ کے اس بندے پر اللہ تعالےٰ سے پہلے مہربان ہو جائیں۔ اور اس حد تک مہربان ہو جائیں کہ اللہ تعالےٰ جو اپنے اس بندے پر مہربان نہ تھا اس کو بھی اپنی شفاعت اور سفارش سے مہربان کر دیں جب تو اس بندے کیلیئے اللہ تعالےٰ الرحمٰن الرحیم نہ ہوا بلکہ وہی بزرگ اس کیلیئے الرحم الراحمین ہوئے کہ وہ اس پر اللہ تعالےٰ سے پہلے مہربان ہوئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنی سفارش سے اللہ تعالےٰ کو بھی اس پر مہربان کر دیا جو سفارش سے پہلے اس پر مہربان نہ تھا۔ اُن بزرگ کی رحمت اللہ کی رحمت سے بھی بڑھ گئی معاذ اللہ مختصر یہ کہ اللہ تعالےٰ کو ان لوگوں نے دنیاوی

بادشاہوں پر قیاس کر کے ایسی غلطی کی ھیکہ در حقیقت اُس اللہ تعالےٰ پر ایمان ہی نہیں رکھتے جو عالم الغیب والشہادۃ، ارحم الراحمٰن ہر کھلی چھپی بات کا جاننے والا ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان، اور ہر طرح کی قدرت ہر طرح کا اختیار رکھنے والا ہے۔ ان کا خدا کوئی اور ہے جو بزرگوں کے مطلع کرنے سے بندوں کے حال سے واقف ہوتا ہے دوسروں کے کہنے سُننے سے ان بندوں پر مہربان ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو آخرت کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں جن سلسلوں میں بیعت کر لی ہے اور پھر آخر میں محمد ﷺ اپنی اُمت کے ہر فرد کو چاہے وہ کیسا ہی گنہ گار ہو جب تک بخشوا نہ لیں گے اس وقت تک خود جنت میں قدم تک نہ رکھیں گے اسلیئے قیامت اور باز پرس میں آخرت سے تو غیر مسلمین کو ڈرنا چاہیئے مسلمان تو کیسا بھی ہو ضرور بخشوائے جائینگے۔

شفاعت کا یہ منصب صرف محمد الرسول اللہ ﷺ ہی کا ہے بارگاہ الٰہی میں سب سے پہلے ضروری چیز یہ ھیکہ شفاعت کی اجازت کیلیئے استدعا کریں آپؐ کے سوا کسی کی یہ ہمت نہ ہوگی کہ میدان قیامت میں بارگاہ الٰہی سے شفاعت کی اجازت طلب بھی کر سکے۔ اجازت حاصل کرنا اور شفاعت کرنا تو بعد کی باتیں ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ سوچیں جو محمد ﷺ کے علاوہ ہر ایک سے شفاعت کی آس لگائے بیٹھے ہیں کہ فلاں کو شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی۔ جب شفاعت اس بات پر موقوف ہے کہ شفاعت کی اجازت کسی کو ملنے والی ہے ہی نہیں بخاری و مسلم شریف کی حدیث کے مطابق جب اعمال تولے جائینگے جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائینگے اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جب گنہگار لوگ پہلے حضرت آدمؑ پھر حضرت نوحؑ پھر حضرت ابراہیمؑ پھر موسیٰؑ پھر حضرت عیسیٰؑ جیسے انبیاء علیھما الصلواۃ والسلام کے پاس جائینگے اور سب شفاعت کے نام سے اللہ ذوالجلال سے لرز رہے ہوں گے اور کانوں پر ہاتھ رکھیں گے کہ بھائی ہم اہل نہیں ہیں آخر میں محمد الرسول اللہ ﷺ کے پاس جائینگے تو آپؐ تیار ہو جائینگے اور مقام وسیلہ مقام محمود پر جا کر آپؐ سجدہ ریز ہوں گے اور عاجزی و انکساری سے اللہ تعالےٰ سے شفاعت کی اجازت طلب کرینگے اللہ تعالےٰ صرف آپؐ کو شفاعت کرنے کی اجازت دے گا آپؐ شفاعت کرینگے دوسری مرتبہ دوبارہ اجازت طلب کرینگے دوبارہ اجازت دی جائیگی یہاں تک کہ ایک حد مقرر کر کے بتایا جائے گا کہ اس حد کے اندر محدود گنہگاروں کی شفاعت کرو، ان لوگوں کو بخشوانے کے بعد تیسری بار غرض ہر مرتبہ آپؐ کو اجازت ہی حاصل کرنے کی ضرورت پڑے گی آخری شفاعت پر آپؐ سے کہا جائیگا کہ ان کی آپؐ شفاعت نہ کریں یہ شرک میں مبتلا تھے یہ دائمی جہنمی

ہیں انہوں نے شرک جیسا گھناونا جرم کیا ہے۔

دراصل آدمی کا جب عقیدہ یہ ہو کے اعمال خواہ کچھ ہی ہوں شفعاء وشرکاء اپنی شفاعت اور زور داثر سے بخشواہی لیں گے تو اللہ تعالے کا بے لاگ انصاف کہاں رہا پھر تو ہر ظلم وناانصافی کیلئے راہ کھل گئی اور ان تصورات کے ساتھ آخرت کا ماننا یا نہ ماننا دونوں برابر ہیں جس دن روز قہر برپا ہوگا اس دن کوئی شریک وشفیع بھی خدا کی پکڑ سے بچانے والا نہ ہوگا اس دن فوز عظیم صرف ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو آخرت اور توحید پر ایمان رکھنے والے اور شرک اور شفاعت پر اعتماد کرنے کے بجائے عمل صالح کی کمائی کرنے والے ہوں گے، جن کو زندگی کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں، جو موت کے معاملہ میں کوئی اختیار نہیں رکھتے وہ آخرت میں ملجاو ماوٰی کس طرح بن جائینگے۔

جب سارے انبیاء ومرسلین تابعین انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام شفاعت کے نام پر سے کانوں پر ہاتھ دھرلینگے تو دوسرے اشخاص کب اپنے متوسلین ومعتقدین کیلئے شفاعت کی اجازت حاصل کرنے کی ہمت کرسکیں گے۔ جہاں زبان رسل وانبیاء کی بھی نہ کھلے۔ وہ کون ہے جو وہاں جو ہر سخن دکھلائے اُمت مسلمہ شرک سے توبہ کر کے شرک سے محفوظ رہے تو اللہ کی اذن اور اجازت سے رسول ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی اور بدعت سے بچے گی تو حوض کوثر سے اللہ کے رسول مقبول ﷺ کے دست مبارک سے پیاس کی شدت مین پانی بھی پینے کو ملے گا جس کسی کو خواہش ہو کہ حوض کوثر پر پانی پینے کو ملے اور اللہ کی اجازت سے رسول اللہ کی شفاعت بھی نصیب ہو تو وہ شرک سے اور بدعات سے اپنے آپ کو بچائے کیونکہ بدعتی کو فرشتے حوض کوثر سے ہٹادینگے رسول اللہ فرمائینگے ان کے چہرے وضو سے چمک رہے ہیں یہ میرے اُمتی ہیں تو فرشتے جواب دینگے یہ لوگ نئی نئی بدعات ایجاد کرتے رہے خود بھی عمل کرتے اور دوسروں کو تلقین کرتے رہے ہیں کہ یہ کار خیر اور ثواب دارین ہے اسلیئے یہ مستحق نہیں ہیں کہ آپؐ کے دست مبارک سے پانی پییں۔

وسیلہ اور شفاعت کی تشریح اور صراحت کے بعد اذان کی بعد کے دُعا کے الفاظ پر غور کیا جائے۔

اذان کے بعد کی دُعا: اللھمہ رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰہ القائلمۃ اتِ محمدنِ الوسیلۃ والفضیلۃ والبعثہ مقاماً محمودنِ الذی وعد تہ انک لاتخلف المیعاد۔ (بخاری)

ترجمہ:- اۓ پروردگار اس پکار پوری (اذان) کے اور نماز قائیم رہنے والی کے عطا کر محمدؐ کو وسیلہ بلند

بہشت کا اور بزرگی پہنچا اس کو مقام محمود میں کہ وعدہ کیا تو نے اس کا۔

اس حدیث میں اذان کو دعوت تامہ اسلئے کہا گیا ھیکہ وہ لوگوں کو نماز اور خدا کے ذکر کی طرف بلاتی ہے اور جو اس دعوت اذان کو قبول کریگا۔ ضرور ھیکہ وہ مسجد میں حاضر ہو کر نماز پڑھے گا اور نماز اس کو بہشت میں لے جاۓ گی اور بہشت کی دعوت یقیناً دعوت تامہ ہے۔

اقامت: امام اور مقتدی کس وقت کھڑے ہوں؟ شروع اقامت سے یا بعد میں موذن کے کسی خاص کلمہ پر یہ ایک فروعی مسئلہ ہے کہ افضل اور اولیٰ کونسا طریقہ ہے۔

اقامت کے معنی کھڑے ہونے یا کھڑے کرنے کے ہیں۔ اس کیلئے حیی علی الصلوٰۃ تک بیٹھ جانا یا بٹھائے رکھنا لفظ اقامت کے کوئی اور ہی معنی مراد لینا ہے۔ اقامت کی ابتداء تکبیر "اللہ اکبر" اللہ کی بزرگی اور بڑائی سے ہوتی ہے۔ حیی علی الصلوٰۃ سے اقامت کا آغاز نہیں ہوتا۔

غلط فہمی دراصل شرح وقایہ جلد اول باب الاذان سے ہوتی ہے۔ جس میں لکھا ھیکہ امام اور مقتدی سب حیی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں اور امام قدقامت الصلوٰۃ کے وقت نماز شروع کرے۔ موطاء امام محمد میں بھی یہی لکھا ہے۔ محدث دکن حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی "نور المصابیح" میں لکھتے ہیں اگر چہ کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ اس پر عامل اور قائل تھے لیکن بعد کے علماء نے اس کی نفی کردی ہے۔ عبداللہ شاہ صاحبؒ شرح وقایہ کی آدھی عبارت کو صحیح مانتے ہیں اور علماء کا قیاس ظاہر کیا ھیکہ شائد حضورﷺ حیی علی الصلوٰۃ پر حجرہ مبارکہ سے تشریف لاتے ہوں گے احادیث مبارکہ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ ونیز کہتے ہیں کہ صفوں کی درستگی واجب ہے۔ درحقیقت امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ بھی نہ اس کے قائل تھے اور نہ عامل یہ ان سے غلط منسوب کیا گیا ہے تواتر کے ساتھ یہ ثابت نہیں ہے اور یہ ان حضرات پر بہتان ہے۔

یونیورسٹیوں اور کالج کے کورس کی طرح اسلام کا کورس تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ بعثت نبویؐ سے لیکر تا قیام قیامت اسلام کے کورس کو تبدیل کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے شریعت کا نافذ کرنا صرف انبیاء اور مرسلین کا کام ہے وہ بھی بحکم باری تعالے۔

برصغیر ہندوپاک میں ایسا کوئی مسئلہ پیدا ہوا تھا نہ ہی اس کا رواج تھا خصوصاً دکن میں تو اس کو قطعی طور پر کوئی جانتا ہی نہ تھا ادھر کچھ برسوں سے اس مسئلہ میں بڑی شدت کے ساتھ جان ڈال دی گئی ہے۔ فقہ کے امام امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ ایک بہت بڑے فقہیہ اور محدث بھی تھے ان کی مسند اعظم سے کون واقف نہیں اس میں ایک بھی روایت اس تعلق سے نہیں ملتی اس کے برخلاف مسند اعظم مین حضرت ابوحنیفہؒ نے ایک حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ تم اپنی صفوں کو درست اور سیدھی رکھو ورنہ تم میں پھوٹ پڑ جائیگی اور دلوں میں نفاق پیدا ہو جائیگا کندھوں سے کندھا ملا کر رکھو درمیان میں خالی جگہ مت چھوڑو تکبیر اولیٰ اور پہلی صف کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ شرح وقایہ کی عبارت **حیی علی الصلوٰۃ** پر کھڑے ہونا اور **قدقامت الصلواۃ** پر امام کا نماز شروع کرنا اس سے کسی قسم کی بھی امام اور مقتدیوں میں مطابقت اور مماثلت کا پایا جانا محال ہے اور اس پر عمل کرنے سے نہ صف درست کی جاسکتی ہے اور نہ مقتدی تکبیر اولیٰ ہی پا سکتا ہے۔ اور بے چارہ موذن جو اقامت کہتا ہے ہر فضیلت سے محروم رہتا ہے۔ اور صفیں درست نہ کرنے کی وجہ سے امت مسلمہ میں پھوٹ، نفاق اور انتشار کا آغاز تو ہو ہی چکا ہے۔ یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ **حیی علی الصلوٰۃ** پر ہی کھڑے ہونے کی بھگدڑ میں مقتدی پہلی صف کی فضیلت اور تکبیر اولیٰ کی فضیلت کیا ہے؟ اس کی فضیلت کیلئے قرعہ اندازی کی نوبت آجاتی کہ کون پہلی صف میں جگہ پائے۔ فقہ کے سب سے پہلے امام امام ابوحنیفہؒ سے ایسی باتیں منسوب کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ **حیی علی الصلوٰۃ** پر کھڑے ہوں اور امام **قدقامت الصلوۃ** کے الفاظ پر نماز شروع کرے۔ جبکہ بہت سی جھوٹی اور غلط روایات یعنی گھڑی ہوئی احادیث خاتم المعصومین خاتم النبین محمد ﷺ سے بھی منسوب کی گئی تھیں۔ ماہرین فن اسماء الرجال نے جرح وتعدیل کے بعد کھرا کھوٹا الگ کر کے بتلا دیا ہے۔ فقہ حنفی کی کتاب ''نورالانوار'' فقہ کے اُصول بتلائے گئے ہیں وہ یہ کہ کسی بھی مسئلہ کے تعلق سے سب سے پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہؐ اجماع صحابہؓ سے کسی کا قول بھی ٹکرائے تو اس کا چھوڑنا واجب ہے۔ اس مسئلہ اور معاملہ میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا رویہ کیا اور کس طرح رہا ہے اس کو سمجھنے سے سب سوالات کا خود بخود حل ہو جائیگا۔

رسول اللہ ﷺ کا عمل

۱۔ مسلم شریف باب متی یقوم الناس فی الصلوۃ جلد اول۔ رسول اللہ ﷺ کی امامت کیلئے نماز کھڑی کی جاتی تھی اور لوگ آپؐ کے کھڑے ہونے سے پہلے اپنی اپنی جگہ صفوں میں لے لیتے تھے۔

۲) مسلم شریف جلد اول: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اذان ظہر اس وقت دیتے تھے جب آفتاب زوال ہو جاتا۔ پھر اقامت اس وقت تک نہ کہتے تھے جب تک نبی کریم ﷺ مکان سے باہر نہ آجاتے جب باہر تشریف لاتے تو نماز کی اقامت کہتے تھے۔

۳) مسلم شریف: ہی میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار نماز کھڑی کی گئی تھی۔ ہم کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلنے سے پہلے ہی ہم نے صفیں درست کرلیں۔

۴) فتح الباری جلد دوم: حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ھیکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کیلئے کھڑا ہوا جائے تم کھڑے نہ ہو جب تک مجھے اپنی طرف آتا ہوا نہ دیکھ لو۔

۵) فتح الباری جلد دوم: ابن شہاب سے مروی ھیکہ جس وقت موذن اللہ اکبر کہتا تھا لوگ نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے اور حضور ﷺ کے تشریف لانے تک صفیں درست ہو جاتی تھی۔

مسئلہ زیر بحث کے متعلق یہ پانچ احادیث ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کا اپنا عمل اس مسئلہ کے متعلق بیان فرمایا ہے ان میں دوسری حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت بلالؓ کی عام عادت یہ تھی کہ حجرہ شریفہ کی طرف نظر رکھتے تھے جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے کہ آپؐ باہر تشریف لے آئے تو اقامت شروع کرتے تھے۔ زرقانی شرح موطا میں اور قاضی عیاضؒ نے شرح شفاء میں اس حدیث کا یہی مفہوم لکھا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں کہ حضرت بلالؓ نبی کریم کے نکلنے کا انتظار کرتے تھے۔ اور آپؐ پر نظر پڑتے ہی اقامت شروع کرتے تھے اور ابھی اکثر لوگوں کی نظروں کے سامنے آپؐ آنہ پاتے تھے پھر جب لوگ آپؐ کو دیکھتے تھے تو کھڑے ہو جاتے تھے اور آپؐ صفیں درست ہونے سے پہلے اپنی جگہ نہیں کھڑے ہوتے تھے (زرقانی علی الموطاء جلد اول صفحہ ۱۳۴) پہلی اور تیسری حدیث سے بھی یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ کی عام عادت یہ تھی کہ جب موذن تکبیر (اللہ اکبر) شروع کرے تو سب لوگ کھڑے ہو کر صفوں کی درستگی کر لیتے تھے۔ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں تیسری حدیث کے جملے ''**فعدلنا الصفوف**'' پر فرمایا کہ اشارہ الیٰ **انہ ھذا سنۃ معھودۃ عندھم وقداجمع العلماء عمل استحباب تعدیل الصفوف**' اشارہ اس طرف ھیکہ یہ ان کے نزدیک سنت ہے اور علماء کا اجماع ھیکہ صفیں سیدھی کرنا مستحب ہے۔ چوتھی حدیث '**لاتقومو حتیٰ ترونی**'' یعنی اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ میں گھر سے باہر آگیا ہوں۔ (یہ نہیں کہ آپؐ حضرت بلالؓ کے اس

انتظار میں کھڑے ہوں کہ کب حضرت بلالؓ حيي على الصلوة کہتے ہیں اور کب میں باہر آجاؤں یہ تو حضورﷺ پر بھی بہتان ہے کہ بجائے صحابہؓ کے انتظار کرنے کے حضور کو انتظار کرنا پڑ رہا ہے کہ حيي على الصلوة بلالؓ کب کہتے ہیں ایسا مفہوم تو کسی نے بھی نہیں لیا اور یہ ممکن بھی نہیں کہ رسول اقدسؐ حيي على الصلوة کے منتظر رہیں) اس لفظ سے یہ مفہوم ضرور ہوتا ہے کہ میرے باہر آجانے کے بعد کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں (زرقانی شرح موطاء انہ نهي عن القيام قبل خروجه صفحہ ۱۳۳ جلد اول) ان سب روایات احادیث کے مجموعے سے ایک بات قدر مشترک کے طور پر یہ ثابت ہوئی کہ جب آنحضورؐ پہلے سے مسجد میں تشریف فرما نہ ہوتے تھے بلکہ گھر میں سے تشریف لاتے تھے تو آپؐ کو دیکھتے ہی حضرت بلالؓ اقامت شروع کرتے اور سب صحابہ کرامؓ شروع اقامت سے کھڑے ہو کر صفیں درست کرتے تھے آپؐ نے اس کو بھی منع نہیں فرمایا۔ البتہ گھر میں سے باہر تشریف لانے سے پہلے اقامت کہنے اور لوگوں کو کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے وہ بھی از روئے شفقت ممانعت تھی۔

تبعین سُنت خلفاء راشدین کا طرز عمل: ۱۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو رسول اکرمﷺ ہماری صفیں درست فرماتے اور جب ہم سیدھے ہو جاتے تو تکبیر تحریمہ کہتے تھے (نیل الاوطار۔ ابوداؤد)

۲۔ حضرت عمرؓ صفیں درست کرنے کیلئے لوگوں کو متعین کر دیا تھا اور صفیں درست ہونے کی خبر جب تک نہ دی جاتی تکبیر نہ کہتے۔ صاحب نیل الاوطار نے ان دونوں روایتوں کا ذکر فرمایا۔ حدیث ترمذی میں امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ صفیں درست کرتے تھے حضرت عمرؓ تو ہر ایک کا نام لیکر کہتے تھے کہ تم تھوڑا آگے آجاؤ اور تم ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ اور حضرت عثمانؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ حضرت علیؓ تو نیزہ لگا کر صفیں درست کرتے تھے۔ حضورﷺ کے عمل سے اور دوسرے خلفائے راشدین کا اس پر اتباع اور عام عادت معلوم ہوئی کہ وہ صفوں کی درستگی کی خود بھی نگرانی کرتے تھے اور جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ صفیں درست ہو گئیں۔ یعنی نہ صف کے درمیان میں کوئی جگہ چھوڑ دی گئی اور نہ آگے پیچھے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب لوگ شروع اقامت سے کھڑے ہو جائیں جیسا کہ مذکورہ بالا تصریحات احادیث مرفوعہ صحابہ کرامؓ کی عام عادت بھی ثابت ہو چکی ہے ورنہ اگر حيي على الصلوة يا حيي على الفلاح يا قدقامت الصلوٰة پر

لوگ کھڑے ہو جائیں تو اس کے بعد یہ صفوں کی درستگی کا انتظام کیا جائے تو یہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ اقامت ختم ہو جانے کے کافی دیر بعد نماز شروع ہو حالانکہ یہ باتفاق علماء مذموم ہے۔ صحابہ کرامؓ کے مکانات بھی مسجد نبوی سے پرے واقع ہوئے ہیں تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ خلفائے راشدین بھی یہ فرماتے رہے ہوں کہ جب تک آپ حضرت مجھے آتا ہوا نہ دیکھ لیں نماز کیلئے نہ کھڑے ہوں اور یہ بھی سوال نہیں اُٹھتا کہ صحابہ کرام مسجد میں موجود ہونے کے باوجود اقامت کے وقت ادھر اُدھر بیٹھ جائیں اور امام بھی حيي على الصلوة کے انتظار میں مصلی پر بیٹھ جائے اور صفوں کی درستگی جواز حد ضروری ہے اسکا اہتمام کرائے بغیر نماز شروع کر دی جائے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت نماز جمعہ کے دو خطبوں کے بعد نہ کبھی حضور مصلی پر بیٹھتے اور نہ ہی حي على الصلوة کے وقت کھڑے ہوتے اس کیلئے کسی بزرگ کا کوئی قول بھی نہیں ملتا۔ ذخیرہ احادیث میں اس تعلق سے کوئی ضعیف حدیث بھی ملنی مشکل ہے لیکن تعجب ہے کہ لوگ جمعہ کی نماز کی اقامت کے وقت بھی حيي على الصلوة کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں اور کثیر تعداد صفوں کی درستگی نہ ہونے کی بنا پر سورہ فاتحہ کے ختم تک جماعت میں شریک ہوتی ہے۔

قاضی عیاضؒ نے امام مالکؒ اور عامتہ العلماء سے نقل کیا ہے کہ موذن کے اقامت شروع کرتے وقت لوگوں کا کھڑا ہونا مستحب ہے۔ موطاء امام مالکؒ جو حدیث کی سب سے پہلی کتاب ہے خود امام مالکؒ نے موطاء میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ نماز شروع کرتے وقت لوگوں کے قیام کے بارے میں کوئی حد نہیں سنی کہ اس وقت کھڑے ہوں یہ تو لوگوں کی طاقت کے مطابق ہونا چاہیئے کیونکہ ان میں بعض بھاری ہیں اور بعض ہلکے ہوتے ہیں اور سب ایک طرح کے نہیں ہو سکتے بھاری بدن، کمزور آدمی دیر میں اُٹھتا ہے ہلکا آدمی جلد اُٹھ جاتا ہے۔

باجماع صحابہؓ و تابعینؒ و اتفاق آئمہ اربعہ صفوں کی تعدیل و درستگی واجب ہے جو نماز شروع ہونے سے پہلے مکمل ہونا چاہیئے اور یہ اُس صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ عام آدمی شروع اقامت سے کھڑے ہو جائے بقول امام مالکؒ کوئی کمزور آدمی اور ضعیف بعد میں کھڑا ہو تو مضائقہ نہیں۔ خصوصاً خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرامؓ کی پیش کردہ نظیر کی بنا پر حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ شروع اقامت کے وقت سے ہی سب کو کھڑا ہونا مستحب ہی نہیں بلکہ واجب ہے مگر یہ اُمت میں کسی کا طریقہ نہیں کہ امام اقامت کے وقت باہر سے

آکر مصلی پر بیٹھ جائے اور بیٹھنے کو ضروری سمجھے کھڑے ہونے والے مقتدیوں کو کھڑے ہونے سے روکے جبکہ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین اور عام صحابہؓ و تابعینؒ کے عمل سے ابتداء اقامت میں کھڑے ہونا ثابت ہے اور آئمہ حنفیہ میں سے کسی نے اس کو مکروہ نہیں کہا۔

تیسری صدی ہجری تک فقہی اور فروعی اختلافات کی بناء پر چار مکتب فکر وجود میں آئے۔ امام ابو حنیفہؒ ایک بہت بڑے فقیہ اور محدث بھی تھے آپ نے قرآن اور احادیث سے استدلال کرکے ہر معاملہ میں غور وفکر تدبر کرنے کی طرح ڈالی جس کی بناء پر ہی وہ فقہ کے امام بلکہ امام اعظم کہلائے آج لوگ مکھی پر مکھی مارنے کو فقہ کا نام دے کر گویا فقہ کا مذاق اُڑا رہے ہیں یہ کوئی رائے قیاس کی بات نہیں ہر مسئلہ کی پشت پر قرآن، حدیث اور آثار صحابہؓ کی تائید ہونی چاہیے یہ اگر نہ ہو تو اس کی وقعت کیا رہ جاتی ہے، خلفائے بنو عباس کے دور حکومت میں فقہ حنفی عروج پر تھا خصوصاً شہر بغداد فقہی مسائل کے بحث ومباحثہ کی آماجگاہ بنا ہوا تھا حنفی مسلک کے ساتھ حنبلی ودیگر مسالک اپنی اپنی جگہ صرف اپنے ہی کو حق پر ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں کسی نے فروعات میں شدت اختیار کرکے انتشار کا بیج بویا اور اس میں شدت اختیار کی جانے لگی۔ اور نوبت خون خرابے تک جا پہنچی حنبلی اور حنفی ایکدوسرے کی تکفیر تک کرنے لگے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مسلکاً حنبلی تھے وہ فرماتے ہیں احناف فرقہ مرجیہ سے تعلق رکھتے ہیں دین کے معاملہ میں حضورؐ اور صحابہؓ کے خلاف عمل کرنے والے احناف گمراہ ہیں ناجی فرقہ میں ان کو شامل نہیں کیا جا سکتا۔ بعد کے علماء صالحین نے اہل سنت کو ایک ہی پلیٹ فارم پر لانے کیلئے اجماع اُمت سے آئمہ اربعہ ودیگر مجتہدین وشارحین کو برحق قرار دیا اور سب ہی کو ''اہل سنت والجماعت'' میں شامل قرار دیکر کسی بھی سابقون الاولون صحابہؓ کی پیروی کو باعث فلاح ونجات کی لڑی میں پرو دیا۔ اس زیر بحث مسئلہ میں بھی ساری قوم متفق تھی بدقسمتی سے اُمت کے اس اجماع کو فتنہ پردازوں نے خوب ہی ہوا دی اور اب حالت یہ ہیکہ اس فروعی مسئلہ کو بھی اصولوں کی جگہ دی گئی ہے اور اُمت میں پھوٹ اور انتشار کا دروازہ پھر سے کھول دیا ہے۔ بہر حال مسلمانوں میں باہمی جھگڑا جنگ وجدال مذموم اور منحوس ہے اسلئے کسی سے بھی جھگڑنا مناسب نہیں۔ ہمدردی خیر خواہی اور نرمی کے ساتھ مسئلے کی حقیقت ایسے لوگوں کو بتلا دیں جن سے اُمید قبول کرنے کی ہو ورنہ سکوت بہتر ہے خود اپنا عمل سنت کے مطابق رکھے دوسروں سے تعرض نہ کرے ورنہ سوچ سمجھ بچار کی جگہ باطل کو حق ثابت کرنے کوشش کی جاتی ہے بلکہ

حق وباطل کا امتیاز ہی سرے سے اُٹھ جاتا ہے۔

ہمارے موجودہ مذہبی رہنما فروعات میں اس قدر شدت اختیار کررہے ہیں کہ اُصولیات کا دامن ہی ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے بلکہ فروعات نے ہی اصولوں کی جگہ لے لی ہے اور ان سے مزید فروعات کی فصل اُگتی چلی جارہی ہے۔ شریعت اسلامی کی عمارت دراصل اس ترتیب سے قائم ہوتی ہیکہ سب سے پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسولؐ پھر اجماع صحابہ پھر ان تمام کی روشنی میں فقہاء کرام کی علمی بصیرت کی طرف رجوع کیا جا تا۔ لیکن بدقسمتی سے اس ترتیب کو اُلٹ دیا گیا ہے اور اب اہمیت اپنی اپنی پسند کے علماء کے رویہ اور ارشادات کو بنیاد بنا دیا جاتا ہے صحابہ کرامؓ کو تو ایک دم نظر انداز کیا جاتا ہے پھر سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف بہ تکلف کبھی کبھی نگاہ اُٹھالی جاتی ہے پھر خانہ پُری کے طور پر کتاب اللہ کا نام بھی لے لیا جاتا ہے ہماری بدنصیبی پھوٹ اور انتشار کی اصل وجہ صرف یہی ہے۔

قبلہ کی حقیقت: قبلہ کے متعلق یہ بات کہ وہ فلاح وسعادت کے حصول کیلئے ایک نشان اور علم کی حیثیت رکھتا ہے یہ ایک حقیقت ہے اس عظیم تاریخ کو جو اس گھر کے ایک ایک پتھر پر نقش ہے جس کو قبلہ قرار دیا گیا۔ یہ گھر وہ گھر ہے جس کی تعمیر ابراہیم خلیل اللہ اور اسماعیلؑ ذبیح اللہ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے کی ہے یہ گھر وہ گھر ہے جو اس دنیا میں خدائے واحد کی عبادت کا اولین مرکز ہے اسی گھر کے پہلو میں مروہ پہاڑی ہے جس کے دامن میں چشم فلک نے رضائے الٰہی کیلئے ایک باپ کو محبوب اور اکلوتے فرزند کی گردن پر چھری چلانے اور اسلام کی حقیقت کا مظاہرہ کرتے دیکھا ہے، یہی گھر ہے جس کی اردگرد کے چٹیل میدانوں کو قدرت نے اس اُمت کے نشوونما کیلئے منتخب فرمایا جس کے ذریعہ سے دنیا کی تمام قوموں کو اللہ کی رحمت تقسیم ہونے والی تھی، یہی گھر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے لیکر برابر تمام قدوسیوں کا قبلہ رہا ہے۔ اور جس میں طواف اور اعتکاف رکوع وسجود کی سعادت اتنے انسانوں نے حاصل کی ہے جس طرح زمین کے ذروں اور آسمان کے ستاروں کا شمار ناممکن ہے اسی طرح ان نفوسِ قدسیہ کا شمار بھی ناممکن ہے، اسی کے قرب میں وہ میدان ہے جس کی ریت کا ایک ایک ذرہ توبہ واستغفار کے سجدوں کا گواہ اور خوف خدا سے رونے والوں کے آنسوؤں کا امین ہے اسی گھر کے ایک کونے میں وہ مقدس پتھر ہے جس کو ہاتھ لگا کر یا بوسہ دیکر لاکھوں، کروڑوں انبیاء صدیقین اور صلحا وابرار نے اپنے رب سے عہد بندگی ووفاداری کو استوار کیا، اسی کے پاس وہ

جمرات ہیں جو اس گھر کے دشمنوں کی ذلت و پامالی کی یادگار ہیں اور جن پر سنگ باری کر کے اہل ایمان اپنے اندر برابر دشمنان دین کے خلاف جہاد کی روح تازہ کرتے رہے ہیں۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس گھر کے سایہ میں اللہ کے آخری رسول اللہ ﷺ نے پرورش پائی، جن کے لائے ہوئے نور اور جن کی بخشی ہوئی روشنی نے تمام دنیا میں اُجالا کر دیا۔ یہ قبلہ ایسا پاور ہاوس ہے جس سے پوری اُمت زندگی، حرارت، روشنی اور قوت حاصل کرتی ہے۔ جن لوگوں پر قبلہ کی عظمت و اہمیت کا یہ پہلو واضح نہیں ہے۔ وہ اکثر اس امر میں حیران ہوتے ہیں کہ اینٹ اور پتھر کے بنے ہوئے ایک مکان کو دین میں اس قدر اہمیت کیوں دی گئی ہے۔ اجتماعی نظام میں اس گھر کو وہی اہمیت حاصل ہے جو ایک جسم کے نظام میں قلب کو حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح قلب کے بغیر جسم کا وجود نہیں اسی طرح قبلے کے بغیر ملت کا کوئی تصور نہیں۔ اس قبلہ کو جہاں کہیں سے بھی کوئی نیکی اور بھلائی کی راہ میں جد و جہد کرے گا وہ ضائع نہیں جائیگی اللہ اس کو ہر جگہ سے اکٹھا کرے گا اور ہر چھوٹی اور بڑی نیکی کا بدلہ دے گا اس سے نزدیکی و دوری دل کے تعلق کے لحاظ سے ہوتا ہے ہر شخص ہر جگہ اس سے ربط قائم کر سکتا ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے تعلق رکھنے والوں کو ہر جگہ سے جمع کر سکتا ہے۔

شعائر اللہ: شعائر شعیرہ کی جمع ہے جس کے معنی کسی ایسی چیز کے ہیں جو کسی حقیقت کا احساس دلانے والی اور اس کا مظہر اور نشان ہو۔ اصطلاح دین میں اس سے مراد شریعت کے وہ مظاہر ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول ؐ کی طرف سے کسی معنوی حقیقت کا شعور پیدا کرنے کیلئے بطور ایک نشان اور علامت کے مقرر کیے گئے ہوں۔ ان مظاہر میں مقصود بالذات تو وہ حقایق ہوا کرتے ہیں جو ان کے اندر مضمر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ مقرر کیے ہوئے اللہ اور رسول ؐ کے ہوتے ہیں اس وجہ سے ان حقائق کے تعلق سے یہ مظاہر بھی تقدس کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ مثلاً قربانی حقیقت اسلام کا ایک مظہر ہے۔ اسلام کی حقیقت یہ ھیکہ بندہ اپنے آپ کو بلکلیہ اپنے رب کے حوالے کر دے۔ اپنی کوئی محبوب چیز بھی اس سے دریغ نہ رکھے۔ اس حقیقت کا عملی مظاہرہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کی قربانی کر کے فرمایا وہ تاریخ انسانی کا ایک بے نظیر واقعہ ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اس کی یادگار میں جانوروں کی قربانی کو ایک شعیرہ کے طور پر مقرر فرما دیا تا کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کے اندر اسلام کی اصل حقیقت برابر تازہ ہوتی رہے۔

اسی طرح جمرات بھی شعائر اللہ سے ہے۔ یہ نشانات اسلئے قائم کیے گئے ہیں کہ حجاج ان پر

کنکریاں مار کر اپنے اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ بیت اللہ کے دشمنوں اور اسلام کے دشمنوں پر خواہ وہ ابلیس کی ذریات کے تعلق رکھنے والے ہوں یا انسانوں کے کسی گروہ سے، لعنت کرتے ہیں اور ان کے خلاف جہاد کیلئے ہر وقت مستعد ہیں۔

بیت اللہ بھی ایک شعیرہ بلکہ سب سے بڑا شعیرہ ہے جو پوری اُمت کا قبلہ اور توحید اور نماز کا مرکز ہے۔ اس کے اردگرد طواف کر کے اور اپنی نمازوں اور اپنی تمام مسجدوں کا اس کو قبلہ قرار دیکر ہم اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ جس خدائے واحد کی عبادت کیلئے یہ گھر تعمیر ہوا ہے ہم اسی کے بندے اس کی طرف رُخ کرنے والے اسی کے عبادت گذار اسی شمع توحید پر پروانہ وار نثار ہیں۔

صفاء و مروہ بھی اللہ تعالےٰ کے شعایئر میں سے ہے ان ہی دونوں پہاڑوں کے درمیان حضرت حاجرہؑ نے حضرت اسماعیلؑ کیلئے پانی کی تلاش میں تگ و دو کی تھی۔ اصل قربان گاہ مروہ ہے۔ یہیں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں فرمابردار اور غلامانہ سرگرمی دکھائی اس وجہ سے ان دونوں پہاڑوں کو شعائیر میں قرار دیا گیا اور ان کی سعی کی یادگار ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دی گئی۔

یہ تمام شعائیر اللہ اور رسول ؐ کے مقرر کردہ ہیں۔ کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں ھیکہ وہ اپنے طور پر کسی چیز کو دین کے شعایئر میں قرار دے دے یا جو چیز شعایئر میں داخل ہے اس کو شعائیر کی فہرست سے خارج کر دے۔ دین میں اس قسم کے من مانے تصرفات سے شرک و بدعت کی راہیں کُھلتی ہیں جن قوموں نے اپنے دل سے شعائیر قرار دیے تاریخ گواہ ھیکہ انہوں نے اس طرح شرک و بت پرستی کی راہیں کھول دیں۔ جس طرح شعائیر اللہ کے مقرر کردہ ہیں اسی طرح اسلام میں ان شعائیر کی تعظیم کے حدود بھی اللہ اور رسول ؐ کے ہی کے مقرر کردہ ہیں۔ جس طرح شعیرہ کی تعظیم کی جو شکل شریعت میں ٹھیرا دی گئی ہے وہی اس حقیقت کے اظہار کی واحد شکل ہے جو اس شعیرہ کے اندر مضمر ہے، اس سے سر مو انحراف نہ صرف اس شعیرہ کی حقیقت سے انسان کو محروم کر دینے والی بات ہے بلکہ اس سے شرک و بدعت کے دروازے بھی کھل سکتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ حجر اسود یک شعیرہ ہے۔ اس کی تعظیم کیلئے اس کو حالت طواف میں بوسہ دینے یا اس کو ہاتھ لگا کر چوم لینے یا اس کی طرف اشارہ کرنے کی شکلیں خود دین کے لانے والے کی طرف سے مقرر کر دی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص تعظیم کی صرف ان ہی شکلوں پر قناعت نہ کرے بلکہ تعظیم شعائیر اللہ کے جوش میں وہ اس پتھر کے آگے گھٹنے ٹیکنے لگے

یااس کے سامنے نذریں پیش کرنے لگے یااس پر پھول نچھاور کرنے لگے یااس طرح کی کوئی اور حرکت کرنے لگے تو وہ ان باتوں سے وہ نہ صرف یہ کہ اس حقیقت سے بالکل دور ہو جائیگا جو اس شعیرہ کے اندر مضمر ہے بلکہ وہ شرک وبدعت میں بھی مبتلا ہو جائیگا۔

ان شعائیر اللہ مین اصل مطمع نظر وہ حقیقتیں ہوا کرتی ہیں جو ان کے اندر مضمر ہوتی ہیں۔ان حقیقتوں کے اظہار کیلئے یہ شعائیر گویا قالب کی حیثیت رکھتی ہیں۔اس لئے ملّت کی زندگی کیلئے سب سے زیادہ ضروری کام یہ ہوتا ھیکہ لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں یہ حقیقتیں برابر زندہ اور تازہ رکھی جائیں۔اگر یہ اہتمام سرد پڑ جائے تو دین کی اصل روح نکل جاتی ہے،صرف قالب باقی رہ جاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ لوگوں کی اصل توجہ صرف قوالب پر مرکوز ہو جاتی ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہیکہ دین صرف ایک مجموعہ رسوم بن کے رہ جاتا ہے۔

صلوٰۃ رسول ﷺ

ابو ہریرہؓ سے روایت ہیکہ وہ کہتے ہیں رسولؐ اللہ تکبیر تحریمہ کے بعد قراءت شروع فرمانے سے پہلے کچھ دیر خاموش رہا کرتے تھے میں عرض کیا یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، حضور تکبیر اور قراءت کے درمیان خاموش رہنے کے وقت کیا پڑھتے ہیں فرمایا میں یہ دعا پڑھتا ہوں۔**اللھمہ یا عدبینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھمہ نقنی من الخطایا کماینقی الشوبُ الابیض من الدنس اللھمہ اغسل خطایای بالماءِ والثلج والبر**۔(بخاری ومسلم)

ترجمہ:-الٰہی میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی مشرق اور مغرب کے درمیان تو نے دوری کردی ہے۔الٰہی مجھے گناہوں سے ایسا پاک وصاف کردے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے پاک وصاف کردیا جاتا ہے۔الٰہی میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولے سے دھوڈال۔

"(یہ دعا ثناء کے بجائے جو عام مسلمان پڑھتے ہیں اس سے بالکل الگ ہے)

رکوع کی تسبیحات:-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ اپنے رکوع میں پڑھتے ہیں۔سبحانک اللھمہ ربناوبحمدک اللھمہ اغفرلی (بخاری ومسلم) پاک ہے تو یا الٰہی۔اے پروردگار ہمارے پاکی بیان کرتے ہیں ہم ساتھ تعریف کے۔یا الٰہی مجھ کو بخش دے۔

رکوع کی دوسری تسبیح۔**سبوحٌ قدوس ربُّ الملایکتہ والروح** (مسلم شریف) بہت پاک ہے نہایت پاک ہے پروردگار فرشتوں کا اور روح جبرئیلؑ کا۔

تیسری تسبیح۔حضرت عوف بن مالکؓ روایت کرتے ہیں رسولؐ اللہ اپنے رکوع میں یہ تسبیح پڑھتے تھے۔**سبحان ذی الجبروتِ والملکوتِ والکبریاءِ والغطمۃ** (بخاری مسلم) قہر اور بادشاہی اور بڑائی اور بزرگی کا صاحب پاک ہے (یہ تیسوں تسبیحات سبحان ربی العظیم کے بجائے پڑھتے تھے)

اور جب حضور قومہ کیلئے رکوع سے سر اُٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے۔**اللھمہ ربنا لک الحمدملِء السمٰواتِ والارض ومابینھما وملِء ماشیئت من شئی م بعد**۔اے اللہ اے ہمارے پروردگار آپ ہی کیلئے حمد ہے اس قدر حمد جو سارے آسمان بھر کر ہو اور زمین بھر کر ہو۔اور زمین اور آسمان کے درمیان جو کچھ ہے وہ بھر کر ہو، اور ان کے سوا آپ جو کچھ پیدا کرنا چاہیں وہ سب بھر کر ہو۔(ربنا لک الحمد سے بڑھ کر یہ تسبیح ہے)(مسلم شریف) قومہ میں مسلم شریف کی دوسری دعا۔**اللھمہ ربنالک الحمدملا السمٰوٰت وملا الارض وملا ماشئت ومن شئی ءِ بعد اھل الثناء، والمجدحق ماقال العبد و کلنالک عبد" اللٰھم لامانع لمااعطیتالامعطی لمامنعت ولاینفع ذالجد منک الجد**۔اے اللہ ہمارے اے پروردگار ہمارے تیرے واسطے ہے تعریف آسمانوں اور زمین بھر اور بقدر بھرنے اس چیز کے چاہے تو کسی چیز سے پیچھے آسمانوں اور زمین کے اے لائق تعریف اور بندگی کے لائق تر ہے۔اس چیز کے کہ کہا بندے نے، اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں۔یا الٰہی نہیں کوئی روکنے والا اس چیز کو کہ دی تو نے اور نہیں کوئی دینے والا اس چیز کو کہ روک دی تو نے اور نہیں نفع دیتی دولت مند کو عذاب تیرے سے دولت مندی۔

اور پھر سجدہ فرماتے تو (سبحان ربی الاعلیٰ) کے بجائے سجدہ میں پڑھتے) تو یہ دعا پڑھتے **اللھمہ سجدتّ وبک امنت ولک اسلمت سجدو جھی للذی خلقۂ صورۂ وشق سمعۂ وبعرۂ تبارک اللہ احسن الخالقین**۔اے اللہ میں آپ ہی کے آگے اپنی ذلت اور عاجزی کے ظاہر کرنے کیلئے سجدہ کیا ہوں اور آپ ہی پر میں ایمان لایا ہوں میں آپ ہی کا فرمانبردار ہوں اور اپنے سب کام آپ ہیکو سونپ رہا ہوں، میں اپنا سر زمین پر اس ذات مبارک کے سامنے رکھ رہا ہوں جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کو اچھی صورت دی، اور اس کے لئے کان سننے والے اور آنکھ دیکھنے والے، اے اللہ آپ بڑی برکت والے ہیں

جوسب ظاہری بنانے والوں سے بہتر حقیقی طور پر بنانے والے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نماز کے اخیر میں التحیات اور سلام کے درمیان یہ دعا پڑھتے (دوردابراہیمی کے بجائے)

اللھمہ اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلمہ بہ منی انت لمقدمہ وانت لمئوخر لا الٰہ انت ۔اے اللہ معاف کیجئے میرے اگلے گناہوں کو (اگرچہ کے آپ معصوم عن الخطاء ہیں اور ہم سراپا گنہ گار) اور ان گناہوں کو جن کو میں نے چھپ کر کیے اور ان گناہوں کو بھی جن کو میں نے علانیہ کیئے اور ان گناہوں کو بھی معاف کیجئے جن کو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، آپ بعضوں کو عزت دے کر آگے بڑھاتے ہیں اور بعضوں کو ذلت دیکر پیچھے ڈالتے ہیں آپ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے (مسلم) اس کے علاوہ بھی تکبیر تحریمہ کے بعد ابوداؤد ابن ماجہ، نسائی وغیرہ احادیث میں کچھ اور دعائیں تسبیحات پڑھنا بھی منقول ہیں۔ان تفاصیل کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہیکہ صلوۃ رسول وہی کچھ نہیں ہے جو امت مسلمہ اکثر تواتر کے ساتھ پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ یہ تسبیحات اور دعائیں حضور مقبول ﷺ سے پڑھنا ثابت ہیں۔ اس کے تعلق سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ اُمت مسلمہ جواذ کار دُعائیں محمد ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق پڑھتی ہے۔ وہ غلط ہے بلکہ اس بات پر متفق ہیں محمد ﷺ جو پڑھتے تھے اور دیگر دعائیں بھی جو احادیث میں مذکور ہیں دونوں بھی صحیح ہیں کسی میں یہ ہمت نہیں کہ ان میں صرف ایک ہی طریقہ صحیح ہے دوسرا بلکل غلط ہر دو طریقے کی دُعاوں میں اللہ تعالےٰ سے عاجزی اپنی بے کسی اور اپنا مدُعا بیان کرنا ہے دراصل یہ ہی نماز کی روح ہے اس روح کے علاوہ کوئی بھی چیز نماز کی روح نہیں صرف ظاہری چیزیں ہیں باطن تو اخلاص ہے جو براہ راست اللہ سے نماز پڑھنے والا اپنی گذارشات پیش کرتا ہے۔ رسولؐ اللہ اپنی نمازوں میں لمبی لمبی دُعائیں اور تسبیحات پڑھتے تھے کہ آپؐ کے پیروں میں ورم آجاتا تھا اور نماز میں اتنا خشوع وخضوع ہوتا تھا کہ ہم جیسے اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے آپؐ جب کہ معصوم عن الخطاء تھے اس کے باوجود عاجزی وانکساری میں اُمت میں سب سے بڑھ کر تھے صلوۃ رسولؐ تو صحابہ کرامؓ میں بھی بعض بعض صحابہ ہی ادا کرتے ہوں گے ویسی صلوۃ رسولؐ ہم جیسے ناکارہ کیا ادا کرسکتے ہیں البتہ آپ کی سنتوں تک پہنچنے کی حتی الامکان کوشش کرتے رہنگے وہ منشاء رسولؐ صرف تعامل صحابہؓ ہی کسوٹی ہیں۔ جسے ہم سنت ہی کہیں گے۔

مطالب نماز اور منشاء رسول ﷺ: اللہ تعالےٰ ہماری نمازوں کا محتاج نہیں ہے۔ ہم اپنی محتاجی بے

کسی کا اظہار محمد ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقے سے ہی کرسکتے ہیں نماز کے حرکات وسکنات ایک جسم کی حیثیت رکھتے ہیں ذکر واذکار دُعائیں واستغفار اصل میں یہ نماز کی روح ہیں منشاء خداوندی اور منشاء رسولؐ یہ ھیکہ ہم نماز کی اصل روح سے واقف ہوجائیں نماز میں فرائض واجبات ومستحبات ہیں ان کا جاننا بے حد ضروری ہے فرائض وواجبات صحیح طور پر ادا نہیں ہونگے تو نماز میں نقص واقع ہوتا ہے۔

ساری کائنات انسان اشرف المخلوقات کی خدمات کیلئے ہے فرشتے بھی خادم ہیں اللہ تعالےٰ نے کروڑوں فرشتوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے کچھ فرشتے قیام میں ہیں کچھ رکوع کچھ قعدہ میں کچھ سجدے میں کچھ بیت المعمور کے طواف کیلئے مقرر ہیں یہ تمام فرشتے تا قیام قیامت رکوع، سجود، قعود، جیسی عبادتوں کے پابند ہیں ان کے بیوی بچے نہیں روزگار کی کوئی فکر نہیں کھاتے پیتے نہیں یہ صرف اور صرف عبادت خداوندی میں سرشار ہیں ان تمام فرشتوں کی عبادت کا مجموعہ نماز میں قیام، رکوع اور سجدہ ایک مومن کی معراج ہے یہ انسان کھاتا پیتا روزی روزگار کیلئے محنت ومشقت کے بعد بیوی بچوں کی پرورش کا انتظام کرتے ہوئے دن میں پانچ مرتبہ نماز بھی ادا کرتا ہے تو اس کا مقام ومرتبہ فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا ہے نماز کے ہر رکن کی ابتداء اللہ اکبر سے کی جاتی ہے مومن کیلئے نماز ایک مظبوط قلعہ ایک بہترین پناہ گاہ ہے۔ یہاں سے وہ ایک باکردار با اخلاق انسان توحید، رسالت اور آخرت کا علم بردار، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پیامبر بن کر نکلتا ہے اس پناہ گاہ میں ترمیم وتغیر تبدل کرنے کا کوئی بھی مجاز نہیں ہے نہ اس کو اپنی طرف سے کوئی رنگ وروغن کی ضرورت ہے اس میں کسی قسم کا اضافہ بدعت کہلاتا ہے۔

نماز کے حکم کا فائدہ اگر مامور کو بتا دیا جائے کہ اس حکم کے بجالانے کا فائدہ دنیا وآخرت میں ہوگا تو فطرتاً مامور اس حکم کو پوری تندہی اور دلی رغبت کے ساتھ سرانجام دے گا اسی لیے اس نماز کا فائدہ بھی بتلا دیا گیا کہ نماز کی پابندی سے انسان بے حیائی کی باتوں اور ناپسندیدہ کاموں سے رُکا رہتا ہے اور عمل کی حیثیت سے "سبیل المومنین" صحابہ کرامؓ کے تعامل میں داخل ہے نماز اس کو بُری چیزوں سے روک دیتی ہے کیونکہ بندہ جب پابندی کے ساتھ اپنے رب کے حضور میں حاضری دیا کرتا ہے اور جانتا ہیکہ میری کوئی بات میرے مالک سے چھپی ہوئی نہیں رہ سکتی وہ دلوں کی بات بھی جانتا ہے۔ وہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے اور پھر مجھ کو بار بار اطاعت اور فرمانبرداری کا ثبوت اس نماز کے ذریعہ سے دینا ہے۔ ایسا بندہ جانتے بوجھتے کوئی بے حیائی کی

بات یا کوئی ایسا کام جس کو اللہ جانتا ہے یا یہ کہ میرے مالک کو ناپسند ہے کیسے کر سکتا ہوں اگر بھول چوک سے یا نفس شیطان سے مغلوب ہو کر گناہ سرزد ہو گا تو یقیناً اس کو اس کے بعد بڑا رنج ہو گا کہ اب کس منہ سے میرے مالک کے سامنے حاضری دوں گا قبل اس کے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گا یقیناً روئے گا گڑگڑائے گا توبہ کرے گا، دُعائے مغفرت کرے گا اس کے بعد نماز کیلئے حاضر ہو کر پھر پوری کوشش کرے گا کہ دوبارہ کسی طرح کی نا فرمانی نہ ہو۔ اسلام کا نظام حق وعدل دو بنیادی ستونوں پر قائم ہے ایک وحدت الٰہ دوسرا وحدت آدم اگر یہ دونوں بنیادیں ڈھادی جائیں تو پھر صالح معاشرہ صالح تمدن کا وجود میں آنا ناممکن ہے یہ نماز کے ذریعہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے دوسرے معنوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد نماز کے اندر موجود ہے جس کا جاننا بے حد ضروری ہے۔

نماز کا پہلا جزء جو مستحب ہے۔ انی وجھی للذی فطر السموٰتِ والارض حنیفا وما انا من المشرکین : میں نے اپنا رخ یکسو ہو کر اس ذات کی طرف پھیرا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ یہ اقرار اُمت مسلمہ سے کروایا جا رہا ہے کہ میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں سب آستانوں سے کٹ کر زمین وآسمان کے مالک کے آستانہ پر روبرو حاضر ہوں اور پوری یکسوئی اور دلجمعی سے اے خالق کائنات تیری توجہ اور کرم چاہتا ہوں تو ہی مشکل کشا تو ہی حاجت روا اور دستگیر غوث اعظم ہے یہ کسی غیر مسلم سے اقرار نہیں کرایا جا رہا ہے یہ اقرار تو پیغمبر ابراہیم علیہ السلام نے کیا اور ملت اسلامیہ کے افضل الانبیاء افضل البشر رسول مقبول محمد ﷺ نے کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا صالحین عظام رحمت اللہ علیہم اجمعین نے کیا اور اُمت مسلمہ از بعثت تا قیام قیامت کر رہی ہے۔ اور کرتی رہے گی، اُمت مسلمہ یہ اقرار میں مشرکین میں سے نہیں ہوں خالص رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں کر رہی ہے اور جو رسول اللہ کی اتباع نہ کرے بالخصوص اقرار توحید کے معاملہ وہ مشرک کہلائیگا اور اُمت مسلمہ کی فہرست ہی سے خارج ہو جائیگا۔ مسلم شریف میں ایک حدیث شریف کا مفہوم یہ ہیکہ میری اُمت تمام کی تمام جنت میں جائیگی مگر جو میری اتباع نہ کرے وہ جہنمی ہے اور میری اُمت کہلانے کا مستحق بھی نہیں ہے بخاری شریف میں آپ ﷺ فرماتے ہیں مجھے یہ خوف اور خطرہ بھی نہیں اور میں پر اُمید ہوں کہ میری اُمت شرک میں مبتلا نہیں ہوگی۔ بلکہ فتنوں میں مبتلا ہوگی۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اُمت میں شامل رہنے کیلئے یہ ضروری ہیکہ شرک جسے ظلم عظیم کہا گیا

ہے۔ اُس سے بچنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے اور ہمیشہ شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگی جائے اس کیلئے عشق رسول کا صرف دعوی زبانی طور پر کافی نہیں بلکہ اس کیلئے عشق رسولؐ کے گھٹیا لفظ کے بجائے حب رسولؐ اور اتباع رسول کو لازم قرار دے اور اُمت مسلمہ میں شامل ہونے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ جو لوگ خدا کی توحید پر ایمان لائے اور اپنے ایمان کو بے راہ روی اور ظلم یعنی شرک سے بچاتے رہے ان ہی کو امن ہو گا وہ مومن کہلائینگے اُن ہی کیلئے عافیت ہے اور وہی راہِ راست صراطِ مستقیم پر رہینگے۔

نماز میں روح اگر پیدا نہ ہو تو یہ نماز بیکار ہے۔ فلاح اور کامیابی کیلئے نماز ضروری ہے سورہ مومنون میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اُن لوگوں نے فلاح پائی جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں۔ وہ نماز ہی حقیقی نماز ہے جس میں دل حاضر ہو اور وہ یقین کے ساتھ پڑھی گئی ہو حدیث جبریلؑ میں جسے احسان کہا گیا ہے وہ یہ ہیکہ اس یقین کے ساتھ عبادت کرو کہ تم گویا اللہ تعالےٰ کو دیکھ رہے ہو یا اللہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ رفع یدین کرنا یا نہ کرنا نماز کی روح ہے اور نماز کی جو اصل روح تھی اُس کو بھول گئے۔ سورہ مدثر میں جہنم میں جانے کی وجہ نماز کے چھوڑ دینے کے ہیں۔ سورہ نون والقلم قیامت کے دن اللہ تعالےٰ جب تجلی فرمائینگے۔ جو لوگ نماز پڑھتے تھے سب اللہ کے سامنے جھک جائینگے۔ اور جو لوگ نماز نہیں پڑھتے تھے تندرست تھے نماز کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ سجدہ یعنی نماز نہیں پڑھتے تھے بے نمازی کی کوئی بھی نیکی قابل قبول نہیں اور اگر نماز درست ہے تو سب درست ہے نماز ہی فاسد ہے تو ہر چیز بے کار ہے۔ قیام نماز کیلئے قیام فرض ہے قیام کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی اگر کوئی عذر ہو تو بیٹھ کر یا لیٹ کر یا اشارہ سے بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے ایک فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ قیام میں قبلہ رو ہونا بھی فرض ہے۔ پاؤں کی انگلیوں کا رخ بھی قبلہ رو ہو حالت قیام میں پیر کی انگلیوں کا رخ دائیں بائیں نہ ہو پیر سے پیر ملانے کی چکر میں انگلیوں کا رخ مڑ جاتا ہے پاؤں کی انگلیاں ٹیڑھے ترچھے یا قینچی کی حالت میں پیر کا رکھنا اس سے پیر کی انگلیاں کا رُخ قبلہ کی طرف سے ہٹ جاتا ہے اور ایک واجب ترک ہو جاتا ہے اس کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے ہاتھ کی ہتھیلوں کا رُخ بھی قبلہ کی جانب ہو۔

نیت

نیت فرض ہے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور نیت کا تعلق دل سے ہے جس کسی کو یہ عذر ہو کہ زبانی طور

پر الفاظ ادا کئے بغیر دل سے تعلق نہیں پیدا ہوا تو وہ زبان سے الفاظ دُہرائے

تکبیر تحریمہ: تکبیر تحریمہ اسلیئے کہتے ہیں کیونکہ اس کے بعد بات چیت کرنا اور دیگر جائز اُمور بھی حرام ہو جاتے ہیں صرف ، اللہ سے تعلق پیدا ہوتا ہے جو بغیر کسی وسیلے کے ہے صرف اللہ کی عبادت ہو گی ۔ دل و دماغ ہر چیز اللہ کے حوالے کرنا ہے اور عملی طور پر نماز میں داخل ہونا ہے دل حاضر ہوتا ہے اور اللہ بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر شیطان وسوسے ڈالتا ہے تو اللہ توجہ ہٹا لیتا ہے ۔ دل کے حضور کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری ہے نماز میں داخل ہونا تحریمہ ہے اور یہ واجب ہے ۔ ہتھلیوں کا رُخ قبلہ کی جانب ہو دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک یا کانوں تک یا کانوں کے اُوپر تک بھی اُٹھانا صحیح ہے کانوں کو چھونا یا کانوں کا پکڑنا صحیح نہیں ہے ۔ بخاری و مسلم میں کندھوں یا کانوں تک اُٹھانے کا ذکر ہے صحیح مسلم میں دونوں ہاتھوں کا کانوں کے اُوپر تک اُٹھانا بھی آیا ہے لہذا یہ تینوں طریقے بھی صحیح ہیں ۔ قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کا کندھوں یا کانوں تک اُٹھانے کا مقصد یہ ھیکہ تمام معبودانِ باطل اور غیر اللہ سے اظہار بیزاری کا اعلان ہے اکثر آئمہ مساجد اور مقتدی حضرات کانوں کو پکڑ کے ہتھیلوں کا رُخ اپنے گالوں کی طرف کر کے گویا نماز سے ہی بیزاری کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں یہ طریقہ صحیح نہیں ہے ۔

زبان سے تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کب کہیں اور رفع یدین کب کریں اس تعلق سے مسلم شریف میں رفع یدین پہلے کریں اور پھر تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنا کا ذکر ہے اور بخاری و مسلم میں تکبیر تحریمہ اللہ اکبر پہلے کہیں اور رفع یدین بعد میں کرنے کا ذکر ہے مگر جمہور کا اتفاق ھیکہ اللہ اکبر اور رفع یدین دونوں ساتھ ساتھ ہوں اس سے بخاری و مسلم کا انکار لازم نہیں آتا جو چیز تواتر سے ثابت ہو وہی درست قرار دی گئی ہے ۔

ہاتھ کہاں باندھیں: سہل بن سعد سے روایت ھیکہ لوگوں کو رسول اللہؐ کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں (بخاری شریف) صحیح مسلم میں ہے سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھیں اور سینے کے نیچے اور ناف کے اُوپر ہاتھ باندھیں ۔ صحاح ستہ میں کوئی متصل روایت سینے پر ہاتھ باندھنے کی نہیں ہے ۔ ابوداؤد میں ایک مرسل روایت ھیکہ حضرت طاؤس تابعی کسی بھی صحابیؓ کی سند کے بغیر رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ دایاں ہاتھ نماز میں اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر اپنے سینے پر باندھا کرتے تھے ۔ امام ترمذی جو محدث ہیں مقلد نہیں ہیں وہ بھی امام مسلمؒ کی طرح سینے کے نیچے اور ناف کے اُوپر ہاتھ باندھنے کی روایت کے

علاوہ ایک مرفوع روایت ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی بھی لاتے ہیں ان دونوں ترمذی کی روایتوں کو ناصر الدین البانی صحیح قرار دیتے ہیں ۔ لہٰذا ان تینوں طریقوں پر ہاتھ باندھنے سے نماز میں کوئی نقص نہیں ہوتا ۔

ثناء: دُعائے استفتاح ۔ نماز کے آغاز کیلئے احادیث میں مختلف دُعائیں ہیں اور جو مروج ہے وہ ترمذی شریف کا عام ثناء ہے ۔ سبحنک اللھمہ وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک : اے اللہ تو پاک ہے ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تسبیح کے لائق تو ہی ہے تعریف اور حمد کے لائق بھی تو ہی ہے اور تیرا نام برکتوں والا ہے تیرا نام بابرکت ہے اور تیری بزرگی بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں جس کو معبود سمجھا جائے جس کو مشکل کُشائی اور دستگیر سمجھا جائے جس سے آرزوئیں اور اُمیدیں وابستہ کی جائیں ۔ رب حقیقی اور معبود حقیقی تیرے سوائے اور کوئی نہیں ہے ۔ عبد کے معنی بندہ اور غلام معبود کے معنی جس کی بندگی غلامی اور عبادت کی جائے اسی سے عباوت ہے عبادت صرف نماز روزہ حج وزکوٰۃ ہی نہیں نماز کے اندر قیام ، رکوع ، سجدہ ، قعدہ ، وغیرہ سب عبادات ہی ہیں ۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے کسی اور زبان میں عبادت کا صحیح مفہوم ادا ہی نہیں ہو سکتا انگریزی لفظ Worship اور اہل ہنود کا لفظ پوجا ہے اس سے عبادت کا معنی نکھر کر سامنے نہیں آتا ۔ عبداللہ کا غلام معبود کی عبادت میں بندھا ہوا ہے مسلمان مومن کوئی کام بھی بغیر اللہ کے حکم کے نہیں کر سکتا جس کام میں اللہ کی رضا اور اللہ خوش ہوتا ہے وہ اگر مسلمان انجام دے تو وہ عبادت اور جو کام اللہ کے حکم کے خلاف ہے رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی صراحت کر دی ہے اُس کے خلاف کرنا اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف جس کسی کی بھی اطاعت کی جائے گی وہ اُس شخص کی عبادت شمار ہو گی اللہ کی عبادت نہیں ہو گی اس میں دنیا کے ہر کام جو جائز اور حلال ہیں وہ حکم خداوندی کے مطابق ہیں تو وہ عبادت ہے ۔ رکوع سجدہ وغیرہ اللہ کے حکم کے خلاف غیر اللہ کیلئے کرنا یہ غیر اللہ کی عبادت ہو گی اللہ کی عبادت نہیں ہو گی ۔ اسی بات کا اقرار ثناء میں اللہ تعالےٰ کرا رہا ہے ۔ اس کا تصور کر کے مسلمان نماز شروع کرتا ہے وہ نماز کی روح سے واقف ہو جاتا ہے اور یہ اقرار کسی مشرک یا کافر سے نہیں کرایا جا رہا ہے بلکہ ایک مسلمان اپنی نماز میں اللہ تعالےٰ کی بزرگی بڑائی تسبیح اور اُس کے معبود ہونے کا ہوش و حواس کے ساتھ اقرار کر رہا ہے ۔

تعوذ: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم: شیطان مردود کے تکبر سے شیطان کے خبط سے پاگل پن سے

اُس کے شعر و شاعری سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ شیطان کی صفت رجیم ہے رجیم کے معنی سنگسار کردہ کے ہیں۔ ایک دمکتا ہوا شہاب ثاقب شیطان کا تعاقب کرتا ہے۔ اور نشانہ بناتے ہیں اور شیاطین شہاب کی سنگباری کا ہدف بنتے ہیں اور شیطان خدا کے محفوظ کیے ہوئے حدود میں داخل نہیں ہو سکتا۔ شیطان راندہ درگاہ ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے آدم کو تمام قوتوں اور صلاحیتوں سے آراستہ کرنے کے بعد اس کے اندر روح پھونک دی، انسان کو جو شرف وقبولیت حاصل ہے۔ وہ تمام تر ان قوتوں اور صلاحیتوں اور اس روح یزدانی کی بدولت ہے جو انسان کو ودیعت ہوئی ہیں۔ اگر انسان ان صلاحیتوں کی حفاظت کرے اور ان کو ترقی دے تو مسجود ملائکہ ہے اور اگر ان کو برباد کردے تو پھر وہ نہ صرف ایک حیوان بلکہ حیوانات سے بھی بدتر ہے۔ انسان کے اندر جو نور ودیعت ہوا ہے جو اس کے تمام روحانی کمالات کا سرچشمہ ہے اور اسی کے واسطے سے وہ خدا سے جڑتا ہے بشرطیکہ وہ اس کی پوری حفاظت کرے اور اگر وہ ضائع کردے تو وہ ایک بے چراغ گھر ہے، جس کے اندر صرف تاریکی ہی تاریکی ہے۔ قرآن کا اصل دشمن شیطان ہی ہے جب قرآن پڑھا یا سنا جاتا ہے تو وہ اس کیخلاف وسوسہ اندازی کیلئے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اس کے پڑھنے والوں اور سننے والوں کے دلوں میں وہ خود بھی وسوسے بھرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اُن لوگوں کو بھی اللہ کی راہ سے صراط مستقیم سے روکنے کی اس مہم میں اپنا شریک کار بنالیتا ہے جو انسانوں میں سے اس کے اولیاء اور دوست کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تعوذ کی تاثیر آدمی کے دل کی حالت پر منحصر ہے اگر آدمی محض زبان سے تعوذ کے الفاظ دہراتا ہے تو اس کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا لیکن جن کے دل کی گہرائیوں سے یہ دُعا نکلتی ہے وہ اس سے ایک ایسی قوت وطاقت حاصل کرتے ہیں جو شیطان اور اس کے اولیاء سے نبرد آزمائی میں بڑا سہارا بنتی ہے۔ یہ نبرد آزمائی اس امتحان کے مقتضیات میں سے ہے جو اللہ تعالےٰ نے اس دنیا میں انسانوں کیلئے مقرر کر رکھا ہے۔ تعوذ کی یہ برکت ہے کہ اگر آدمی کو اس کا سہارا حاصل ہو تو وہ شیطان اور اس کے ایجنٹوں سے شکست نہیں کھاتا۔ شیطان کا زور صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا دوست بناتے اور اللہ کے شریک ٹھیراتے ہیں ان لوگوں پر اسکا کوئی زور نہیں چلتا جو ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں شیطان سے مار وہی کھاتا ہے جس کے اندر شرک کی کچھ آلائش ہوتی ہیں۔ حجاج کرام اللہ تعالےٰ کے حکم سے شیطان کو رجم سنگسار اس لیے تو کرتے ہیں کہ وہ سنگسار ہی کرنے کے قابل ہے سورہ ناس میں اللہ تعالےٰ کی پناہ اللہ تعالےٰ کی تین صفات رب الناس، ملک الناس، اور الہ الناس کے واسطے سے چاہی گئی ہے اور یہ تینوں صفتیں اللہ تعالےٰ کے ان بنیادی حقوق کو بھی متعین کرتی ہیں جو بندوں پر عائد ہوتے ہیں اور پھر یہ

رہنمائی بھی دیتی ہیں کہ ان صفات سے جو ذات متصف ہوتی ہے وہی اہل ہے کہ بندے مشکلات میں اس کی پناہ ڈھونڈیں اور وہی اس لائق ھیکہ وہ بڑے سے بڑے دشمن کے مقابلہ میں بھی ان کو پناہ دے۔ جو لوگوں کا پروردگار ہے وہی حقدار ھیکہ لوگوں کا حقیقی بادشاہ ہو اور جو حقیقی بادشاہ ہو وہی حقدار ھیکہ وہی معبود ہو اگر پروردگار کے سوا کوئی دوسرا بادشاہ بن کر اپنا قانون چلائے اور حکم چلائے تو یہ چیز ناجائز ہے اور رب کے سوا کسی اور کو لوگ اپنا معبود بنائیں تو یہ چیز بھی حرام ہے۔ اللہ تعالےٰ کو ان تین صفات سے متصف مان لینے کے بعد شرک کے تمام رخنے بند ہو جاتے ہیں۔ اور ان صفتوں میں ایسا لزوم ھیکہ ایک کو مان لینے کے بعد دوسری صفتوں کو ماننا لازم ہو جاتا ہے۔ شیطان کے شر، وسوسہ اندازی پروپگنڈہ اور پُرفریب وعدوں سے شیطان لوگوں کو اپنے دام فریب میں پھنساتا ہے جس سے انسان کی دنیا اور عاقبت برباد ہو جاتی ہے۔ شیطان کا واحد ھتیار وسوسہ اندازی جس سے وہ گمراہ کرتا ہے جب بندہ سچے دل سے تعوذ پڑھے گا تو وہ اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے۔ شیاطین جنوں اور انسانوں دونوں میں سے ہوتے ہیں۔ البتہ اس نے بنی آدم کو گمراہ کرنے کیلئے جس مشن کا اعلان کیا تھا وہ مشن اس کے مریدوں کے ذریعہ سے قیامت تک قائم رہے گا جو انسانوں اور جنوں میں سے اپنی خدمات اس کیلئے پیش کرینگے۔

تسمیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم :شروع اللہ کے نام سے جس کے سوا کوئی الہ نہیں تمام عبادات قیام، رکوع، سجود سب اللہ کیلئے ہے اس کی ذات وصفات میں کوئی بھی شریک نہیں "رحمن" اللہ کی رحمت کے جوش وخروش (صفت رحمن) کو ظاہر کررہی ہے اور دوسری صفت "رحیم" اس کے دوام وتسلسل کو ظاہر کررہی ہے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اللہ کی رحمت اس خلق پر ہے بھی اسی نوعیت سے، اس میں جوش ہی جوش نہیں ہے بلکہ پائداری اور استقلال بھی ہے۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ اپنی رحمانیت کے جوش میں دنیا پیدا تو کر ڈالی ہو لیکن پیدا کر کے پھر اس کی خبرگیری اور نگہداشت سے غافل ہو گیا ہو بلکہ اس کو پیدا کرنے کے بعد وہ اپنی پوری رحمانیت کے ساتھ اس کی پرورش اور نگہداشت بھی فرمارہا ہے بندہ جب بھی اسے پکارتا ہے وہ اس کی پکار سنتا ہے اور اس کی دُعاوں اور التجاوں کو بغیر کسی وسیلہ اور ذریعہ کے اور اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ صرف نماز ہی ہے جس سے وہ شرف قبولیت بخشتا ہے پھر اس کی رحمتیں اسی چند روزہ زندگی ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ جو لوگ اس کے بتائے ہوئی راستے صراط مستقیم پر چلتے رہینگے ان پر اس کی رحمت ایک ایسی ابدی اور لازوال زندگی میں بھی

ہوگی جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے بلکہ غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ ساری حقیقت اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک رحمٰن اور رحیم کے دونوں لفظ مل کر اس کو ظاہر نہ کریں (ثناء، تعوذ اور تسمیہ یہ سب مسنون ہیں)

فرضیت سورۂ فاتحہ: سورۂ فاتحہ فرض ہے اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی اگر چہ کہ اس کے ساتھ ہی ضم سورہ تین آیات تک پڑھنا بھی فرض ہے۔ اور یہ انفرادی نمازوں کے تعلق سے ہے سب ہی اس پر متفق ہیں۔ سورہ فاتحہ اس لئے فرض قرار دی گئی ہے کہ اس پر غور و فکر اور تدبر کیا جائے سورہ فاتحہ کو اُم الکتاب، کتاب الصلواۃ کے علاوہ اس کے اور بھی نام ہیں۔ اُم الکتاب اور کتاب الصلواۃ سے بھی یہی مطلب نکلتا ہیکہ نماز تو اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی اس سورہ میں مومن کا مکمل عقیدہ توحید، رسالت، اور آخرت پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور عملی طور پر عبادات (اللہ تعالےٰ کی مکمل تابع داری اور تقوٰی) پر زیادہ تاکید ہے جس کے سوا ایک مسلمان کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ عبادات میں فرامین خداوندی پر استحکام، اوامر پر جم جانا نواہی سے گریز، معاملات میں اقربا کے حقوق پڑوسی سے اچھا برتاؤ اگر چہ کہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، عبادات اور معاملات کے نتیجہ میں مسلمان ایک باکردار انسان بن جاتا ہے ایک مسلمان کا کردار ایسا مثالی ہونا چاہیے کہ وہ اپنے سے بڑے بزرگوں کی تعظیم اور اپنے سے چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ کرے فحش گوئی بات بات پر آستین چڑھانا یہ انسانیت سے بعید اور یہ مسلمان کا شیوہ نہیں کردار سازی کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ محمد ﷺ کو خلق عظیم کے بلند مرتبہ پر فائز کیا گیا ہے اس کا پرتو صحابہ کرامؓ کے کردار میں نمایاں ہے اور یہی اللہ تعالےٰ کو مطلوب ہے آج کا مسلمان اس کو بھولا ہوا ہے کردار سازی کی یہ سنت انسانیت کی معراج ہے۔ سورہ فاتحہ کو صرف بطور ورد ہزار بار بھی دہرالیں تو اس کا ثواب تو ضرور ملے گا مگر علم د شعور کے ساتھ تدبر کریں تو اس کی بات ہی دوسری ہے سورہ فاتحہ سے عقیدہ ہی درست نہ ہو تو گویا اس نے سورہ فاتحہ پڑھی ہی نہیں۔ سورہ فاتحہ کو سمجھنے اور غور و فکر کرنے کیلئے ہی اسے فرض قرار دیا گیا ہے یوں تو پورا قرآن مجید ہی غور فکر اور سمجھنے کیلئے ہی نازل کیا گیا ہے نماز کی ہر ہر رکعت میں جب جب بھی سورہ فاتحہ پڑھی جائیگی تو غور و فکر بھی زیادہ ہی ہوتی ہے امام پڑھ رہا ہو تو ان الفاظ پر غور و فکر بھی زیادہ ہی ہوتی ہے بجائے اس کے کہ امام کے پیچھے خود بھی پڑھ رہا ہو تو غور و فکر کہاں ہوگا۔ سورہ فاتحہ کی اہمیت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے مگر امام کے پیچھے مقتدی کے پڑھنے اور سننے میں ہے اسلیئے اس پر گفتگو بھی ذرا طویل ہی ہونی چاہیئے۔

موجودہ دور میں اہل بدعت ضعیف اور موضوع روایات کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور انہی روایات کے ذریعہ منکرین احادیث اور دہریہ قسم کے لوگ دین پر معترض ہوتے ہیں ایسی صورت میں علماء پر یہ فرض اور قرض ہیکہ وہ ضعیف اور موضوع روایات ایمانیات اور اُصولیات کے متعلق بیان کرنے سے احتیاط کریں، محدثین، آئمہ رجال و ماہرین جرح وتعدیل بنیادی عقائید کے تعلق سے کافی محنت اور جستجو کے ساتھ کھرا اور کھوٹا الگ کر کے امت مسلمہ پر احسان عظیم کیا ہے اور فروعات کے معاملہ میں سکوت اختیار کیا ہے وہ فردعی اور جزوی مسائل جن سے دین وایمان میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا اس کو ثانوی حیثیت دی ہے وہ بنیادی عقائید جو اس کے ستون کہلاتے ہیں اس پر عمل کرنے کیلئے و نیز عصمت ابنیاءؑ پر حرف گیری صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کی کردار کشی اور صحابہ کرامؓ کی دردغ گوئی والی روایات جو نا قابل قبول ہیں ان روایات پر ان آئمہ رجال اور آئمہ جرح وتعدیل نے جو ذخیرہ امت کو من وسلوٰی کی حیثیت سے پیش کیا ہے دیگر ادیان اس سے محروم ہیں یہ امت مسلمہ کی ناقدری ہے جو اس سے استفادہ نہیں کر پا رہے ہیں اور علماء کرام جو امین کہلاتے ہیں اس سے کماحقہ واقفیت کے باد جود عوام کو فردعات میں اس قدر غرق کر رہے ہیں کہ عوام ان فردعات کو ہی دین کی اصل قرار دیکر سر پھٹول میں مشغول اپنے کردار کی ایسی بھونڈی مثال پیش کر رہے جس سے غیر مسلم بھی سونچنے پر مجبور ہیں کہ واقعی اسلام کی تربیت ہی ایسی ہے جس سے مسلمان انسانیت کے درجہ سے گرتا جا رہا ہے۔

عام مسلمانوں کا بھی یہ فرض بنتا ہیکہ وہ ان فردعات میں نہ الجھیں اور اپنی تمام تر توجہ بنیادی عقائید پر مبذول کریں جزوئیات پر سکوت اختیار کرنا دانشمندی ہے اس سے امت مسلمہ میں اتحاد واتفاق قائم رہتا ہے ورنہ انتشار بے چینی بے سکونی اور افراتفری کا ماحول ہوگا اور اصل دین سے فرار یہی شیطان کی چال ہے جسکا اس نے عہد کیا ہوا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو اپنے دام تزویز میں پھانس کر اسلام کو مشکوک بنا دے گا۔

احادیث رسولؐ کا معاملہ ایسا نہیں ہیکہ کوئی بھی شخص بلا تحقیق عالم ہو یا غیر عالم یہ کہدے کہ قال رسول اللہ۔ رسول ﷺ نے فلاں فلاں بات فرمائی اور فلاں عمل کیا ہے۔ اس کیلئے رسول ﷺ اللہ کی وعید اور سخت تنبیہانہ متواتر احادیث صحیحہ کو پیش نظر رکھے۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مردی ہیکہ رسول ﷺ اللہ سے اگر کوئی حدیث روایت کرے اور اس

کے صحیح یا غیر صحیح ہونے میں اسے شک ہو تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے کیونکہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے جو مجھ سے کوئی حدیث بیان کرے اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ شائد صحیح نہ ہو۔

اسی باعث خلفاء راشدین اور صحابہ اکرام حضورؐ سے روایت کرنے میں اور قال رسول اللہؐ کہنے میں احتیاط برتتے تھے اور ابو بکرؓ و عمرؓ سے جب کوئی حدیث بیان کی جاتی تو جب تک اس کیلئے کوئی گواہ نہ ہوتا اس حدیث کو نہ سنتے اور اس معاملہ میں ڈانٹ ڈپٹ کرتے اور حضرت علیؓ حدیث کی روایت پر قسم لیتے محتاط صحابہؓ اور تابعین بھی اسی قسم کی رائے رکھتے تھے یا اس کے قریب اس خوف کے باعث کہ کہیں حدیث میں کمی یا زیادتی اور بھول نہ ہو جائے۔ اور اس روایت حدیث کے معاملہ میں محتاط لوگوں میں سے ابو حنیفہؒ نعمان بن ثابت بھی ہیں۔ نیز صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ضروری ہیکہ اسناد بھی دین میں داخل ہیں کیونکہ ان پر مجتہدین کا دار و مدار ہے۔ بخاری مسلم میں مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہیکہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہیکہ جو قول و فعل میرا نہیں اور مجھ سے غلط منسوب کیا گیا، مجھ پر جھوٹ بولنا اوروں پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے، جو کوئی مجھ سے غلط بات منسوب کرے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرنا چاہیئے۔ بخاری اور دار قطنی میں سلمٰی بن الاکوع سے روایت ہے نبی کریمؐ نے فرمایا جو شخص مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔ مسند احمد، ابن ماجہ نے ابو قتادہؓ سے روایت کیا ہیکہ حضورؐ کو اس منبر پر فرماتے سنا جو شخص میری جانب کسی بات کی نسبت کرے اسے حق اور سچ کے علاوہ کچھ نہ کہنا چاہیئے اور جو شخص ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیئے۔

احادیث متواترہ سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے چاہے وہ مقطوع ہی کیوں نہ ہو۔ ہر وہ روایت جو توحید کی تائید اور رد شرکیات کی بابت ہوں وہ ضعیف اور موضوع ہی کیوں نہ ہو اور اس کے راوی غیر ثقہ ہی کیوں نہ ہوں قابل قبول ہے اس کے برخلاف شرک کی تائید اور توحید کو شرک بتانے والی اور شرک و بدعات کی اشاعت کرنے والی ہوں اس کے راوی چاہے کتنے ہی ثقہ ہوں اور وہ صحیح کہلائی جاتی ہوں تو بھی وہ نا قابل قبول ہیں۔ چونکہ اس پر دین کا دارومدار ہے۔

کسی بھی محدث اور ماہرین جرح و تعدیل نے کسی بھی صحابیؓ پر کوئی جرح نہیں کی ہے اسلیئے کہ وہ بخوبی اس سے واقف تھے کہ صحابہ کرامؓ اگر چہ کے معصوم نہیں ہیں دروغ گو کبھی نہیں رہے اور انہوں نے کبھی

بھی رسول اللہؐ سے کوئی غلط بات منسوب نہیں کی ہے اس کے برخلاف اگر کوئی نا عاقبت اندیش صحابہ کرامؓ کو دروغ گو، حافظے کی کمزوری یا کسی ایسے عیب سے متصف کرتا ہے تو اس کو اپنی خیر منانی چاہیے کیونکہ ایک طبقہ ایسا ضرور ہے جو صحابہؓ کو ہدف ملامت بناتا ہے خصوصاً ازواج مطہراتؓ، صحابہ کرامؓ میں شیخین کو اور پھر عبداللہ ابن مسعودؓ کو۔ جب اللہ تعالےٰ گواہی دے رہا ہیکہ جو صحابہ کرامؓ سے راضی ہے اس سے اللہ بھی راضی ہے اور جس سے اللہ ناراض ہو وہ اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔ اور رسول اللہؐ فرماتے ہیں جو صحابہؓ سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ اللہ سے محبت رکھتا ہے، جو صحابہؓ سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اور اللہ اس سے بھی بغض رکھتا ہے اور اللہ سے بغض رکھنے والا اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ صحابہ کرامؓ کے تعلق سے بھی سخت احتیاط رکھنا ضروری ہے اور نازیبا، ناروا الفاظ صحابہؓ کے تعلق سے کہنے سے پہلے دس بار سوچ لیں اور رسول اللہؐ سے کوئی غلط بات منسوب کرنا تو اور بھی غلط بات ہے۔ جن جن لوگوں نے بھی جرحیں کیں ہیں سب کے سب غیر صحابہؓ پر جرحیں ہیں اسلیئے یہ عیب روایات حدیث میں موجود تھا اور ہے صحابہؓ کا اس سے دور دور تک بھی نام و نشان نہیں۔ عبداللہ ابن مسعودؓ سے بھی روایات غلط منسوب کی گئی ہیں ان کے متعلق بعض کوفیوں نے بیان کیا ہیکہ ان کی وفات کوفہ میں ہوئی ورنہ سارے آئمہ رجال و مورخین کا اجماع ہیکہ ان کی وفات بہ زمانہ خلافت حضرت عثمان غنیؓ ۳۲ھ میں مدینہ میں ہوئی اور آپؓ بقیع میں دفن ہوئے، سارے اکابر محدثین و آئمہ رجال یہی کہتے ہیں کہ ان کے جنازے کی نماز حضرت عثمانؓ ہی نے پڑھائی تھی مگر بعض کوفیوں نے یہ کہا کہ ان کی جنازے کی نماز حضرت زبیرؓ نے پڑھائی اور راتوں رات ان کو چپکے سے دفن کر دیا اور حضرت عثمانؓ کو خبر تک نہ کی، صبح کو جب ان کی وفات اور دفن کا حال معلوم ہوا تو حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ پر بہت خفا ہوئے کہ مجھ کو خبر کیوں نہ کی تو حضرت زبیرؓ نے کہا یہی ان کی وصیت تھی اسلیئے میں مجبور تھا۔ مگر یہ ایک من گھڑت بات ہے یہ اس وجہ سے غلط منسوب کیا گیا ہیکہ حضرت عثمانؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ میں جمع القرآن میں اختلاف تھا جمع القرآن کے تعلق سے ان دونوں حضرات میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور عبداللہ ابن مسعودؓ سے یہ روایت بھی غلط منسوب کی گئی ہیکہ عبداللہ ابن مسعودؓ معوذتین کو قرآن کا جزء نہیں مانتے تھے ان غلط روایتوں کو جو عبداللہ ابن مسعود سے غلط منسوب کی گئی ہیں اس کو صحیح مان کر کچھ کم فہم لوگ عبداللہ بن مسعودؓ کو سٹھیا گئے تھے آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ جیسے نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں اور کچھ حضرات تو حافظہ خراب ہونے کی بات ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمد یوسفؒ سے منسوب کرتے ہیں یہ سب بلا تحقیق باتیں ہیں اگر امام محمد بھی کہتے ہوں تو

رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کہ قرآن کو اور دین کو سمجھنے کیلئے عبداللہ ابن مسعودؓ سے دین کو قرآن کو سمجھو۔ رسول اللہؐ کے مقابل میں کسی اور کی بات کی کیا وقعت رہ جاتی ہے ایسی اندھی اور جامد تقلید کا کوئی ہوش مند آدمی قائل ہی نہیں ہوسکتا منشاء رسولؐ اور منشاء صحابہؓ کو سمجھنے کیلئے رسول اللہؐ سے اور صحابہ کرامؓ سے محبت بے حد ضروری ہے۔ اگر حب رسولؐ اور حب صحابہؓ کا جذبہ پیدا ہوجائے تو اتباع رسولؐ اور تعامل صحابہؓ پر عمل کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا سنت والجماعت میں شامل بھی اسی وقت ہوا جائیگا جب اتباع رسولؐ اور تعامل صحابہؓ کو اپنے دانتوں سے مظبوطی سے پکڑلیا جائیگا اور وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔

احادیث فاتحہ خلف الامام

موطا امام مالک مع الزرقانی۔ حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا جس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی سوائے اس کے کہ امام کے پیچھے ہو۔

مسلم شریف:۔ باب السجود حضرت زید بن ثابت سے دریافت کیا گیا تو فرمایا امام کی اقتداء میں کچھ بھی قرائت نہ کی جائے۔

امام مسلم فرماتے ہیں امام اسی لیئے مقرر کیا گیا ہیکہ اس کی اقتداء کی جائے اس کی تکبیر سن کر تکبیر کہو اور جب وہ پڑھے تو تم چپ رہو (یعنی جہری نماز میں سنو) (عمادالدین ابن کثیرؒ اور امام مالکؒ بھی اسی کے قائل ہیں)۔

موطا امام مالکؒ اور بیہقیؒ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے۔ جب ان سے دریافت کیا جاتا کہ کیا امام کے پیچھے قراءت کی جائے تو فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کیلئے امام کی قراءت کافی ہے اور جب تنہا نماز پڑھے تو خود قراءت کرے۔ امام محمدؒ، ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے مشترکہ شاگرد دونوں کی تائید یعنی سری میں سورہ فاتحہ پڑھنا اور جہری میں خاموشی سے سننے کے اور امام کی قراءت کو اپنے لئے کافی سمجھنا بھی صحیح قرار دیتے ہیں)

بخاری ۱/۵۳۱۔ قرآن مجید پڑھتے وقت خاموش رہو اسلیئے کہ نماز میں ایک خاص مصروفیت ہے اور قراءت کیلئے تمھارا امام کافی ہے۔

محدثین حضرات نے تقریباً روایت کے شروع میں سند کو نقل کرنے کی ضرورت کو اہمیت دی اس طرز عمل کا مطلب یہ ہیکہ وہ روایات کی صحت وسقم کی ذمہ داری اپنے قارئین اور محققین پر ڈال رہے ہیں۔ کہ مواد ہم نے جمع کردیا اب یہ تمھارا فرض ہیکہ اسے تحقیق وتنقید کے معیار اور اہم نتائج اخذ کرنے کیلئے صرف ان روایات پر بھروسہ کرو جو تحقیق وتنقید کے معیار پر پوری اترتی ہوں انہیں قبول کرو ورنہ انہیں رد کردو۔ ضعیف ومجہول راوی کی بات عام واقعات کے معاملہ میں کسی درجہ میں شائد قبول ہوسکتی ہو لیکن اس کے ذریعہ ایسی بات ثابت نہیں ہوسکتی جس سے کسی صحابی کی ذات مجروح ہوتی ہو۔ عدالت قرآن وسنت متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے اور اس کے خلاف کوئی بات ضعیف روایات کے بل پر ثابت نہیں کی جاسکتی۔ کسی صحابیؓ رسول پر جھوٹ جیسے گناہ اور وہ بھی محمدﷺ پر جھوٹ بولنے والی بات کا الزام عائد کرنا اتنی ہی معمولی بات سمجھ لی جائے کہ اس کے کہنے والے کے بارے میں یہ تحقیق کرنے کی اجازت بھی نہ جانے کہ وہ کون تھا؟ اس کے عقائید کیسے تھے؟ اور وہ جھوٹا تھا یا سچا تھا یا مدرج تھا؟ اس کا مطلب یہ ہیکہ وہ اہل سنت کے عقائید کا پابند نہیں ہے۔ اس سے محمدﷺ مبلغ قران، داعی اسلام، مزکی نفوس کی شخصیت پر ان کی تعلیم تربیت کے تمام اثرات پر خط تنسیخ کھینچ دینا پڑے گا اور یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اس پاکیزہ ترین انسان کی ۲۳ سالہ تبلیغ وہدایت سے جو صحابہؓ کی جماعت تیار ہوئی تھی ان کے اخلاق ان کے خیالات ان کے مقاصد ان کے ارادے اور خواہشات اور ان کے طور طریق عام دروغ گو دنیا پرستوں سے ذرہ برابر مختلف نہ تھے۔ جن روایتوں سے صحابہ کرامؓ پر دروغ گوئی، حافظہ کی خرابی وغیرہ کا الزام لگتا ہو ان میں راوی کی ''خیریت'' ضرور معلوم کی جائیگی اور راویوں کو ضعیف، مجروح، جھوٹا، دجال اور افتراع پرداز سمجھنے کے باوجود انہی کی بات مان کر صحابہ کرامؓ کو مطعون کرنا گوارہ کر لے۔ اگر کوئی شخص صحابہؓ کی عدالت پر طعن کرکے انہیں دروغ گو، فاسق، ستمیا گیے تھے قرار دیتا ہے گویا عبداللہ ابن سباء کا ہم نوا ہوکر چار کے سواء تمام صحابہؓ کو کافر قرار دیتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہیکہ وہ ان روایات کو بھی مشتبہ بنا رہا ہے جو ان سے صحیح طور پر مروی ہیں اور جنہیں امت غیر مشتبہ سمجھ کران پر بہت سے احکام ومسائل کی عمارت کھڑی کردی ہے۔ دوسرے روایات حدیث کا معاملہ تو یہ ہیکہ ان کے ایک ایک قول وفعل کو جانچ کر دیکھا گیا ہیکہ وہ عدالت کے معیار پر پورے اترتے ہیں یا نہیں؟ اور جو اس معیار پر پورا نہیں اترا اس کی روایات کو رد کردیا گیا ہے۔ لیکن صحابہؓ کے بارے میں یہ عقیدہ مسلم رہا ہیکہ وہ عدالت کے معیار بلند پر فائز ہیں لہٰذا ان کی ہر روایت قابل اعتماد سمجھی گئی ہے، اب اگر کوئی شخص اس عقیدے میں خلل اندازی کرے تو وہ اس

بات کی دعوت دیتا ھیکہ ایک ایک صحابیؓ کے نجی حالات زندگی کی از سرِ نو تحقیق کر کے یہ طئے کیا جائے کہ جو روایتیں اُنہوں نے بیان کی ہیں وہ درست ہیں یا نہیں؟ اور یہ اقدام دین کی ساری عمارت کو متزلزل کرنے کے مترادف ہے یا نہیں؟ بخاری و مسلم کے راویوں پر بھی جرح ہوئی ہے اُن میں مدرج راویوں کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے، بخاری و مسلم کے راویوں کو فرشتے سمجھ لیا گیا ہے اس کے برخلاف عبداللہ ابن مسعودؓ کو حافظہ کی خرابی اور سٹھیا گئے والے الفاظ محض چند فروعی مسائل مثلاً رفع یدین اور فاتحہ خلف الامام والی روایتوں کو بنیاد بنا کر عبداللہ بن مسعودؓ کو مطعون کیا جا رہا ہے تو کیا التحیات والی روایت جو بخاری میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے التحیات نماز میں پڑھنا چھوڑ دیں یا پھر صرف اس ایک روایت کو بیان کرتے وقت عبداللہ ابن مسعودؓ کا حافظہ درست تھا دوسری روایتیں بیان کرتے وقت ہی وہ سٹھیا گئے تھے۔ دراصل عبداللہ ابن مسعودؓ السابقون الاولون صحابیؓ کیلیئے ایسے نازیبا الفاظ استعمال کرنا کچھ ناعاقبت اندیش لوگوں نے اپنے اُوپر فرض قرار دے لیا ہے۔ اور بخاری و مسلم کے راویوں پر جرح کرنا معیوب اور گستاخی تصور کر لیا گیا ہے۔ کہیں بھی امام بخاری، امام مسلم نے ایسا نہیں کہا ہے بلکہ وہ ہر روایت کی سند بیان کرتے ہیں تا کہ فقہاء اور محققین خود تحقیق کر لیں کہ کونسا راوی کیسا ہے۔ خود امام بخاری کو اعتراف ھیکہ امام زہری مدرج ہیں اُس کے باوجود وہ ان سے روایات اپنی صحیح میں درج کر لیتے ہیں۔ مثلاً بخاری جلد سوم باب نمبر ۱۲۳۱ باب دلائل شرعیہ سے احکام کا نکالا جانا۔ حدیث نمبر ۲۱۹۷۔ ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے کہا مجھ کو یونس نے خبر دی انہوں نے ابن شہاب زہری سے کہا مجھ کو عطاء بن ابی رباح نے انہوں نے جابر بن عبداللہ سے انہوں نے کہا آنخضرتؐ نے فرمایا جو شخص لہسن، پیاز کھائے وہ ہم سے الگ رہے یا یوں فرمایا جو شخص لہسن یا پیاز کھائے ہماری مسجد سے الگ رہے اپنے گھر میں بیٹھا رہے جب تک اُس کے منہ میں بو رہے جابرؓ نے یہ بھی کہا آنخضرتؐ کے پاس ایک طبق لایا گیا اس میں کچھ ساگ ترکاریاں تھیں آپؐ نے دیکھا تو اس میں سے بو آتی ہے تو لوگوں نے بیان کر دیا۔ فلاں فلاں بھاجیاں ترکاریاں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ ان کے پاس لے جاؤ جو آپؐ کے ساتھ رہتے تھے ابو ایوبؓ نے جب دیکھا کہ آنخضرت نے اس کو نہیں کھایا تو انہوں نے بھی اس کا کھانا پسند نہیں کیا لیکن آنخضرتؐ نے ان سے فرمایا تم کھاؤ۔ میں ان سے (فرشتوں سے) سرگوشی کرتا ہوں جن سے تم سرگوشی نہیں کرتے۔ سعید بن غفیر نے (جو امام بخاری کے شیخ ہیں) عبداللہ بن وہب سے اس حدیث میں یوں روایت کیا۔ آنخضرتؐ کے پاس ایک ہانڈی گئی جس میں ترکاریاں تھیں اور لیث اور ابوسفیان نے بھی اس حدیث کو یو

نس سے روایت کیا لیکن انہوں نے ہانڈی کا قصہ نہیں بیان کیا اب میں نہیں جانتا کہ ہانڈی کا قصہ حدیث میں داخل ہے یا زہری نے بڑھا دیا ہے۔

یہ روایت اتنی اہم تو نہیں ہے مگر اللہ رے امام بخاری کی دیانت داری اُنہوں نے زہری کے ادراج کا تذکرہ بھی کر دیا اور اُن کے شیخ سعید بن غفیر بھی اُن کے ہم خیال ہو کر یہ کہتے ہیں کہ ہانڈی کا قصہ شاید زہری کا ادراج ہو۔ امام بخاری اور امام مسلم کی محنتوں اور کاوشوں سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے یہ صحیح ھیکہ اگر امام بخاری امام مسلم اور دیگر جامعین احادیث نہ ہوتے تو آج جو کچھ بھی سنت نبویہ کا پتہ مل سکتا ہے وہ نہ ملتا یہ اللہ تعالٰے کا بڑا ہی کرم ہے اگر یہ نہ ہوتے تو وہی وضاعین وکذابین جامعین احادیث بن جاتے۔ نہ وہ اسماء الرجال مرتب کرتے نہ موضوعات کو الگ چھانٹ کر رکھنے کی کوشش کرتے۔

امام زہری کے ادراج والی روایت بخاری جلد دوم باب نمبر ۲۴۳ خمس کے فرض ہونے کا بیان حدیث نمبر ۳۳۵ ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا کہا ہم سے ابراہیم بن سعد انہوں نے صالح بن کیسان سے انہوں نے ابن شہاب زہری سے انہوں نے کہا مجھ کو عروہ بن زبیر نے خبر دی ان کو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آنخضرتﷺ کی وفات کے بعد آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آنخضرتؐ کا ترکہ مانگنے لگی (فدک وغیرہ کا حصہ) ابوبکرؓ نے یہ جواب دیا آنخضرت نے فرمایا ہے ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے یہ سن کر (حدیث رسول کو نہ مان کر گویا فاطمہؓ منکر حدیث ہیں) حضرت فاطمہؓ غصہ ہویں اور انہوں نے ابوبکرؓ سے ترک ملاقات کی اور وفات تک ان سے نہ ملیں۔

اس روایت کو بیہقیؒ نے ابن شہاب زہری کا ادراج کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث رسول سن کر فاطمۃ الزہرہؓ نے اپنا مطالبہ چھوڑ دیا اور وہ ابوبکرؓ سے خوش رہیں اور فاطمہؓ کی وفات کے بعد نماز جنازہ بھی ابوبکر صدیقؓ نے ہی پڑھائی۔

عمادالدین ابن کثیرؒ (البدایہ والھنایہ) لکھتے ہیں کہ حدیث رسول سُن کر حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے راضی خوشی گفتگو کرتی رہیں۔ غصہ ہونے اور ترک ملاقات کرنے کی روایت ابن شہاب زہری کا

ادراج ہے۔اس روایت کونقل کر کے لکھتے ہیں اس کی سند جید اور قوی ہے۔

محمد نافع صاحب کی کتاب ''رحماء بینھم'' میں بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جس کو مفتی شفیع صاحب، قاسم نانوتویؒ، اشرف علی تھانویؒ، یوسف بنوریؒ حق نواز جھنگویؒ وغیرہ علماء اکرام نے مذکورہ روایت میں امام زہری کے غصہ ہونے وغیرہ کے تعلق سے ادراج کا ہی ذکر کیا ہے اس کے علاوہ مولانا مودودیؒ بریلوی عالم قمرالدین سیالوی، اہل حدیث عالم حکیم فیض عالم صدیقی، حبیب الرحمٰن اعظمی وغیرہ نے بھی امام زہری کے مدرج ہونے کا ذکر کیا ہے۔۵ نومبر ۲۰۰۱ء اہل حدیث عالم عبدالحمید رحمانی صاحب نے اپنے بیان میں فرمایا کہ حدیث رسول حجت ہے جب ابو بکر صدیقؓ نے فاطمہ الزہرہؓ کو حدیث رسولؐ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔وہ جو بھی چھوڑ جائیں صدقہ ہے تو فاطمہؓ نے اس حدیث کو فوراً ہی مان لیا کسی قسم کی کوئی حجت نہیں کی۔

امام زہری کے ادراجات کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ منکر حدیث تھیں جب کہ صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ معصوم تو نہیں ہیں محفوظ ضرور ہیں۔

امام زہری کے متعلق ابوداؤد سے منقول ھیکہ زہری کی جملہ بارہ سو حدیثوں میں نصف مسند اور تقریباً دو سو غیر ثقہ راویوں سے مروی ہیں۔ابن سعد کہتے ہیں کہ زہری ثقہ ہیں اور بہ کثرت حدیثیں انہوں نے روایت کی ہیں ان کا عروہؒ سے سننا ثابت نہیں ہے۔اور امام احمدؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے نہیں سنا اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ انہوں نے نہ ابن عمرؓ سے سنا اور نہ انہیں دیکھا (تہذیب التھذیب ج وص ۴۴۵ تا ۴۵۱) ملا علی قاری نے ''الاخبار الموضوعہ'' میں لکھا ھیکہ وہ حدیثیں موضوع ہیں جو قرآن کی صراحت کے خلاف ہوں۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ زہری حافظ اور حجت ہیں۔البتہ وہ ان حدیثوں میں جس میں عجیب وغریب باتیں بیان ہوتیں تدلیس کیا کرتے تھے۔(میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۰)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں فاطمہؓ کی وفات تک حضرت علیؓ کا بیعت سے باز رہنا جو زہری نے بیان کیا ہے تو زہری کا یہ قول منقطع ہے اور ابو سعید خدریؓ سے جو حدیث مروی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی بیعت عامہ کے وقت ہی یعنی بیعت سقیفہ کی صبح کو مسجد نبوی میں حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کر لی تھی تو یہ روایت زہری کے اس قول سے زیادہ صحیح ہے۔

محسن الملک سید مہدی علی خاں ردشعیت کی کتاب ''آیات بینات صفحہ ۱۰۴ لکھتے ہیں کہ جو قرآن کی صراحت کے خلاف ہو، وہ حدیث رسولؐ اللہ نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول وفعل قرآن کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ایسے آدمیوں کے قول کو جو روایت کرتے ہیں جو مخالف قرآن ہو پیغمبر کی بات رد کرنا نہیں ہے۔اور نہ اُن کی تکذیب ہے بلکہ حقیقت میں وہ رد ہے اُس کے قول کا جو کہ پیغمبرؐ خدا کی طرف سے ایک باطل بات کو نقل کرتا ہے اور آنحضرتؐ پر تہمت لگاتا ہے، ہم شہادت دیتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا ہر قول موافق ہے خدائے عز وجل کے اسی لئے خدا نے فرمایا ھیکہ جس نے اطاعت کی رسولؐ کی اُس نے اطاعت کی خدا کی۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ حدیث کی غیر معتبر کتابوں میں جو روایتیں درج ہیں ان ہی پر یہ اصول مستعمل ہوں گے بلکہ حدیث کی تمام کتابوں کا یہی معیار ہوگا۔اسلئے کہ صحاح میں جتنی حدیثیں درج ہیں وہ صحت کے ایک درجہ پر نہیں ہیں بلکہ ان کے درجات مختلف ہیں جیسا کہ اُن کتابوں کے دیکھنے اور انکی شرحوں کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ بخاری اور مسلم جو اصح الکتب سمجھی جاتی ہیں اُن کی نسبت بھی کہا گیا کہ **انہ صحیح علی ظن مصنفه وغلبته ظنه واما السهو ونسيا ن ضمن لوازم طبع الا نسان** اور نیز اُن کی بعض حدیثوں اور بعض راویوں میں کلام کیا گیا ہے جیسا کہ محققین نے بیان کیا ھیکہ بخاری نے چار سو اور کچھ اُوپر تیس آدمیوں سے روایت کی ہے جو مسلم میں نہیں ہیں اور اُن میں اسی (۸۰) شخص ایسے ہیں جن کے ضعف کی نسبت کلام کیا گیا ہے۔اور ۶۲۰ آدمیوں سے مسلم نے روایت کی ہے جو بخاری میں نہیں ہیں اور اُن میں سے ۱۶۰ آدمی ایسے ہیں۔جن کے ضعیف ہونے کی نسبت گفتگو کی گئی ہے اور عکرمہ نے جو روایت ابن عباس سے کی ہے وہ بھی بخاری میں داخل ہے اور مسلم میں ابوالزبیر بن جابر اور سہیل عن ابیہ اور علاء بن عبدالرحمان عن ابیہ اور حماد بن سلمہ عن ثابت سے جو روایتیں ہیں ان کے راوی ضعیف خیال کیئے گئے ہیں اور ایسی حدیثیں جن میں کوئی علت پائی گئی ہے وہ صحیین میں ۲۱۰ ہیں ان میں سے بخاری کی حدیثیں ۸۰ سے کم ہیں باقی مسلم کی حدیثیں ہیں (دیکھو مقدمہ فتح الباری) کتب محدثین کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ھیکہ تنقید وتحقیق کے بعد صحیح بخاری کے روایات میں کچھ کلام ہے اور اسی طرح صحیح مسلم کی بعض روایات بھی ہیں۔جن روایات کی صحت کے بارے میں آئمہ حدیث نے قیل وقال کی ہے اگر چہ ان کی تعداد کم ہے مگر صحیح مسلم کی بہ نسبت صحیح بخاری میں زیادہ قیل وقال ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ افادہ بن اثیر صدر جامع الاصول کو مجروح قرار دیا گیا ہے۔اور بعض خود ساختہ احادیث بنانے والوں نے خود اقرار کیا ھیکہ شیوخ بغداد کے روبرو ہم نے اپنی

خودساختہ حدیث فدک پیش کی جسے انہوں نے قبول کرلیا البتہ ابن ابی شیبہ علوی وہ شخص ہے جس نے جعل سازی اور افتراپردازی کے سبب اسے قبول نہیں کیا۔

محققین کا قول ھیکہ صحیح حین کی حدیثیں متواتر نہیں ہیں بلکہ احاد ہیں اور احاد سے افادۂ ظن ہوتا ہے اور اس باب میں بخاری مسلم وغیرہ سب کتب احادیث میں کچھ فرق نہیں۔

یہاں تک کہ امام نوویؒ نے کہا کہ صحیح حین کی حدیثوں پر عمل کرنے کا جو اُمت نے اجماع کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُمت کا اس امر پر بھی اجماع ھیکہ وہ احادیث قطعی الصدور اور آنحضرتؐ کا قطعی کلام ہے اور اسی لیے جو حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں لکھی ہو۔

نقلاعن قاضی عیاض۔ اور اگرچہ کہ صحیح حین میں ان کے جامعین بخاری و مسلم نے جہاں تک کہ انسانی طاقت سے ہوسکتا ہے صحیح حدیثیوں کے جمع کرنے میں بے انتہا کوشش فرمائی اور اس لیے تمام کتابوں میں ان کا مقام اعلیٰ اور افضل ہے مگر آخر وہ بھی بشر تھے۔ اور اپنے اقران و امثال سے تصحیح حدیث میں گوئے سبقت لے گئے اسلئے جائے اجتہاد و مجتہدین اور تحقیق و محققین باقی ہے۔ جیسا کہ منتہی الکلام میں لکھاھیکہ۔ یہ تمام بزرگ انسان تھے اگرچہ انہوں نے تصحیح احادیث میں بے انتہا کوشش کی خاص طور پر محمد بن اسماعیل بخاری نے تصحیح احادیث میں اپنے ہم عصر و امثال کی بہ نسبت زیادہ کوشش سے کام کیا تاہم اجتہاد و مجتہدین کی جگہ رہ گئی۔ بعض فقہاء و علماء نے ان کی روایات پر بحث کی ہے۔ اور شرح لکھنے والوں نے ان تنقیدوں اور اعتراضات کے جواب میں جو اسباب لکھے ہیں وہ بہت عجیب و غریب ہیں۔ جو خبر معارض کتاب یا سنت مشہورہ اور اجماع اُمت کے ہو وہ بلحاظ ان کے خیالات کے جو کے غیر مشتبہ ہونے کی صورت میں بھی مقبول نہ ہوں گی اور یہ بات بھی ذہن نشین کرنے کے لائق ھیکہ جرح و تعدیل روایات کی صرف اخبار شرعیہ کی صحت کیلئے ضروری ہے۔ اسلئے کہ کوئی کتاب قرآن مجید کی طرح آسمان سے تو نازل نہیں ہوئی اور نہ جبرئیلؑ امین خدا کی طرف سے لائے اور صاحب الوحی نے اسے وحی فرما کر ہم تک پہنچایا نہیں اسلئے کوئی کتاب کتاب اللہ کی طرح صحت اور یقین کے درجے پر پہنچ نہیں سکتی بعد کتاب اللہ جہاں تک انسان کی کوشش سے ممکن ہے وہاں تک صحیح حدیثوں کے جمع کرنے میں اور وضعی حدیثوں کے قبول نہ کرنے میں صحاح ستہ کے مصنفین نے کوشش کی اور تابامکان بشری صحیح حدیثوں کو جمع کیا مگر یہ کہ کوئی راوی اُس کا مشتبہ نہ ہوا ایسا دعویٰ کرنا گویا اُن کی کتابوں

کو خدا کی کتاب کے برابر سمجھنا ہے۔ اور اگر باوجود کمال زحمت اور تکلیف کے جو انہوں نے حدیثوں کے جمع کرنے میں اُٹھائی اور اگر بعض ضعیف حدیثیں ان کی کتابوں میں درج ہوگئی یا بعض ایسے راویوں کی روایت انہوں نے قبول کی جن میں کلام کیا گیا ہے تو اُس سے اُن کی شان میں کچھ فرق نہیں ہوسکتا اور اُن کی کتابیں جس قدر و منزلت کے لائق ہیں اُس میں کمی نہیں ہوسکتی نہ اُس سے کوئی شبہ ان کی کتاب پر ہوسکتا ہے۔ اسلام کی تشریحات ان احادیث میں ہی ملتی ہیں اگرچہ کہ اُن ہی میں سے صحیح احادیث کے موتی چھپے ہوئے ہیں جن کو محققین اور علماء اکرام اپنی کاوشوں سے اپنا فرض اور قرض سمجھتے ہوئے اُمت مسلمہ کو اسلام کی اساسی تعلیمات توحید، رسالت اور آخرت سے روشناس کرائیں تو یہ عین اسلام کی خدمت کہلائی جائیگی فروعات سے دامن چھڑا کر اُمت مسلمہ کو افتراق و انتشار میں مبتلا کرنے کی کوشش یہودیت کے آلہ کار بننے کے مترادف ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے پیغمبرؐ خدا سے اس حدیث کو روایت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہیں جھوٹ بولے مگر تین مرتبہ تو امام رازی نے جواب دیا کہ ایسی حدیثوں کو نہ ماننا چاہیے تو کہنے والے نے براہ انکار کہا کہ اگر ہم نہ مانیں تو راویوں کی تکذیب لازم آتی ہے اس پر کہا کہ اگر ہم مانیں تو حضرت ابراہیمؑ کی تکذیب کرنی پڑتی ہے۔ حالانکہ حضرت ابراہیمؑ کو کذب کی نسبت سے بچانا بہتر ہے چند نامعتبر آدمیوں کی طرف جھوٹ کے منسوب ہونے سے۔ امام ابوحنیفہؒ سے ابومطیع بلخی نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں اُس حدیث کی نسبت جو لوگوں نے روایت کی ہے کہ جب مومن زنا کرتا ہے۔ تو ایمان اُس کے سر سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ قمیص بدن سے۔ آیا آپ اس حدیث کے راویوں کی تصدیق کرتے ہیں یا شک یا تکذیب فرماتے ہیں۔ اگر تصدیق کرتے ہیں تو آپ کا اعتقاد مثل خوارج کے ہوجاتا ہے اور اگر آپ شک کرتے ہیں تو خوارج کے قول میں شک رہتا ہے۔ اور اگر آپ تکذیب کرتے ہیں تو اُن بہت سے آدمیوں کی تکذیب لازم آتی ہے جنہوں نے بسند اس حدیث کو آنحضرتؐ سے نقل کیا ہے تو امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا کہ میں ان سب راویوں کی تکذیب کرتا ہوں اور میرا جھٹلانا ان لوگوں کو رد کرنا اُن کے قولوں کا کچھ تکذیب رسولؐ اللہ کی نہیں ہے اسلئے کہ تکذیب قول رسولؐ کی یہ ھیکہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں رسولؐ اللہ کے قول کو نہیں مانتا۔ لیکن جب وہ یہ کہے کہ میں ہر بات جو رسول اللہؐ نے فرمائی ہے ایمان رکھتا ہوں تصدیق کرتا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ کوئی بات رسول اللہؐ نے خلاف قرآن کے نہیں فرمائی تو یہ حقیقت میں تصدیق رسول اللہؐ کی اور تصدیق قرآن کی

ہے اس سے تنزیہ اور پاکی رسولؐ اللہ کی مخالفت قرآن سے ثابت ہوتی ہے اگر رسولؐ اللہ خلاف قرآن کے کچھ کہتے تو اللہ کب چھوڑتا اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ اللہ کا نبیؐ ایسی بات کہے جو مخالف خدا کی کتاب کے ہو اور جو مخالف خدا کی کتاب کا ہو وہ کیونکر خدا کا نبیؐ ہوسکتا ہے پس یہ حدیث خلع ایمان کی زنا سے جن لوگوں نے روایت کی ہے خلاف ہے قرآن کے، پس ایسے آدمیوں کے قول کو رد کرنا جو رسول اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کریں جو مخالف ہو قرآن کے رسول اللہ کی بات رد کرنا نہیں ہے اور نہ ان کی تکذیب ہے بلکہ حقیقت میں وہ رد ہے اُس کے قول کا جو کہ رسول اللہ کی طرف سے ایک باطل بات کو نقل کرتا ہے (آیات بینات)

قاضی حسن بن عبد الرحمان الرامہرمزی ''جمع بین الروایۃ والدرایہ'' لکھتے ہیں داخلی نقد کی اہمیت کے باوجود ہر موقع پر صرف ''خارجی'' کو بنیاد بنانا اور بات کو بنانے کیلئے حدیث کی نا قابل قبول تاویل سے دریغ نہ کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے ''جواہرات'' کے ڈھیر میں اگر چند خزف ریزوں کی آمیزش ہو تو ڈھیر کی عظمت اور بلندی اس میں ہے کہ ان کو خزف ریزہ تسلیم کیا جائے نہ کہ دور از کار تاویل کے ذریعہ ان کو ''جواہرات'' ثابت کیا جائے اس سے ''خزف ریزے'' کی قدر و قیمت یقیناً گھٹ جائے گی۔

حق و انصاف کی بات یہ ہے کہ مستند کتب حدیث کی کوئی روایت کتنے ہی ثقہ راویوں سے مزین ہو اگر وہ علمی قطعی دلائل سے ٹکرائے گی، یا اس سے شانِ نبوت پر حرف آئیگا تو ہرگز قابل قبول نہ ہوگی، معیارِ نبوت گرنے سے کہیں بہتر ہے کہ راویوں کی ثقاہت مجروح قرار دی جائیگی خصوصاً جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ کسی بددین وجھوٹے راوی نے موضوع روایت کو ثقہ راویوں کی حدیث میں داخل کر دیا ہو، اور یہ داخل شدہ روایت ثقہ راوی کی حدیث سمجھ کر روایت کی گئی ہو، یا پھر درمیان سے جھوٹے اور ضعیف راویوں کو نکال کر براہ راست ''شیخ'' سے روایت کی گئی ہو۔ اس طویل گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ فاتحہ خلف الامام قرآن کے مخالف ہے۔ سورہ اعراف ۴۱

واذا أقری القرآن ، فاستمعو ُاله انصتو العلم ترحمون اور جب قرآن کی قراءت کی جائے تو اس کی جانب کان لگاؤ، اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اس آیت میں مسئلہ خلف الامام پر روشنی ڈالی ہے کہ جب امام قراءت کر رہا ہو، اس وقت مقتدی کے ذمہ یہ لازم ہے کہ وہ توجہ کے ساتھ کان لگائے اور خود خاموش رہیں۔ اب اگر کوئی سورہ فاتحہ کو قرآن کا جزء تصور نہ کرتا ہو تو یہ علیحدہ بات ہے۔

فاتحہ خلف الامام کا بانی محمد بن اسحاق ہے محمد بن اسحاق کے ہم عصر امام مالکؒ نے اس کی روایت سن کر فرمایا کہ یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے، یحیٰی بن سعید القطان اور وھیب بن خالد نے بھی ان کو دجال ہی کہا ہے محمد بن اسحاق کے اُستاد عمرو بن شعیب ان کا معاملہ بھی اپنے شاگرد سے مختلف نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ غیر ثقہ، یحیٰ بن معین غیر ثقہ اور امام بخاری ثقہ کہتے ہیں۔

مگر امام بخاری اور امام مسلم ان کی روایتیں نہیں لیتے چونکہ امام بخاری انہیں ثقہ کہتے ہیں اور امام بخاری مجتہد بھی ہیں اگر یہ ان کی تائید کرتے ہیں تو فاتحہ خلف الامام کی روایت امام بخاری کی تقلید میں قبول کی جاسکتی ہے مگر جو دوسرے لوگ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے اُنہیں بھلا بُرا کہنا مناسب نہیں یہاں تک کہ یہ کہنا کہ ان کی نماز ہی نہیں ہوتی یہ بدگمانی ہے۔ صحاح ستہ کے لکھے جانے تک فاتحہ خلف الامام کی روایت خبر احاد ہی شمار کی جاتی رہی بلکہ امام مالک نے اپنی کتاب ''موطا'' میں اس کا لکھنا بھی مناسب خیال نہیں کیا تابعین میں اس پر کسی کا بھی عمل نہیں رہا دورِ نبویؐ سے قربت کے لحاظ سے اس دور کو اچھا ہی کہا جاتا ہے ایسا بھی نہیں کہ احادیث سے تابعین واقف ہی نہیں تھے۔ جھوٹی حدیثیں گھڑنے والوں کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود تھی اس کی کسوٹی کلام پاک اور تعامل صحابہ بھی قرار پائی تھی محمد بن اسحاق کی یہ روایت اس کے خوشہ چینوں اور شاگردوں کے ذریعہ تبع تابعین کے دور میں مشہور کے درجے تک پہنچ گئی اب اختلافات کی خلیج بڑھتی گئی جنہوں نے اعتدال کا راستہ اختیار کیا اُنہوں نے تینوں اقوال کو بھی قابل قبول قرار دیا۔ امام مالکؒ نے قرآن سے استدلال کرتے ہوئے سورہ اعراف ۴۱ کی آیت ''جب قرآن کی قراءت کی جائے، تو اس کی جانب کان لگاؤ خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' فرمایا جن نمازوں میں امام بلند آواز سے قراءت کرتا ہے امام کے پیچھے قطعاً قراءت نہ کی جائے اور جہری نمازوں میں کسی کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ امام کے پیچھے قراءت کرے اس لیے تو اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد ہے کہ جب قرآن کی قراءت کی جائے تو تم کان لگاؤ اور خاموش رہو یہ آیت خاص نماز کیلئے ہی نازل ہوئی ہے۔ قرآن پر تدبر سے امام مالکؒ نے قیاس کیا اور حدیث کو چھوڑ دیا۔

۲۔ امام ابو حنیفہؒ نے بھی قرآن پر تدبر کے بعد قرآنی قیاس سے یہ کوئی شیطانی قیاس نہیں جیسا پرویزی گروپ عربی لغت پر بھروسہ کر کے اپنے قیاس سے قرآن کے بھی خلاف لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں جب امام کسی قوم کی امامت کرے تو امام کی قراءت مقتدیوں کیلئے کافی ہے

۳۔ جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔

بُرا ہو مسلکی تعصب کا لوگوں نے نماز جیسے دین کے اہم ستون کے بارے میں اختلاف پیدا کر کے مشکل میں ڈال دیا ہے جیسا کہ ایک روایت ہے۔ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے، دوسری روایت جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کا منہ بدبو سے بھر دیا جائے۔ اس کی مخالفت میں مسلکی تعصب ہی کی بناء پر یہ روایت پیش کی جاتی ہے۔ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کا منہ شکر سے بھر دیا جائے۔

ایسی واہی روایات ظاہر ہے تبع تابعین کے زمانے ہی میں گھڑی گئی ہیں ورنہ اس سے قبل یہ کوئی مسئلہ ہی نہ تھا۔ ایسی ہی روایات ہیں جس کی وجہ سے لوگ نماز سے ہی فرار اختیار کرنے کی کوشش کریں گے ایسے شیطانی وساوس سے ہی تعوذ میں پناہ مانگی گئی ہے اللہ ہمیں شیطانی وساوس سے محفوظ رکھے اور نماز کی جو اصل روح ہے اُسے عوام کو واقف کرایا جانا ضروری ہے۔

احادیث کی صحت کیلئے یہ ضروری ھیکہ جہاں اس کے راوی ثقہ ہوں، وہاں اس پر صحابہؓ و تابعین کا تعامل بھی رہا ہو۔ اگر کسی حدیث پر ان کا عمل نہیں تو وہ روایت کسی صورت میں حجت نہیں، لیکن اگر حدیث بلحاظ سند ضعیف ہو، لیکن اس پر صحابہؓ تابعین کا تعامل رہا ہو تو وہ ضعیف قابل قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ضعف بعد کے راوی کی وجہ سے واقع ہوتا ہے۔ مفسر بیضاوی سورہ اعراف ۲۰۴ کے تحت فرماتے ہیں یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ صحابہؓ نماز میں کلام کرتے تو انہیں امام کی قراءت کو غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا جانا۔ شیخ الاسلام ابن تمیہؒ فرماتے ہیں امام کی قراءت سننے اور خاموش رہنے کا حکم قرآن اور سنت صحیحہ میں مذکور ہے اور اس پر اجماع ھیکہ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورت اس کا سننا اور خاموش رہنا فرض ہے جیسا کہ رازی اور ابو محمد بن عبدالسلام جہری نمازوں میں امام کے ساتھ قراءت کرنے والا، قرآن و سنت اور اجماع صحابہؓ کا منکر ہے

(تنوع العبادات)

نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ جھگڑا تو ہر دو جانب ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قراءت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور اُمت ہیں جس میں تمام اسلاف و اخلاف داخل ہیں۔ اور کتاب اللہ اور سنت صحیحہ انہی کے ساتھ ہے اور جن لوگوں نے مقتدی پر قراءت (فاتحہ) کو واجب قرار دیا ہے تو انکی حدیث کو ائمہ محدثین نے ضعیف کہا

ہے۔ (تنوع العبادات)

پوری کی پوری نماز کسی ایک حدیث کی کتاب میں موجود نہیں تمام کتب احادیث سے ہی نماز کی مکمل تصویر سامنے آتی ہے۔ جب کہ نماز بعثت نبوی سے لیکر تبع تابعین کے دور تک متواتر اسی طریقہ پر پڑھی جا رہی تھی جس طرح سے رسول اللہؐ نے بتلائی تھی۔ اس کی مثال ایک بڑی عمارت سے دی جاسکتی ہے وہ عمارت پوری کی پوری تیار تھی مگر اُس عمارت کا نقشہ کہیں موجود نہ تھا۔ ہر ہر کتاب میں اس عمارت کے نقشہ کا کچھ ہی ذکر ملتا ہے ان نقشوں کو بنیاد بنا کر اس عمارت ہی میں نقص نکالنا یہ دانشمندی نہیں ہے یہ تو ممکن ھیکہ اس عمارت کی کھڑکیوں کا رُخ کسی کسی جانب کھلا یا بند ہوا ان کھڑکیوں کے پٹوں کو دیکھ کر اس عمارت ہی کو غلط ٹھہرانا نا مناسب ہے۔ ابن تمیہؒ اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں۔ جمہور کا قول قطعاً صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ جب قرآن کی قراءت کی جائے تو اس کی جانب توجہ کرو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اس پر اجماع ھیکہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی اور اس پر بھی اجماع ھیکہ جہری نمازوں میں مقتدی پر قراءت واجب نہیں (فتاوی جلد دوم)

یعنی امام ابن تمیہؒ نے جمہور سلف و خلف کا اجماع ثابت کیا ہے تو جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے تو وہ کتاب اللہ کی مخالفت کر رہا ہے وہاں وہ اجماع اُمت کا بھی منکر ہے گُجا کہ تمام اُمت کی نمازوں کو باطل قرار دینا اگر امام احمدؒ اور امام ابن تمیہؒ کی نماز قراءت خلف الامام کے بغیر ہو جاتی ہے تو دوسروں کی بھی ادا ہو جائیگی۔

اس تفصیل کے بعد اصل مُدعا سورہ فاتحہ کی تشریح ہے جس میں توحید، رسالت اور آخرت سب کچھ اس کے اندر ہے۔ سب سے پہلے اس امر کا اقرار ھیکہ تعریف کے قابل اور شکر و حمد کا حقیقی سزاوار اللہ تعالےٰ ہی ہے اور اس کی پروردگاری اس کی رحمانیت اور اس کے عدل کی ان نشانیوں کے مشاہدہ پر ہے جو ہمارے اندر بھی موجود ہے جو اس کائنات کے بھی ہر گوشہ میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کائنات کے تمام چھوٹے بڑے عناصر رات دن اسی کی فراہمی اور اسی کے اہتمام میں سرگرم ہیں سورج بھی چاند بھی اسی کیلئے مصروف کار ہے کسی غیر اللہ کا اس میں کوئی بھی ہاتھ نہیں ہے۔

سورہ فاتحہ: الحمد اللہ رب العالمین ۔تعریف کے قابل اور شکر کا سزاوار اللہ تعالےٰ ہی ہے اس اقرار کی بنیاد اللہ تعالےٰ کی پروردگاری اُس کی کبریائی ساری کائنات اس کے زیر تصرف ہے حمد دراصل جملہ صفات حسنہ کے اعتراف کا نام ہے اصل یہ ھیکہ نہ صرف انسان بلکہ اس پوری کائنات کی فطرت میں یہ بات شامل ھیکہ خوبی اور کمال اس کیلیئے غیر معمولی کشش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی دیگر صفات حسنہ کی طرح اس کی صفتِ انعام میں بھی حسنِ مطلق کی تجلی موجو ہوتی ہے۔

یہ سورہ جس احساس شکر اور سپاس کی تعبیر ہے۔ شکر کے لفظ سے سورہ کا یہ پہلو نمایاں ہوتا ہے۔رب کے معنی پرورش کرنے والے مالک و آقا کے آتے ہیں کیونکہ جو ذات پرورش کرنے والی ہے اسی کو یہ حق پہنچتا ھیکہ وہ مالک اور آقا بنے ۔قرآن مجید کے مخاطب اول کائنات کا خالق تنہا اللہ تعالےٰ ہی کو مانتے تھے لیکن رب اُنہوں نے اور بھی بنا رکھے تھے جن کی نسبت ان کا گمان تھا کہ اللہ نے کائنات کے انتظام میں ان کو اپنا شریک بنا رکھا تھا۔اس وجہ سے یہ عبادت واطاعت کے حقدار ہیں۔ یہاں اللہ کے بعد اس کی پہلی ہی صفت رب العالمین بیان ہوئی ہے جس سے مقصود اس حقیقت کو ظاہر کرنا ھیکہ جو اللہ کائنات کا خالق ہے وہی اس کا مالک بھی ہے کیونکہ وہی سب کی پرورش کرنے والا ہے۔

مالک یوم الدین: اس میں دین کا لفظ قرآن مجید میں مذہب وشریعت، قانون ملکی، اطاعت اور جزا کیلیئے استعمال ہوا ہے۔ جزاوسزا کے دن کا تنہا مالک ہونے کا مطلب یہ ھیکہ اس روز سارا زور اور سارا اختیار اسی کو حاصل ہوگا۔صور جب پھونکا جایئگا جب قیامت قائم ہوگی ساری زمین تنی ہوئی چادر کے موافق ہو جائیگی کوئی پہاڑ دریا، کچھ بھی نہ ہوگا کہیں زمین پر نشیب وفراز نہ ہوگا تمام زمین مسطح ہوجائیگی اُس روز حشر جب برپا ہوگا کسی کو کسی کا ہوش نہ رہے گا باپ بیٹے کو بیٹا باپ کو استاد شاگرد کو شاگرد استاد کے کچھ کام نہ آئے گا نفسی نفسی کا عالم ہوگا پیاس کی شدت سے حلق سوکھ رہے ہوں گے سوائے حوض کوثر کے کہیں بھی پیاس نہیں بجھ سکے گی اور صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی صحیح اتباع کرنے والے ہی فیض یاب ہوں گے عشق رسول ﷺ کا جھوٹا دعوی کوئی کام نہ آیئگا جن جن لوگوں نے بدعت ایجاد کی یا بدعتوں پر جمے رہے تھے کار خیر ثواب دارین کے خوش نما الفاظ کچھ کام نہ آسکیں گے کوئی شفیع ومدگار نہ ہوگا شفاعت کا مرحلہ تو بہت بعد کا ہے مختار کل صرف اللہ تعالےٰ تنہا ہوگا اس کے آگے سب عاجز ہوں گے کسی کی مجال نہ ہوگی اس کی اجازت کے بغیر زبان کھول سکے سارے معاملات کا

فیصلہ تنہا وہی کرے گا۔کلام کے دُعایہ اسلوب میں یہ بات اس طرح لپیٹ دی گئی ھیکہ دعا کرنے والا ایک ثابت حقیقت کی حیثیت سے ان سب باتوں کا اعتراف کر جاتا ہے گویا خدا کی ربوبیت ورحمت اور اس کے عدل وانصاف کے ان آثار ودلائل کے بعد اس کائنات کے ہر گوشہ میں پھیلے ہوئے ایک ہٹ دھرم کے سوا کون ہے جو اس حقیقت کے کسی جزء کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر سکے۔

ایاک نعبدو وایاک نستعین: عبادت کے اصلی معنی عربی لغت میں انتہائی خشوع وخضوع اور انتہائی عاجزی وفروتنی کے اظہار کے ہیں۔ لیکن قرآن میں یہ لفظ اس خشوع وخضوع کی تعبیر کیلیئے خاص ہوگیا ہے جو بندہ اپنے خالق ومالک کیلیئے ظاہر کرتا ہے پھر اطاعت کا مفہوم بھی اس لفظ کے لوازم میں داخل ہوگیا ہے کیونکہ یہ بات بالبداہت غلط معلوم ہوتی ھیکہ انسان جس ذات کو اپنا انتہائی خشوع وخضوع کا واحد مستحق سمجھے زندگی کے معاملات میں اس کی اطاعت کو لازم نہ جانے ۔عبادت کے ساتھ اطاعت کا یہ تعلق بہت گہرا ہے۔ غیر اللہ کے ساتھ یہ معاملہ عاجزی، لاچاری اور فروتنی رونا گڑگڑانا رکوع کے انداز میں جھکنا تعظیمی سجدہ کرنا یہ تمام چیزیں عبادت ہی میں شمار کی جائیگی اور یہ شرک ہے۔ بندہ کا یہ حق ھیکہ بندہ تنہا اسی کی بندگی کرے اور اسی سے التجا کرے تو اللہ تعالےٰ اس پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کی مدد فرماتا ہے۔آیت کے پہلے ٹکڑے میں بندہ اس حق کا اقرار کرتا ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے اُوپر بندے کا بتایا ہے لیکن پیش کرنے کا انداز نہایت مودبانہ ہے بندہ صرف اپنی احتیاج اپنے اعتماد اور اپنی تمنا کا اظہار کر دیتا ہے کیونکہ بندے کے شایان شان یہی ھیکہ وہ اپنے رب سے التجا اور درخواست کرے نہ وہ اس پر اپنا کوئی حق جتاۓ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل وکرم ھیکہ وہ بغیر کسی استحاق کے بندے کو سب کچھ بخشا ہے اور پھر اس فضل وکرم کو بندے کا حق قرار دیتا ہے چنانچہ اس سورہ کے متعلق جو مشہور حدیث قدسی ہے کہ جب بندہ ایاک نعبدو وایاک نستعین کے الفاظ پڑھتا ہے تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یہ ٹکڑا میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میں نے اپنے بندے کو وہ دیا جو اس نے مانگا۔ ایاک نعبدو میں ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں کا مطلب یہ ھیکہ ہم انحا (قدرے جھلکنا) رکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ صرف اور صرف تیرے ہی لئے بجالاتے ہیں تیرا حکم حکم آخر تیرے نبی کی اتباع تیرے حکم پر سنتوں پر عمل تیرے حکم کے مطابق بدعتوں سے اجتناب جو ضلالت وگمراہی ہے تیرے رسولؐ نے فرمایا ہے اُس سے مکمل طور پر بچتے رہنگے غیر نبی کی بات دین میں ہم حجت نہیں سمجھیں گے کار خیر ثواب دارین رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں مضمر

ہے اُس پر گامزن رہینگے۔ تیرے نبی کو ہم خاتم الانبیاء مانتے ہیں غیر نبی کی بات کو دین میں حجت سمجھنا ختم نبوت کا انکار کرنا ہے اسلئے اےَ اللہ تعالےٰ یہ ساری عبادتیں اور بندگی صرف تیرے لئے ہی مختص ہیں اس میں ہم کسی اور کے حکم کو بجالانا گناہ سمجھتے ہیں واطیعو اللہ واطیعو رسول پر عمل پیرا ہو کر ہم تیری ہی عبادت بجالاتے ہیں۔ ایسا اقرار ہم نماز میں تیری ہی عبادت کرتے ہیں کہہکر اس سے مکر جانے والے اےَ اللہ ہم نہیں ہیں۔ اس اقرار کے بعد اگر کوئی غیر اللہ اور غیر نبی کی بات دین میں حجت سمجھتا ہے تو گویا وہ نماز میں اللہ تعالےٰ کو دھوکہ دے رہا ہے مسجد سے باہر آکر یا غوث یا مشکل کُشا یا دستگیر کا نعرہ لگا رہا ہے تو وہ ایاک نعبد کا مطلب ہی نہیں سمجھ رہا ہے اور محمد ﷺ کو آخری نبی نہیں مان رہا ہے وہ کوئی اور خیالی نبی ہے جس نے یہ شرکیہ تعلیم دی نبی کریم نے تو توحید کی تعلیم دی ہے جس کی گواہی وہ قیامت میں دینگے کہ اےَ اللہ میں نے ایسی شرکیہ تعلیم کسی کو بھی نہیں دی۔ انہوں نے جو بدعتیں جو تعظیمی سجدے ایجاد کیے ہیں اُس کی تعلیم میں نے نہیں دی اگر دی ہے تو تو خوب جانتا ہے عیسیٰؑ کی تعلیم کے خلاف نصارٰی نے تثلیث کا عقیدہ اور بدعات خرافات ان کی اپنی خود ساختہ ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے ویسا ہی شارع علیہ السلام فرمائینگے۔

ہم تجھ سے استعانت کرتے ہیں کا مطلب یہ ھیکہ مدد، وسیلہ، فضل وغیرہ اےَ اللہ ہم تیری ہی عبادت اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں اےَ اللہ تو نے فرمایا۔ والستعینوا بالصبر والصلواۃ۔ استعانت طلب کرو نماز سے اور صبر سے نماز تو اپنے اندر ہی ہے کوئی خارجی چیز نہیں۔ نماز پڑھ کر اللہ سے مدد طلب کرنا تو ظاہر ہے۔ یہ مسلمان کا اپنا ذاتی عمل ہے نماز کوئی اور پڑھے فائدہ کوئی اور اُٹھائے یہ تو ممکن ہی نہیں ہے خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے والا گڑ گڑا کر عاجزی وانکساری سے اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کرے گا تو اللہ تعالےٰ ضرور مدد فرمائینگے۔ خود کو محنت کرنا ہے خود عمل کرنا ہے اور اُس کا اجر بھی خود کو ہی ملیگا اللہ کے سوا کوئی اور کسی کی کیا مدد کرے گا دنیا اور آخرت میں کامیابی کا دارومدار اپنے ذاتی عمل پر ہے۔

جنت اور دوزخ کی بکنگ آفس ہے یہ دنیا
عمل دے کر ٹکٹ لے لو جہاں جانے کی خواہش ہو

عروج نسل ونسب پر غرور بے معنی
عمل تلے گا قیامت میں خاندان نہیں

صبر واستعانت بھی ہمارے اپنے ہی اندر ہے کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں صبر رنج وغم میں مصیبت کے وقت اور دعوت دین میں پیش آمدہ مشکلات ومصائب پر صبر واستقامت اختیار کرنا ہے۔ لوگوں کو سنت اور بدعت کی حقیقت سمجھانے پر لوگ جو ناراض ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات دشمنی لڑائی اور جھگڑے پر آمادہ ہوجاتے ہیں تو اس پر بھی صبر واستقامت اختیار کرنے کی تاکید اللہ تعالےٰ نے نماز اور صبر سے استعانت طلب کرنے کی دی ہے اور ان سب کا اقرار نماز میں انسان کو آجائے تو وہ کسی بھی قسم کی تکالیف پر صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتا۔ سورہ مائدہ پارہ ۶ آیت نمبر ۳۵ یآیھا الذین اٰمنو اتقو اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ وجاھدو فی سبیلہ لعلکم تفلحون : اےَ ایمان والو اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور اللہ تعالےٰ کا قرب ڈھونڈو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ یہاں خطاب اہل ایمان سے ہے مکمل طور پر ایمان لاؤ، اللہ سے ڈرو اور رغبت حاصل کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو یہ چاروں باتیں اللہ کا قرب اور وسیلہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرنا یہ ھیکہ جس معاملہ میں شک ہو کہ یہ چیز صحیح ہے یا غلط اس معاملہ میں کامیابی کا راستہ بھی ھیکہ اُس چیز کو ترک ہی کیا جائے اور یہ محض اللہ سے ڈر کر کرنا ہے کہ کل روز قیامت اس تعلق سے باز پرس نہ ہو اسلئے اےَ اللہ میں نے محض صرف تیرے ڈر سے تقوٰی اختیار کر کے اس چیز سے باز رہا پتہ نہیں یہ ثواب دارین ہے یا تیرا عذاب میں نے محتاط ہو کر اس سے باز رہا ہوں اور اے اللہ میں نے تجھ سے قرب حاصل کرنے کیلئے ایک ایسا عمل جس میں میری جان جاتی ہے میں فی سبیل اللہ جہاد میں شریک رہ کر مر جاؤں تو شہید کہلاؤں اور زندہ رہا تو غازی بنوں میرا اس کے سوا اور کوئی منشا نہیں ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے ڈر کر اس کو وسیلہ جہاد سے حاصل کیا جاسکتا ہے چاہے وہ جہاد جنگ کی صورت میں ہو یا جہاد فی اللسان یا جہاد فی القلم اور یہ وسیلہ بھی انسان کے اپنے اندر ہی ہے یہ کوئی خارجی چیز نہیں ہے اور جو کسی غیر کے بھروسے پر اللہ تعالےٰ سے اُمید رکھی جائے میرا فلاں اتنا بڑا ولی ہے اُس کا وسیلہ میں نے تھام لیا ہے سیاں بھئے کوتوال تو پھر ڈر کا ہے کا، اللہ تعالےٰ کے پاس یہ سب چلنے والا نہیں دوسرے کا عمل اپنے کام آنے والا نہیں ناموں کی دھونس میں اللہ آنے والا نہیں ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اُٹھائے گا۔ ہر ایک نفسی نفسی پکارے گا جو دنیا میں دین کے معاملہ میں تکالیف برداشت کرے گا اُس کا اجر بھی صرف اُسی کو ملے گا۔ تحصیلدار کا بیٹا اپنے باپ کا حوالہ دیکر کوئی مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ بیٹے کی اپنی قابلیت سے ہی وہ تحصیلدار بن سکے گا سفارش کی دھاندلی تو دنیا میں چل سکتی ہے اگر عمر فاروقؓ جیسی خلافت دنیا میں ہوتی تو یہاں بھی کسی کی سفارش کسی کے کام آنے والی نہ بن سکتی تھی احکم الحا

کمین کے دربار میں کس کا کیا مقام ہو سکتا ہے اُس کا اپنا ذاتی عمل ہی اُس کے لئے فائدہ مند ہوگا۔

سورہ فتح آیت نمبر۲۹ محمد رسول الله ﷺ والذین معه اشدآء علی الکُفار، رُحمآء بینهم ترٰهُمه رُکعاً سُجداً یبتغون فضلا من الله ورضوانا محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ ؐ کے صحبت یافتہ (صحابہ کرام ؓ) ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں تو اُن کو دیکھو (صحابہ کرام ؓ) کہ کبھی رکوع کررہے ہیں کبھی سجدہ کررہے ہیں اللہ تعالےٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں۔

اس آیت سے صحابہ ؓ کی تعریف اللہ تعالےٰ بیان کررہا ہے کہ وہ آپس میں ایکدوسرے پر مہربان ہیں اور کافروں کیلئے بہت سخت ہیں اس سے مشاجرات صحابہ ؓ کے تعلق سے مسلمانوں پر مہر لگادی کہ تم ان صحابہ کرام ؓ کے بارے میں نازیبا الفاظ مت استعمال کرو اس تعلق سے قصوروار وہ تمام سبائی ہیں جو ان کے تعلق سے غلط فہمیاں پیدا کررہے ہیں ورنہ صحابہ کرام ؓ کردار کے لحاظ سے بہت ہی بلند ہیں یہ معصوم نہیں ہیں محفوظ ہیں۔ یہ صحابہ کرام ؓ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہے اور جو ان صحابہ کرام ؓ سے راضی رہے گا اللہ تعالےٰ ان سے بھی راضی رہے گا۔ ورنہ اللہ تعالےٰ ان ناراض رہنے والوں سے سخت ناراض ہے۔ یہ صحابہ کرام ؓ نماز میں مشغول رہنے والے حالات جنگ میں بھی صلوٰۃ خوف ادا کرنے والے جہادوں میں شریک رہنے والے اسلام کی سربلندی کیلئے سر دھڑ کی بازی لگانے والے جان و مال اسلام کی راہ میں لٹانے والے فاقے سہنے والے ہر حال میں اللہ تعالےٰ کا شکر بجالانے والے صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے والے جنہیں رسول اللہ ؐ نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی ان تمام اوصاف کے باوجود یہ اللہ تعالےٰ سے حد درجہ ڈرنے والے، وسیلہ سفارش پر تکیہ نہ کرنے والے سب سے پہلے تو یہ رسول اللہ ؐ کے قریب ہونے اور اللہ کے راضی رہنے کی بشارت کے باوجود رسول اللہ کی سفارش یا وسیلہ پر بھروسہ کرکے بیٹھے نہ رہے تھے بلکہ اللہ کے فضل کا وسیلہ اور رضامندی کیلئے ہمیشہ جستجو میں لگے رہے تھے اپنے اعمال پر انہیں ناز نہیں تھا وہ فضل خداوندی کے منتظر تھے منشاء رسول کو سمجھ کر اگلا قدم اُٹھانے والے نت نئی بدعات ایجاد کرنے کی انہیں کوئی خواہش نہ تھی اس لیے حضرت عمر ؓ نے منشاء رسول ؐ کے موافق تراویح باجماعت کا اہتمام کیا چونکہ آپ نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ ؐ نے تین دن جماعت تراویح صحابہ کرام ؓ کے ساتھ پڑھی تھی اور اس خیال سے کہ یہ اُمت پر فرض نہ ہو جائے مکمل

ایک مہینہ تک جماعت سے نماز تراویح نہیں پڑھی منشاء رسول ؐ موجود تھا جب نبی آخر الزماں دنیا سے تشریف لے گئے اور دین بھی مکمل ہو چکا اور نماز تراویح کے فرض ہونے کا امکان بھی نہ تھا منشاء رسول ؐ کے مطابق حضرت عمر ؓ نے نماز تراویح باجماعت کا اہتمام رمضان شریف میں فرمایا۔ منشاء رسول ؐ سے صرف صحابہ کرام ؓ ہی واقف تھے تابعین اس سے واقف نہ تھے اسلئے انہوں نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی اور وہ جانتے تھے کہ دین میں بدعت ضلالت و گمراہی ہے آج کا مسلمان منشاء رسول ؐ سے واقف ہونے کا دعوی قطعی نہیں کرسکتا سینکڑوں بدعات ایجاد کرلی گئی ہیں اور اُنہیں سنت کا مقام بھی دیدیا ہے بدعات کے چور دروازے سے خرافات کا اضافہ ہوا ہے اور یہ بدعات سنت کا منہ چڑا رہے ہیں۔ آج کا مسلمان جسم پر ایک خراش بھی محسوس نہیں کرتا مرغن غذائیں، بریانیاں کھا کھا کر عاشق رسول ؐ ہونے کا دعوی کرتا ہے اور عام مسلمانوں کو وسیلوں اور سفارشوں کی آس دلا دلا کر عمل سے بے پرواہ کردیا ہے اور ثواب دارین کے خوشنما الفاظ کے کھلونوں سے مسلمانوں کو بہلا کر بدعات کا انبار لگاتا چلا جارہا ہے نمازیں بے روح ایک دوسرے کو کُفر کے فتووں سے نوازنا اس کا مشغلہ بن گیا ہے کسی کافر کو مسلمان بنانا تو ان کے بس کی بات نہیں مگر مسلمانوں کو کافر بنانے میں یہ یہودیوں سے بھی بازی لے گیا ہے اسوۂ رسول ؐ اور تعامل صحابہ ؓ سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ نماز میں یہ بلا سوچے سمجھے اقرار کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی استعانت اور مدد طلب کرتے ہیں اس کے برخلاف ہزاروں آستانوں سے یا مدد، حاجت روا، روزی میں برکت اور اولاد کے لیے گڑ گڑا کر التجائیں کرنا ان کے وسیلوں سے کام کا بننا بگڑنا، پرچیاں عرضیاں لٹکانا کہ ہمیں وہ کچھ عطا کیجئے جو دنیا میں سرفرازی کیلئے ضروری ہے گویا انہوں نے اللہ تعالےٰ کو معطل سمجھا ہے سب اختیار غیر اللہ کے ہی خزانوں میں محفوظ ہے وہ جسے چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں غضب ناک ہو کر نقصان پہنچاتے ہیں یہ کھلی خیانت ہے اقرار اللہ کے سامنے کچھ اور کیا جارہا ہے عمل اس کے خلاف کرتے چلے جارہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ بے روح نمازوں کا اثر ہے نماز سے ان کے دلوں کے اندر اللہ کا ڈر پیدا نہ ہو تو اب یہ نمازیں کچھ بھی کام آنے والی نہیں ہیں۔

''ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں'' کے الفاظ عام ہیں اس وجہ سے یہ طلب مدد خاص عبادت کے معاملہ میں بھی ہوسکتی ہے اور زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی، عبادت میں بندہ اللہ کی مدد کا محتاج توفیق و رہنمائی اور ثبات و استقامت کے لئے ہوتا ہے۔ کیونکہ عبادت بالخصوص جب کہ وہ زندگی کے ہر پہلو میں اللہ کی اطاعت پر مشتمل ہو ایک بڑی ہی آزمائش کی چیز ہے۔ اس میں ایسے سخت مقامات بھی آتے ہیں جہاں بڑے

بڑوں کے پائے ثبات بھی ڈگمگا جاتے ہیں۔اس جملہ میں مفعول کی تقدیم نے حصر کا مضمون بھی پیدا کر دیا ہے۔یعنی عبادت بھی صرف اللہ ہی کی اور استعانت بھی تنہا اسی سے اس حصر نے شرک کے تمام علائق کا ایک قلم خاتمہ کر دیا کیونکہ اس اعتراف کے بعد بندہ کے پاس غیر اللہ کو نہ کچھ دینے کو رہا اور نہ اس سے کچھ مانگنے کی گنجائش باقی رہی اس کے بعد دوسروں سے بندے کے تعلق کی صرف وہی نوعیت جائز رہ گئی ہے جو خود اللہ تعالٰے نے ہی قائم کر دی ہو۔

اھدنا الصراط المستقیم :اھد نا کا مطلب صرف اس قدر نہیں کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھادے بلکہ اسکا مفہوم اس سے بہت زیادہ ہے۔اس میں یہ مفہوم بھی ہے کہ اس راستہ کی صحت پر ہمارے دل مطمئین کر دے،اس پر چلنے کا ہمارے اندر ذوق وشوق پیدا کر دے۔اس کی مشکلیں ہمارے لیے آسان کر دے اور اس پر چلا دینے کے بعد دوسری پگڈنڈیوں پر بھٹکنے سے ہمیں محفوظ رکھ،یہ سارا مضمون یہاں صلہ کو حذف کر دینے سے پیدا ہوتا ہے۔صراط مستقیم سے مراد وہ سیدھا راستہ ہے جو بندوں کیلئے خود اللہ تعالٰے نے کھولا ہے،جو دین اور دنیا دونوں کی فلاح وکامیابی کا ضامن ہے۔جس پر چلنے کی دعوت نبیوں اور رسولوں نے دی ہے۔جس پر ہمیشہ اللہ کے نیک بندے چلے ہیں جو قریب تر اور سہل ہے،جس کے ادھر اُدھر سے گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں نے بہت سی ٹیڑھی ترچھی راہیں نکال لی ہیں۔لیکن وہ بجائے خود قائم ہے اور اللہ تک پہنچنے والے ہمیشہ اسی پر چل کر اللہ تک پہنچ سکتے ہیں۔اسی سیدھے راستے کو حضورؐ نے ایک مرتبہ اس طرح سمجھایا کہ زمین پر ایک سیدھا خط کھینچا پھر اس کے داہنے بائیں آڑے ترچھے خطوط کھینچ دیئے پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالٰے کا راستہ ہے اور یہ آڑے ترچھے خطوط پگڈنڈیاں ہیں اور ان میں سے ہر پگڈنڈی کی طرف کوئی نہ کوئی شیطان بلا رہا ہے۔

صراط الذین انعمت علیھم: آدمی جس چیز سے جتنا ہی گہرا لگاؤ رکھتا ہے اس کو اسی قدر وضاحت کیساتھ خود بھی سمجھنا چاہتا ہے۔اور دوسروں کو بھی سمجھانا چاہتا ہے اس وجہ سے صرف اتنے ہی پر بس نہیں کیا کہ ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت بخش بلکہ اس کی پوری وضاحت بھی کر دی اور یہ وضاحت مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے ہے۔مثبت پہلو یہ ہے کہ رستہ ان لوگوں کا ہے،جن پر تیرا انعام ہوا ہے اور منفی پہلو یہ ہے کہ جو نہ مغضوب ہوئے اور نہ گمراہ۔اس وضاحت کے بعد مدعا اس طرح آئینہ ہو کر سامنے آگیا ہے کہ کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔اس ساری وضاحت کی ضرورت اس وجہ سے نہیں تھی (العیاذ باللہ) اللہ تعالٰے کو

دُعا کا مُدعا سمجھنے میں کوئی غلط فہمی پیش آنے کا امکان تھا بلکہ صرف یہ ہے کہ طالب اپنے مطلوب حقیقی کی طلب کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے اپنی بے زاری کا اظہار بھی کر رہا ہے۔جنہوں نے اس محبوب اور مطلوب سے منہ موڑ دیا اس سے بھٹک گئے نیز اپنے لیے استقامت اور استواری کا بھی طلب گار ہے کہ اس راستہ کو پا جانے کے بعد اس پر قائم رہنا نصیب ہو،ان لوگوں کا حشر نہ ہو جن کو یہ راستہ ملنے کو تو ملا لیکن وہ اس کو پا لینے کے بعد دیدہ ودانستہ اس سے منحرف ہو جانیکے سبب سے اللہ کے غضب میں مبتلا ہوئی یا اپنی بدعت پسندیوں کی وجہ سے اس کو پا کر اس سے محروم ہو گئے۔اس آیت میں تین گروہوں کا ذکر ہے ایک **منعم علیھم** ،دوسرا **مغضوب علیھم** ،تیسرا ضالین ،ان تینوں گروہوں کی خصوصیات بھی معلوم کر لینی چاہئیں۔پہلے گروہ میں نعمت سے مقصود دراصل ہدایت شریعت کی نعمت ہے،جس سے انسان دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح کا راستہ معلوم کرتا ہے۔فعل انعام یہاں اپنے کامل اور حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔اس سے مراد درحقیقت وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالٰے نے شریعت کی نعمت عطا فرمائی اور انہوں نے دل وجان سے اس کو قبول کیا،اس نعمت کے دیے جانے پر وہ اللہ تعالٰے کے شکر گزار رہے،اس کی خود بھی قدر کی اور دوسروں کو بھی اس کی قدر کرنے پر اُبھارا،اس کے تحفظ کیلئے انہوں نے اپنی قوتیں اور قابلیتیں بھی صرف کیں،مال بھی قربان کیے اور اگر ضرورت پیش آئی تو اس کی راہ میں جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا،یعنی یہ انعام یافتہ لوگ انبیاء،صدیقین،شہداء اور صالحین ہیں۔

دوسرے گروہ کی نسبت اللہ تعالٰے کی طرف اس طرح براہ راست نہیں ہے۔جس طرح انعام کے ذکر میں ہے اس کی وجہ تو سوء ادب سے احتراز ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انعام ہمیشہ اور ہر حال پر بندہ پر اللہ تعالٰے ہی کی طرف سے ہوتا ہے برعکس اس کے اللہ کے غضب کا مستحق بندہ اپنے اعمال کے سبب سے خود بنتا ہے۔

مغضوب علیھم سے مراد دو قسم کے لوگ ہیں۔ایک وہ جن پر اللہ تعالٰے نے اپنی شریعت کی نعمت نازل فرمائی لیکن انہوں نے اپنی سرکشی کے سبب سے نہ صرف یہ کہ اس کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کی مخالفت کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور جن لوگوں نے اس کو ان کے سامنے پیش کیا ان کی بیخ کنی اور قتل کے درپے ہوئے جس کی پاداش میں ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور وہ ہلاک کر دیئے گئے۔

دوسرے وہ لوگ جنہوں نے قبول تو کیا لیکن دل کی آمادگی کے ساتھ نہیں قبول کیا بلکہ مارے باندھے قبول کیا، پھر بہت جلد شہوات نفس میں پڑ کر انہوں نے اس کے کچھ حصہ کو ضائع کر دیا، کچھ حصہ میں کتر بیونت کر کے اس کو اپنی خواہشات کے مطابق بنالیا اور جن لوگوں نے ان کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی یا ان کو صحیح راستے پر لانا چاہا انہوں نے ان میں سے بعض کو جھٹلایا اور بعض کو قتل کر دیا۔ پچھلی اُمتوں میں اس کی سب سے واضح مثال یہود ہیں۔ چنانچہ ان کے معتوب ومغضوب ہونے کا ذکر قرآن میں تصریح کے ساتھ ہوا۔ سورہ بقرہ ۶۱۔ جن پر اللہ نے لعنت کی اور جن پر غضب ہوا، اور جن کے اندر سے بندر اور خنزیر بنائے، اور ان کے اُوپر ذلت اور مسکنت تھوپ دی گئی اور وہ خدا کا غضب لے کر پلٹے۔

ضآلین: سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین میں غلو کیا، جنہوں نے اپنے پیغمبر کا رتبہ اتنا بڑھایا کہ اس کو الٰہ بنا کر رکھدیا، جو صرف ان ہی عبادتوں اور اطاعتوں پر قانع نہیں ہوئی جو اللہ اور اللہ کے رسول نے مقرر کی تھیں بلکہ اپنے جی سے رہبانیت کا ایک پورا نظام کھڑا کر دیا، جنہوں نے اپنے اگلوں کی ایجاد کی ہوئی بدعتوں اور گمراہیوں کی آنکھ بند کر کے پیروی کی اور اسطرح صراط مستقیم سے ہٹ کر گمراہی کی پگڈنڈیوں پر نکل گئے، پچھلی اُمتوں میں سے اس کی نہایت واضح مثال نصاری ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید نے انہی وجوہ کی بناء پر ان کو گمراہ اور گمراہ کرنے والے قرار دیا ہے۔

سورہ مائدہ ۷۷: کہہ دو اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشوں (بدعتوں) کی پیروی نہ کرو۔ جو پہلے سے گمراہ چلے آرہے ہیں۔

سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین کہیں۔ چاہے بلند آواز سے یا آہستہ اس سے نماز کی روح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ دن میں پانچ مرتبہ نمازوں میں اگر اس نماز کی روح پر نظر رہے تو عقیدہ مومن مستحکم ہوجاتا ہے اور آدمی کے اخلاق میں سُدھار بھی آجاتا ہے اور اگر جزیات ہی پر بحث ہوتی رہے نماز کی روح غائب ہوجاتی ہے۔ اور یہ شیطان کا زبردست ہتھیار ہے جبکہ ہم نے ابتداء ہی میں تعوذ پڑھکر یہ عہد اور اقرار کیا تھا کہ ہم نے شیطان کے وساوس سے محفوظ رہنے کیلئے اللہ سے ملتجی ہوئے تھے۔ اللہ تعالےٰ کو مطلوب احسان یعنی روح والی نماز ہے۔ یہ نماز، نماز پڑھنے والے کے باطن کا عکس ہوتی ہے۔ اس نماز میں نمازی کے دل کا خضوع وخشوع جھلکتا ہے۔ اس میں خدا کے آگے بندہ کی صرف کمر ہی نہیں جھکتی اس کا دل بھی جھکتا ہے۔ صرف اس کی پیشانی ہی

نہیں جھکتی اس کی روح بھی سجدہ ریز ہوتی ہے اس کے برعکس اس کا جسم حاضر ہے لیکن اس کا دل غائب ہے بدن مسجد میں ہے لیکن روح کہیں اور گردش کر رہی ہوتی ہے محض رسم کی خاطر اپنی گردن یہ بھی جھکا دیتا ہے لیکن اس کا دل بدستور اکڑا ہی رہتا ہے۔ درحقیقت جب بندہ نماز میں داخل ہوتا ہے تو اس کی عظیم معنویت، اس کی روح کو ابراہیمی اخلاص اور ابراہیمی حنفیت سے لبریز کر دیتی ہے، وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ میں صرف ایک مصلی ہی نہیں ہوں بلکہ ایک صف شکن مجاہد بھی ہوں، وہ اپنے رب کے آگے اس کے ساتھ اپنی وفاداری کا عہد کرتا ہے لیکن یہ صرف وفاداری کا عہد ہی نہیں ہوتا بلکہ دنیا کے ہر باطل سے بغاوت کا اعلان بھی ہوتا ہے اور اس راہ میں سب کچھ قربان کر دینے کا غیر متزلزل عزم بھی، سورہ فاتحہ کے ایک ایک لفظ کو نماز پڑھنے والے کیلئے لعل وگہر سے بھی زیادہ قیمتی بنادیتا ہے۔ اس کے ایک ایک گہر کے بدلے اللہ تعالےٰ کے ہاتھوں دولت کے خزانے ملنے والے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کا کم سے کم تین آیتوں کا پڑھا جانا: اور اب سورہ فاتحہ کے بعد بندہ قرآن مجید کی کوئی سورۃ یا اس کا کوئی حصہ پڑھتا ہے۔ قرآن مجید، کا کوئی حصہ بھی پڑھا جائے، یہ اس کتاب کا اعجاز ہے کہ اس کے ہر حصہ میں وہ اصل چیز موجود ہوتی ہے جس کی تعلیم ودعوت کیلئے قرآن اُترا ہے۔ خدا کی صحیح تعریف، زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ آخرت کا بیان، جزا وسزا کا ذکر اس کے ہر حصہ میں ملے گا۔ اسلوب اور انداز بیان بدلے ہوئے ہوں گے، کہیں ایک بات قانون کی شکل میں ہوگی۔ کہیں موعظت کی شکل میں، کہیں قصہ کی شکل میں، کہیں تمثیل کے پیرایہ میں، کہیں دھمکی کا انداز ہوگا، کہیں پیار ومحبت کا لیکن یہ ممکن نہیں ھیکہ قرآن مجید کا کوئی حصہ پڑھا یا سُن جائے (تین آیتوں کے بقدر ہی سہی) اور آدمی کے سامنے نہایت موثر اور دل نشین انداز میں اس حقیقت کی یاد دہانی ہو جائے جو اس کی زندگی کے رُخ کو صحیح رکھنے کیلئے ضروری ہے۔

رفع یدین

صحاح ستہ کے لکھنے سے بہت پہلے امام اوزاعی اقلیم شام کے امام تھے مکہ معظمہ میں ابوحنیفہؒ سے ملے اور کہا کہ میں نے زہری سے انہوں نے سالم بن عبداللہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے سنا ہیکہ رسول مکرمؐ رکوع اور سجود کے بعد رفع یدین کرتے تھے امام ابوحنیفہؒ نے اس کے مقابلہ میں حماد، ابراہیم نخعی وعلقمہ، عبداللہ ابن مسعود کے سلسلے سے حدیث روایت کی آنحضورؐ نے ان موقعوں پر رفع یدین نہیں فرماتے تھے

اوزاعی نے کہا میں زہری اور سالم کے ذریعہ سے حدیث بیان کر رہا ہوں اور آپ حماد نخعی اور علقمہ کا نام لیتے ہیں تو ابو حنیفہؒ نے کہا میرے رواۃ آپ سے زیادہ فقیہ ہیں اور عبداللہ ابن مسعود کا رتبہ تو معلوم ہی ہے اسلئے میں ان کی روایت کو ترجیح دیتا ہوں۔

اُس تابعین کے دور میں ہر دو روایتوں پر عمل ہوتا رہا مگر بعد میں عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت ترمذی میں اور زہری کی روایت بخاری میں جگہ پا گئی اور اگر زہری کی ترمذی میں اور ابراہیم نخعی کی بخاری میں آجاتی تو لوگ مسلکی تعصب کیوجہ سے بخاری کو ترجیح دیتے اور رفع یدین نہ کرنے کی روایت پر زور دیتے دراصل امام زہری کے تعلق سے جوزفانی" کا ابو العباس السراج سے سنداً روایت کرتے ہیں کہ میں محمد بن اسماعیل البخاری کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے سامنے ابن کرام کا خط پیش کیا گیا جس میں انہوں نے چند احادیث کے بارے میں سے ایک حدیث زہری کی تھی۔ جو عن سالم عن ابیہ کے واسطے سے مرفوعاً روایت کی گئی کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم، امام بخاریؒ نے اس خط کی پشت پر یہ جواب لکھا جس نے یہ حدیث بیان کی ہے وہ سخت سزا اور لمبی قید کا مستحق ہے۔ اس واقعہ کو امام ذہبی نے اپنی میزان الاعتدال میں نقل کیا ہے۔

رفع یدین سنت ہے دو قول ہیں، دو رائے ہے، کرنا یا نہ کرنا، امام مسلم مستحب کہتے ہیں۔ انہوں نے باب باندھا ہے۔ استحباب رفع یدین رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ مالک ابن حویرث سے امام مسلم نے تین مقامات ا۔ تکبیر تحریمہ ۲۔ رکوع میں جانے سے پہلے تیسرا رکوع سے اُٹھنے کے بعد۔ امام بخاری اس کے علاوہ چھوٹے قعدے میں بھی رفع یدین کرنے کا ذکر کیا ہے۔

رفع یدین نہ کرنے کے سلسلے میں ترمذی، نسائی، ابوداود، عبداللہ ابن مسعودؓ سے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی لکھا ہے۔ دلیل دونوں طرف ہے۔ رفع یدین نہ کرنے کی جو روایتیں ہیں اُس کو بھی، احمد محمد شاکر اور محدث ناصر الدین البانی نے صحیح کہا ہے۔

رکوع

رکوع میں سر اور پیٹھ دونوں برابر ہوں اور پیٹھ میں کوئی خم نہ ہو، دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے (ابوداود، نسائی، ترمذی) رکوع میں کم سے کم تین بار "سبحان ربی العظیم" پڑھے۔ پاک ہے میرا پروردگار بزرگی

والا۔ میرا اللہ تمام عیوب سے پاک ہے نہ اُسے نیند آتی ہے نہ اُونگھ نہ وہ کھاتا پیتا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ باپ نہ اُس کی ماں ہے نہ کسی نے اُسے جنا ہے۔ کوئی اُس کے جوڑ کا نہیں سب اُس کی مخلوق وہ سب کا خالق سب محتاج وہ غنی سب فانی وہ اول سے ہے اور آخر تک اُس کی کوئی بھی تقسیم نہیں نہ اُس کے نور سے کوئی وجود میں آیا نہ کوئی اُس جیسا ہے وہ ازل سے ہے سب اُس کے بندے اور غلام ہیں کوئی چیز اُس کی ذات یا اس کے جوہر سے نہیں ہے سب اس کے محکوم ہیں کوئی اس پر دباؤ ڈال کر یا اپنی نیکیوں کا حوالہ دیکر اُس سے کوئی بات منوا سکتا ہے نہ وہ ظالم ہے ہر ایک کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنے والا ہے کسی پر بھی کوئی زیادتی نہ کی جائیگی ہر ایک کو اُس کے عمل کی جزا دینے والا ہے۔ وہ ہر چیز سے آگاہ ہے کسی کے بتلانے سے وہ جان جائیگا ایسا نہیں ہے وہ داتا ہم منگتا، ہم بندے وہ بندہ نواز ہم غریب وہ غریب نواز، رکوع کی تسبیح تین دفعہ سے کم نہ پڑھیں جتنی چاہیں زیادہ پڑھی جا سکتی ہیں۔ رکوع سے سیدھا کھڑے ہوتے وقت سمع اللہ لمن حمیدہ کہے اللہ نے اس کی سن لی جس نے اللہ کی تعریف بیان کی۔

اس میں صرف اللہ ہی کے حاضر ناظر ہونے ذکر ہے اور اللہ خود نماز پڑھنے والے سے بلا وسیلہ یہ اقرار اور یقین کروا رہا ہے کہ جو بھی اللہ کی تعریف بیان کی گئی وہ اللہ تعالےٰ نے سن لی۔ یہ نماز ہی تو ہے جو مومن کی معراج ہے دن میں پانچ مرتبہ اس کا کامل یقین ہو جائے تو بھلا نماز پڑھنے والے کا دل نماز میں کیوں نہ لگے گا کیوں نہ اُس کی برائیاں دور ہوں گی اور کیوں نہ اُس کے اخلاق سدھریں گے۔

قومہ

رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونے کو قومہ کہتے ہیں اور یہ واجب ہے اور یہ چھوٹ جائے تو نماز ہی نہیں ہوتی جو لوگ بہت ہی جلدی کرتے ہیں اور راست سجدے میں جاتے ہیں اُن سے نماز کا ایک رکن چھوٹ گیا۔ بلکہ اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے ایسے سجدے میں جاتے ہیں گویا انگاروں پر کھڑے ہوں۔ قومہ میں ربنا لک الحمد پڑھیں۔ تمام کی تمام تعریفیں اۓ ہمارے رب تیرے ہی لیے ہے اس میں کسی غیر اللہ کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

سجدہ بندگی کی آخری حد ہے اپنے آپ کو پورے کا پورا اللہ کے حوالے کرنا ہے سجدۂ تعظیمی وغیرہ سب حرام ہے شرک ہے شیطان کا بہکاوہ ہے۔ سجدہ بندگی کی سب سے بڑی علامت ہے اس وجہ سے یہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کیلئے جائز نہیں ہے۔ مشرکین عرب اللہ کے سوا جو دوسروں کی بندگی کرتے تھے اس کے متعلق ان کا یہ دعوٰی تھا کہ یہ صرف اسلئے وہ کرتے ہیں کہ یہ خدا کی قربت کا ذریعہ ہیں گویا ان کی بندگی، ان کے زعم میں، خدا ہی کی بندگی تھی۔ خدا کی بندگی اس طرح بلا شرکت غیرے ہونی چاہیے کہ اس کی بندگی کی مخصوص علامات میں بھی کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔

قرآن پاک نے جس مضمون کو لگی لپٹی رکھے بغیر پوری وضاحت سے بیان کیا ہے وہ ہے توحید وشرک کا مسئلہ توحیدؑ اساس ہے جس کے بغیر سارا دین مہمل اور بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے توحید کا لازمی تقاضہ یہ ھیکہ محبت، طلب، اُمید، توکل وغیرہ کی تمام ڈوریاں ہر طرف سے کٹ کر صرف آستانہ الوہیت سے جڑ جائیں یہ وہ بلند ترین مقام ہے جس کے اُوپر روحانی ترقیات کا کوئی درجہ نہیں۔ جس نے یہ کائنات بنائی ہے انسانوں کیلئے انواع واقسام کے میوے، ترکاریاں اناج وغیرہ سے زمین کے اس دسترخوان کو انسان کیلئے سجا سنوار کر پیش کر دیا ہے۔ اور ان سب چیزوں کا خالق صرف اللہ ہے اور سجدہ کا سزاوار بھی صرف اللہ ہی ہے کسی بھی مخلوق کا اس کائنات کے بنانے میں کوئی دخل نہیں ہے اسلئے کسی بھی حال میں کسی کو بھی سجدہ کرنا روا نہیں، سجدہ اللہ تعالےٰ کا حق ہے اللہ تعالےٰ خالق ومسجود ہے اور تمام کی تمام مخلوق ساجد ہے کائنات کی ہر چیز بلا چوں وچرا اللہ تعالےٰ کا سجدہ کر رہی ہے مگر واہ رے انسان باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے اللہ کے علاوہ ہر کسی کو سجدہ کر رہی ہے، اللہ نے ہر انسان کا ایک ہی باپ بنایا ہے یعنی اب تو سب کا ایک ہی اور رب بھی ایک ہی ہے اپنے رب کو چھوڑ کر اُسی کی مخلوق کو سجدہ کرے یہ اشرف المخلوق کہلانے کی مستحق ہی نہیں۔ شیطان نے اس کو یہ باور کرا دیا ھیکہ یہ سجدہ نہیں یہ تعظیمی سجدہ ہے اور تعظیمی سجدے میں اُن خاص اعضاء کو زمین پر ٹکایا نہیں جاتا، دنیا کی ہر چیز انسان کیلئے مسخر کی گئی لیکن وہ کسی کیلئے بھی مسخر نہیں کیا گیا اس لیے رب کائنات کے سوا کسی کے آگے اس کا جھکنا اسکے لئے باعث ننگ قرار دیا۔ جس طرح کائنات کی تمام بے ارادہ اشیاء اللہ ہی کے امر کے تابع اور اسی کے آگے سربسجود ہیں اسی طرح اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہیں جنہوں نے اپنے اختیار وارادے کے اللہ

ہی کے امر وحکم کے تابع کر دیا ہے۔ اور وہ اپنے رب کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے لیکن بہتوں نے اپنے اس اختیار وارادہ کو غلط استعمال کیا ہے۔ اور اس سب سے بڑے شرف کو، جو اللہ نے ان کو بخشا، اپنی شامت اعمال سے انہوں نے اپنے لیے سب سے بڑی گمراہی اور سب سے بڑی ذلت کا سبب بنا لیا، کائنات کی چیزوں کا حال تو یہ ھیکہ باوجودیکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو انسان کی خدمت کیلئے بنایا ہے لیکن اس کے باوجود ان میں سے کوئی چیز بھی یہ ننگ گوارہ کرنے کیلئے تیار نہیں ھیکہ وہ انسان کو سجدہ کرے لیکن انسان کی رذالت وسفاہت کا حال یہ ھیکہ وہ اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے اپنے سے فروتر مخلوقات کو معبود مان کر ان کے آگے جھکتا ہے ،ر کہیں اپنے ہی جیسے انسان کو بھی تعظیمی سجدہ وغیرہ کی اصطلاحیں استعمال کر کے انہوں نے اپنے کو بھی ذلیل کیا اور اپنے رب کی تحقیر کی نماز جنازہ ہر مرنے والے نیک وبد کیلئے فرض کفایہ ہے اس کیلئے طہارت، وضو وغیرہ جو نماز کیلئے ضروری ہیں وہ تمام چیزیں بھی نماز جنازہ کیلئے ضروری ہیں مگر نماز جنازہ کیلئے سجدہ، رکوع نہیں ہے اسلئے کہ بالکل سامنے ہی میت رکھی ہوئی ہوتی ہے۔ جو نیک بھی ہو سکتی ہے گنہ گار بھی اور وہ اپنے بزرگ، والدین، اُستاد یا کسی ولی کی بھی میت ہو سکتی ہے، چھوٹے کی بھی اپنے سے بڑے کی بھی قابل تعظیم ہستی بھی ہو سکتی ہے اور یہاں پر اللہ تعالےٰ نے سجدہ ہی نہیں رکھا ہے کیونکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مسلمان اپنے بزرگوں کا بھی سجدہ کرتا ہے سجدہ کی مشابہت بھی نہ ہوا اسلئے یہاں رکوع بھی نہیں رکھا گیا اسلام کی بنیاد تو توحید پر ہے وہ یہ کیسے گوارہ کرے گا کہ میت کے سامنے رکوع اور سجدہ بھی ہو، جس کسی کی بھی نماز جنازہ پڑھی جا رہی ہے وہ میت زمین سے چار پانچ فٹ اُوپر ہوتی ہے اور اگر یہی میت زمین کے اندر دفنائی جاتی ہے تو پھر اس کیلئے سجدہ کیسے جائز ہو جائیگا۔ غلط تاویلات اور اگر، مگر لیکن ودیگر کے اُلٹ پھیر میں کیسے ایک مومن کو شرک کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے دراصل یہ ایک شیطانی دھوکہ ہے کوئی بھی کلمہ گو مخلص مسلمان کیلئے علم کلام اور منطق کے زور پر قرآن اور حدیث اللہ کے حکم کے خلاف سجدہ کروانا صراط مستقیم سے ہٹانا ہے جب کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ غنیتہ الطالبین میں صراحت کے ساتھ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”کسی بھی قبر کو ہاتھ لگانا بوسہ دینا یہ صرف اور صرف یہودیوں کا ہی طریقہ ہے۔

سجدے کی تسبیحات: سبحان ربی الاعلیٰ: پاک ہے میرا پروردگار بلند مرتبے والا۔ اللہ تعالےٰ کا مرتبہ اس قدر بلند وبالا ہے کہ اُس کے برابر اور اُس کا کوئی ہم سر نہیں۔ تمام انسانوں کی خیر خواہی بھلائی چاہنے والا رحمان

ورحیم تمام عالم کا پالنہار صرف وہی ہے انسانوں میں وہ امتیاز صرف ایمان کی بنیاد میں کرتا ہے پھر بھی ہر ایک پر اُس کی رحمت عام ہے مومن ومشرک کو نوازنے والا بے شک وہ سب سے ارفع واعلی ہے بے نیاز ہے بے ہمہ ہے سب کی خبر گیری اور دستگیری صرف وہ ہی کرتا ہے اور سب کیلئے وہ پناہ کی چٹان ہے سب کا ماویٰ وہ مرجع بھی ہے جب اس سے فریاد کی جاتی ہے تو وہ فریاد سنتا ہے فریاد رسی کرنا، سب سے بے نیاز ہونے کے ساتھ ساتھ تمام سزا وار حمد کاموں کا منبع بھی ہے اسلئے اللہ سے مایوس ہو کر دوسروں کا سہارہ نہ پکڑیں۔ وہ بڑا ہی جود و کرم، فیاض، مہربان سخی اور بندہ نواز ہے اس نے بندوں میں رزق کی احتیاج رکھی تو یہ نہیں کیا جیسا تیسا پیٹ بھرنے کا سامان پیدا کر دیا بلکہ نعمت کے انبار لگائے۔ باغ اُگائے گونا گوں قسم کے غلے اور میوے پیدا کیے آخر مجرد زندگی گزارنے کیلئے تو یہ تنوعات یہ رنگوں شکلوں، ذائقوں کی یہ رنگ آرائیاں ناگزیر نہیں تھیں۔ لیکن اس دنیا کے خالق نے بغیر اس کے کہ اس کی کوئی ضرورت ہم سے وابستہ ہو ہمارے لیے اتنا وسیع دستر خوان بچھایا کہ ہم اس کے لذائذ کے انواع واقسام گننا چاہیں تو گن نہیں سکتے پھر یہ سب انسان کیلئے نعمت و برکت، غذا اور لذت ہیں جس خالق نے ہمارے جسم کے اندر گلوکوز اور فولاد ودلیعت کیا اُسی نے انار اور انگور کے اندر رس بھرے جس نے ہماری زبان کے اندر مختلف ذائقے ودیعت کیے جس نے ہماری نگاہوں کو حسن و جمال بخشا ساری کائنات کو انسان کی خدمت پر لگا دیا وہ ایسا ارفع واعلی ہے، خالق تو ہر شئے کا اللہ ہی ہے تو خالق کی خلق میں دوسروں کا کوئی حصہ نہیں سب پر کنٹرول کرنے والا وہی ہے۔ آدمی سادہ طور پر اس احساس کے ساتھ سجدہ کرے کے اس نے رب العالمین کے سامنے اپنا سر زمین پر رکھ دیا ہے اس قسم کا سجدہ بھی ایک عظیم عبادت ہے مگر اس سے زیادہ عظیم سجدہ وہ ہے جس میں علم وشعور کا سرمایہ شامل ہو گیا ہو یہ دوسرا سجدہ جو علم وشعور کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ سجدے کی عبادت کو بہت زیادہ عظیم بنا دیتا ہے اور اس سے پوری نماز میں سجدے میں بھی اللہ سے اس کی سر گوشیاں ہونے لگتی ہیں وہ اللہ کو پکارتا ہے اور اللہ کی طرف سے وہ اس کا جواب بھی پاتا ہے۔ سجدہ کی تسبیحات کم سے کم تین دفعہ پڑھیں۔

جسم کے آٹھ اعضاء پر سجدہ ہے پیشانی، ناک دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے دونوں پاؤں کے پنجے اور پاؤں کی انگلیوں کو زمین کے ساتھ لگانا ہے۔ اُونٹ کی جیسی بیٹھک نہیں کرنا ہے دونو بازو دونو پہلو سے الگ رکھیں ملا کر نہ رکھیں کہنیوں کو زمین سے بُلند رکھیں ملا کر نہ رکھیں اور سجدے میں دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی

ہونی چاہیے اور سر دونوں ہاتھوں کے درمیان ہو۔ ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد احادیث میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے سبحان ربی الاعلی تین بار کم سے کم زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

دونوں سجدوں کے درمیان اعتدال اور سکوں واطمنان واجب ہے۔ رکوع اور سجدے کی حالت میں اپنی کمر کو پوری طرح سیدھی کرے اتنی سیدھی کہ اس سے زیادہ سیدھی نہ ہو سکے حتیٰ کے ہر ہڈی اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے اس کو جلسہ کہتے ہیں اور یہ فرض ہے عام لوگوں کو جلسے کا پتہ ہی نہیں ہے بس مرغ کی ٹھونک کی مانند جلدی جلدی بغیر جلسے کے دوسرا سجدہ ادا کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اکثر لوگ امام اور مقتدی اتنی جلدی دوسرے سجدے میں بغیر جلسے کے چلے جاتے ہیں دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ نہ ہو تو نماز ہی نہیں ہوتی سہواً اگر جلسہ ساقط ہو جائے تو سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے جان بوجھ کے جلسہ ترک ہو جائے تو نماز ہی نہیں اس کا خیال ہی نہیں کیا جاتا دوسرے جزوی مسائل میں تو شدت برتی جاتی ہے اور اہم چیز پر نہ توجہ دی جاتی ہے نہ ہی اس کے متعلق گفتگو ہی کی جاتی ہے حالانکہ اُمت مسلمہ کا جلسہ میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔

رکوع اور سجدہ دونوں سجدوں کے درمیان کا جلسہ اور رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونے کا وقت یعنی قومہ یہ چاروں تقریباً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہوتے تھے (بخاری ومسلم) اس متفق علیہ حدیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جو شخص بے پروائی سے قومہ اور جلسہ کچھ ادا کیا یا نہیں ادا کیا، اطمینان سے رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہوا اور دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے نہیں بیٹھا تو اس کی نماز ناقص ہوئی۔

ابوقتادہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ چوروں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز چُراتا ہو، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ اپنی نماز کس طرح چُراتا ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز چُرانا یہ ھیکہ رکوع اور سجدہ کو پورا پورا ٹھیر ٹھیر کر اطمینان سے نہ ادا کرے (مسند احمد بن حنبل)

اس حدیث میں نماز کے چور کو مال کے چور سے اسلئے بدتر قرار دیا ھیکہ مال کا چُرانے والا بسا اوقات چوری سے دنیاوی فائدہ حاصل کر لیتا ہے پھر صاحب مال سے درگزر کروالیتا ہے، یا اگر سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو وہ عذاب اُخروی سے نجات پالیتا ہے، اس کے برخلاف نماز کا چور نماز کی وجہ سے جس ثواب کا مستحق ہو سکتا تھا اس سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ ثواب کے بجائے عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے اس طرح آخرت میں سوائے نقصان کے کچھ بھی اس کے ہاتھ نہیں آتا۔ (مرقات)

جلسہ میں پڑھنے کی دُعا: اللھم اغفرلی والرحمنی وعافینی واھدنی والزرقنی (ابوداؤد) اے اللہ میری مغفرت فرما مجھ پر رحم فرما مجھے اپنی عافیت میں رکھ میری ہدایت فرما اور میرے رزق میں کشادگی عطا فرما۔

حالت نماز میں دنیا وآخرت کی کامیابی کی اس سے بڑھ کر کیا دُعا ہو سکتی ہے، اگر چہ کے اس دُعا کا پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ اتنی دیر تک رُکنا ضروری ہے۔ یا کم از کم رب اغفرلی اے میرے رب مجھ کو بخش دے میری مغفرت فرما پڑھ لیں (نسائی دارمی) ابن ماجہ کی روایت میں رب اغفرلی جلسہ میں تین مرتبہ کہنا آیا ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں اس کلمہ کو جلسہ میں تین بار پڑھنے کا ذکر کرتے ہیں۔ جس شخص کو جلسے کی پہلی دُعا یاد نہ ہو تو وہ جلسے میں تین مرتبہ رب اغفرلی ہی پورے اطمینان سے پڑھ لیا کرے۔ جب پورے اطمینان سے جلسے سے فارغ ہو جائیں تو پھر دوسرا سجدہ کریں۔ واسجد واقترب۔

سجدہ کر اور اپنے رب سے قریب تر ہو جا۔ یہ رب ذوالجلال کا حکم ہے۔ اور پہلے سجدے کی طرح اس میں بھی بڑے خشوع وخضوع اور کامل اطمنان سے سبحان ربی الاعلی پڑھیں۔ دوسرا سجدہ کر چکنے کے بعد ایک رکعت پوری ہو چکی اب دوسری رکعت کیلئے اٹھنا ہے۔ جلسہ استراحت کے تعلق سے دو طرح کے بھی روایتیں آتی ہیں جس مجتہد کی تشریح پر اطمنان ہو اس پر عمل کرلیں۔ بعض محققین کا کہنا یہ ہیکہ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام کے پھیرنے تک پوری نماز میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہے کہ نماز پڑھنے والا بالکل ہی خاموش رہتا ہو یا رسولؐ اللہ خاموش رہے ہیں بلکہ کچھ نہ کچھ دعایں پڑھنا منقول ہے اس کے بر خلاف جسے جلسہ استراحت کہا جاتا ہے اس میں کوئی بھی دعا پڑھنا ثابت ہے نہ ہی حضورؐ نے کچھ پڑھا ہے اسلیئے جلسہ استراحت کرنا حضورؐ سے ثابت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

اور اگر کسی مجتہد نے جلسہ استراحت کیلئے جواز سے ثابت کیا ہے تو جلسہء استراحت بھی کیا جا سکتا ہے اس سے نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا اصل چیز تو نماز میں خشوع وخضوع ہی ہے۔

اہتمام نماز کی تاکید

واقامو الصلوۃ ایمان کا اولین فرض ہے کہ نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ نماز کا اہتمام بھی کرو نماز

ایمان کا اولین مظہر ہونے کا یہی مطلب ہیکہ اس سے دوسری نیکیاں بھی ظہور میں آتی ہیں اور اسی سے پروان بھی چڑھتی ہیں اسلیئے جس نے نماز کا اہتمام نہیں کیا اس نے گویا ایمان کی دعوت بھی قبول نہیں کی اگر وہ ایمان کا مدعی ہے تو اس کا یہ دعوی محض خود فریبی ہے۔ جو نماز کو قائم کرتے ہیں یعنی وہ کوشش یہ کرتے ہیں کہ دوسرے بھی نماز پڑھیں۔ یہی نماز اور اہتمام نماز ان کی جماعتی زندگی کی خصوصیت اس دنیا میں ان کا اصلی امتیاز ہے۔ یہی نماز ان کو سکھاتی ہیکہ ان کو دنیا میں اپنے رب کی بندگی اور اس کے دین کی اقامت کیلئے کس طرح بنیان مرصوص یعنی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنانا سکھاتی ہے اور یہی نماز بے حیائی اور ناردا باتوں سے روکتی ہے نماز کے ساتھ زکوٰۃ انفاق کے بیچ میں شوریٰ کا ذکر بھی موجود ہے کے آخر شوریٰ کی اہمیت کا وہ خاص پہلو کیا ہے جس کی بنا پر اس کو نماز کے پہلو میں جگہ دی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہیکہ اسلام کے نظم اجتماعی کی روح اور اس کے قالب کی اصلی شکل نماز میں محفوظ کی گئی ہے۔ اسی کے اندر مسلمانوں کو دکھایا گیا ہیکہ کس طرح ان کو اللہ کی بندگی کیلئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑا ہونا ہے، کس طرح اپنے اندر سب سے زیادہ علم وتقویٰ والے کو اپنی امامت (اولوالامر) کیلئے مقرر کرنا ہے، کس طرح لوگوں کو حدود الٰہی کے اندر اس امام کی بے چوں چرا اطاعت کرنی ہے، اور کس طرح امام اس بات کا پابند ہیکہ لوگوں کو ایسی بات کا حکم نہ دے جو اللہ اور رسولؐ کے کسی حکم کے خلاف ہو اور کس طرح اس کے ایک ادنی مقتدی کو بھی یہ حق حاصل ہیکہ اگر امام کوئی غلطی کرے تو وہ اس کو ٹوک دے یہاں تک عین نماز کے اندر بھی رکوع، سجود قیام وقعود یا تلاوت میں کوئی ادنی فرد گذاشت بھول چوک بھی اس سے صادر ہو جائے تو اس کے پیچھے ہر نماز پڑھنے والا اس کو متنبہ کرنے کا ذمہ دار ہے اور امام کا یہ فرض ہیکہ اگر مقتدی کی تنبیہہ مطابق شریعت ہے تو وہ اس کو قبول اور اپنی غلطی کی فوراً اصلاح کرے۔ گویا اس طرح ہمارا پورا نظم اجتماعی نماز کی صورت میں مکمل کر کے ہمیں یہ دکھایا گیا ہیکہ ہم اپنی دنیاوی زندگی میں اسی نمونہ کی پیروی کریں اور اسی طرح اللہ کے دین کی اقامت کیلئے بھی اپنی مقدور بھر کوشش کریں اور اسی طرح اپنے اندر سب سے زیادہ اہل اور صاحب تقویٰ کو اپنی قیادت کیلئے منتخب کریں اور اسی طرح تمام معروف میں بے چوں چرا اسی کی اطاعت کریں اور اگر اس سے کوئی ایسی بات صادر ہو جائے جو شریعت کے معروف کے خلاف ہو تو بلا خوف وخطر اس کو متنبہ کر کے اس کو صحیح راہ پر لانے کی کوشش کریں۔ شوریٰ کی اہمیت اور نماز کے ساتھ اس کے تعلق کا یہی پہلو تھا کہ عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے دور میں اس کا انعقاد مسجد ہی میں ہوتا تھا۔

پہلی رکعت پوری کرلینے کے بعد پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہوجائے اور بسم اللہ آہستہ سے پڑھ کر سورہ فاتحہ پھر کوئی سورہ پڑھ چکنے کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا پہلے ہی کی طرح رکوع میں جائے رکوع کی تسبیح پڑھے پھر قیام کرے اور دونوں سجدے پہلے کی طرح پوری کرے اسی طرح کل ارکان ادا کرے اس کے بعد قعدہ میں بیٹھے اور التحیات پڑھے جس کا پڑھنا واجب ہے۔ التحیات جسے سلام بھی کہتے ہیں اس کا ثبوت تو کلام مجید سے اور بخاری و مسلم سے بھی ثابت ہے۔ التحیات ہر قسم کی عبادات، صلوۃ، طیبات۔ مالی اور بدنی ہر قسم کی عبادات صرف اللہ تعالےٰ کیلئے مخصوص اور نبی کریمؐ کیلئے سلام اور تمام امت مسلمہ کے صالح بندوں اور خود اپنے لیئے بھی سلام کا اظہار اور اقرار ہے۔

التحیات، سلام اور درود پڑھنے کا حکم:۔ اسکا حکم سورہ احزاب کی آیت رسولؐ اللہ پر صلوۃ یعنی رحمت وغفران، فضل وکرم، انعام واکرام اور بخشش وعطا آپؐ کی شایان شان بھیجنے کا عمل درحقیقت اللہ تعالےٰ نے اپنے لیئے مخصوص کررکھا ہے اور ملائکہ وتمام مومنین کو حکم یہ ہیکہ تم بھی ہم سے یہ دعا کرو کے اے اللہ ہمارے نبیؐ پر صلواۃ یعنی خصوصی رحمت ومغفرت، بے پایاں انعام واکرام اور وسیع فضل وکرم کا معاملہ فرما کیونکہ دین اسلام سے ہم واقف ہی محمد رسولؐ کے ذریعہ سے ہوئے ہیں اور یہ تیری ہی عنایت ہیکہ ہمیں توحید رسالت اور آخرت پر یقین کامل آپؐ کی ہی ذات مبارک کے ذریعہ سے ہوا ہم اس کا خاطر خواہ حق ادا نہیں کر سکتے تو ہی ان کو عظیم نواز شات سے نواز۔ اسی طرح اس صلوۃ کے معاملہ میں ملائکہ اور مومنین کی دعاؤں کو بھی شریک فرما کر رب العزت نے نہ صرف صلوۃ کی فضیلت وعظمت کا اظہار فرمایا بلکہ اس کے بدلے اپنے بندوں کے درجات کی بلندی اور نزول رحمت کی خوش خبری بھی عطا فرمائی۔

صلوٰۃ

صلوٰۃ کے معنی کسی چیز کی طرف بڑھنا، بندہ نماز میں اپنے رب کی طرف بڑھتا ہے۔ اسی طرح لفظ صلوٰۃ اس التفات وتوجہ کیلئے بھی آتا ہے جو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی طرف فرماتا ہے اس صورت میں صلوٰۃ کے معنی الطاف وعنایات الٰہی کے ہوجاتے ہیں لفظ کی روح تو ایک ہی رہتی ہے لیکن نسبت کے بدل جانے سے ایک میں نیازمندی اور دوسرے میں لطف وعنایات کا مفہوم پیدا ہوجاتا ہے اگر بندے کی طرف سے صلوٰۃ لفظ آئے تو نیازمندی کا اور اللہ کی جانب لفظ صلوٰۃ لطف وعنایات کے ہوجاتے ہیں اور اگر نادانی میں صرف لغوی

معنی مراد لیے جائیں تو یہ سراسر بے وقوفی کہلائی جائے گی اور گمراہی ہوگی غلام احمد پرویز اپنی عربی دانی کے زعم میں صلوٰۃ کے لغوی معنی ہی مراد لیے اور عوام کی اکثریت بھی صلوٰۃ کے معنی بھی یہی لیئے ہیں جس کی وجہ سے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ اللہ خود صلوٰۃ بھیجتا ہے ملائکہ بھی بھیجتے ہیں وہ کیا ہے۔

صلوٰۃ ہم سمجھنے سے قاصر ہیں بس اللہ ہی کے ذمے ہیکہ وہ صلوٰۃ بھیجے فرشتے بھیجیں اور ہم اس صلوٰۃ کی حقیقت سے واقف ہی نہیں ہیں۔ کلام پاک میں صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا ذکر تین جگہ ہوا ہے۔

پہلا:۔ رسولؐ اللہ کے متعلق ارشاد خداوندی ہے ان اللہ وملائکہ یصلون علی البنی یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا التسلیما (۳۳/۵۴) اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے اس نبیؐ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھی ظاہر ہے اس کے اولین مخاطب مہاجرین اور انصار اور جمیع صحابہ کرامؓ ہیں۔ ارشاد ہوا: یا ایھا الذین امنو اذکرو اللہ ذکرا کثیرا وسبحوہ بکرۃ واصیلاہ ھو الذی یصلی علیکم وملایکتہ یغرجکمہ من الظلمٰت الیٰ لنور وکان بالمومنین رحیما۔ (۴۱۔۴۲۔۴۳۔۳۳/) اے ایمان والو اللہ کو بکثرت یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔ وہی اللہ ہے جو خود بھی اور اس کے فرشتے بھی تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تاکہ تمہیں تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آئے اور وہ تمام اہل ایمان کیلئے رحیم ہے جس طرح اللہ اور اس کے فرشتے رسولؐ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں دوسری جگہ اہل ایمان پر فرشتوں کا سلام وصلوٰۃ ھوالذی یصلی علیکم وملایکتہ اس صلوٰۃ میں بعثت نبویؐ سے لیکر تا قیام قیامت جتنے بھی مومنین رسولؐ اللہ کی اتباع کرنے والے ہیں ان سب پر فرشتوں کا سلام وصلوٰۃ کا ذکر ہوا ہے اور تیسری جگہ خود رسولؐ اللہ کو ایک موقع پر اہل ایمان پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ہوا۔ خذمن امولھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھمہ بماوصل علھیم ان صلوتک سکن لھم واللہ سمیع علیم (۹/۱۰۳) (اے رسول) ان کے اموال میں سے صدقہ وصول کرکے ان کو مطہر ومزکی کردو اور ان پر صلوٰۃ بھیجو تمہاری صلوٰاۃ ان کیلئے باعث سکون وتسکین ہے اور اللہ سمیع وعلیم ہے۔

اب وہ کون لوگ ہیں۔ جن سے حضورؐ نے صدقہ وزکوۃ وصول فرمائے اور ان پر صلوٰۃ بھیجی اور ان ہی پر بحکم خداوندی حضورؐ نے صلوٰۃ بھیجی۔ کس دلیل سے ان مومنین کو مستحقین صلوٰۃ سے خارج کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ خدا محمدؐ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے خدا کے فرشتے بھی ان پر اور تمام مومنین پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں اور خود رسول

اللہ بھی بحکم الٰہی تمام مومنین پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں اس کا صاف مطلب یہی ہوا کہ صلوٰۃ کے معنی ہر جگہ ایک ہی نہیں رہتے بلکہ رب العزت کی طرف سے صلوٰۃ الطاف وعنایات، درجات کی بلندی، التفات وتوجہ کیلئے ہوا اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ مومنین کے بلندی درجات کی اللہ سے گذارش اور مومنین کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی عاجزی، انکساری سے بارگاہ خداوندی میں سلامتی وبرکت اور شکر گذاری کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔

صلوٰۃ وتوبہ کے الفاظ کی طرح شکران الفاظ میں سے ہے جن کے معنی میں نسبت کی تبدیلی سے فرق ہو جایا کرتا ہے جب بندے کی طرف سے اس کی نسبت ہوتی ہے تو اس کے معنی شکر گذاری کے ہوتے ہیں لیکن جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کے معنی قبول کرنے کے ہو جاتے ہیں۔

التحیات، سلام کی تشریح

التحیات للله والصلوة والطیبات ۔تمام زبانی بدنی اور مالی عبادتیں اے اللہ تیرے ہی لیے بجالاتا ہوں، میری نماز، روزہ، نیاز، قربانی سب تیرے ہی لیے اور تجھے ہی راضی رکھنے کیلئے کوئی قربانی ونیاز تیرے حکم کے بغیر میں نہیں کرتا تجھے اور تیرے ہر حکم کی پابندی کرنا تیری ہی خوشنودی کیلئے میرا ہر عمل ہے۔ تمام ارکان دین کی پابندی جو حقوق اللہ بے شمار ہوتی ہیں۔ تیرے حکم سے سرتا پا انحراف نہیں کروں گا۔ حقوق العباد بھی گویا تیری ہی عبادت ہے میں اپنے رشتہ داروں، دوستوں پڑوسیوں وغیرہ کے تمام حقوق کا لحاظ، ماں باپ کا فرمانبردار اور رسول اللہ کی اتباع کو فرض عین سمجھ کر تیرے ہر حکم کو پابندی سے بجالانے کی حتی الامکان کوشش کروں گا کسی قسم کی بدعات میں مبتلا نہیں ہوگا کسی سے دوستی اور دشمنی محض تیری رضامندی کیلئے ہوگی غیر شرعی حرکات کا مرتکب نہیں ہوں گا، تجھ سے ہدایت اور توفیق کا طالب ہوں، **خالق کل شیء وھو الواحد القھار**، خالق تو اے اللہ ہر شئے کا تو ہی ہے تو خالق کی خلق میں دوسروں کا کوئی حصہ نہیں سب پر کنٹرول کرنے والا تو ہی ہے، کوئی زبانی، جسمانی اور مالی قربانیاں اور نیازیں، منتیں، مرادیں، حاجت روائیاں، دستگیری، مشکل کشائی سب کچھ تیرے ہی لیے خاص کرتا ہوں، روز حشر کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا، تیری اجازت اور اذن کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرسکتا سفارشوں پر بھروسہ کر کے بے عمل نہیں بنوں گا اپنے عمل اور تیرے فضل پر بھروسہ ہے تو مجھے قیامت میں رسوا نہ کر۔

السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله بر کاته :اے اللہ اگر میں نے نبی کریمؐ کی

نبوت کو نہ جانا ہوتا، کلمہ کا اقرار کر کے عمل نہ کیا ہوتا، دین اسلام جو امن وشانتی کا پیغام دیتا ہے اسلام کو نہ پہچانا ہوتا تو یقیناً میں خسارے میں رہتا اور گمراہ ہو جاتا یہ سب کچھ محمد ﷺ کی نبوت کے ذریعہ سے ہی مجھے معلوم ہوا ہے اور اس شکرانے میں اور تیری ہی توفیق سے میں محمد ﷺ کو سلام کرتا ہوں اور اُن کے درجات میں بلندی اور برکات کا اقرار کرتے ہوئے اتباع رسول کا عہد کرتا ہوں۔

السلام علینا : اور میں خود اپنے لیے بھی سلامتی دنیا وآخرت میں کامرانی اور کامیابی کیلئے تجھ سے التجا کرتا ہوں تو مجھے دنیا وآخرت میں سلامت رکھ، شیطانی وسوسوں، گناہ کبیرہ وصغیرہ سے مجھے محفوظ رکھ۔

وعلی عباد الله الصالحین : اے اللہ تو نے کائنات کے بنانے سے پہلے روز ازل میں قیامت تک پیدا ہونے والے ہر فرد کی روحوں سے اقرار لیا تھا کہ تم شرک نہ کرو گے اور ان تمام ارواح نے عہد کیا تھا کہ وہ شرک جسے تو نے ''ظلمِ عظیم'' سے تعبیر کیا ہے کبھی بھی تیری ذات وصفات میں شرک نہ کرنے کا پکا عہد کیا تھا اُن ہی روحوں میں سے اُن نیک روحوں نے جو اپنے اپنے انبیاء کی اتباع کرتے ہوئے صالحین کہلائی، بعثت نبویؐ سے تا قیام قیامت اُن تمام صالحین کو میرا اسلام، کون صالحین ہیں یہ میرے علم میں نہیں ہے عالم الغیب تو ہی ہے۔

سورہ اعراف ۱۷۲۔۱۷۴: اور یاد کرو ، جب نکالا تمھارے رب نے بنی آدم سے، ان کی پیٹھوں سے ان کی ذریت کو اور ان کو گواہ ٹھیرایا خود ان کے اُوپر، پوچھا کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ بولے ہاں تو ہمارا رب ہے، ہم اس کے گواہ ہیں۔ یہ ہم نے اسلئے کیا کہ مبادا قیامت کو تم عذر کرو کے ہم تو اس سے بے خبر ہی رہے، یا عذر کرو گے ہمارے باپ دادا نے پہلے سے شرک کیا اور ہم ان کے بعد ان کے خلف ہوئے تو کیا باطل پرستوں کے عمل کی پاداش میں تو ہم کو ہلاک کرے گا؟ ہم اس طرح اپنی آیات کی تفصیل کرتے ہیں تا کہ ان پر حجت قائم ہو اور تا کہ وہ رجوع کریں۔ ۱۷۲۔۱۷۴۔

بلا شک وشبہ تمام صحابہ اکرامؓ صالحین ہیں، پیغمبر کے بعد سب سے اونچا مرتبہ صحابہ اکرامؓ کا ہی ہے، اسلامی معاشرہ میں فرق مراتب کی بنیاد خاندان، نسب یا مال وجاہ پر نہیں بلکہ تمام تر اتباع رسولؐ اور خدمت اسلام پر ہے جو لوگ اس وصف خاص میں سب سے اونچے ہوئے وہ صالحین ہیں معاشرہ میں سب سے اونچے قرار پائے قطع نظر اس سے کہ وہ کس خاندان اور کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دنیا وآخروی

اسباب و وسائل کے اعتبار سے ان کا کیا حال ہے۔ اور کیا رہا ہے نہایت مشکل حالات میں شروع سے لیکر آخر تک جن جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا جس کی بناء پر اللہ تعالٰے نے ان پر اپنی رحمت کی نظر کرتا ہے۔ اور اپنے جا نثاروں اور وفادار بندوں کو توفیق خیر سے محروم نہیں فرماتا جب ان سے کوئی کمزوری صادر ہو جاتی ہے ان کے دل میں وہ توبہ کی بے قراری پیدا کرتا ہے، اللہ تعالٰے نظر انداز صرف ان کو کرتا ہے جو صرف زبان سے عشق کا دعوٰی کرتے ہیں، اس راہ میں چوٹ کھانے کیلئے تیار نہیں ہوتے، جو صحابہ اکرامؓ کو صالحین نہ سمجھے ان سے بغض رکھے وہ مومن نہیں ہو سکتا، صحابہ اکرامؓ کے صالحین ہونے کا سب سے بڑا ثبوت۔ سورۃ یونس الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون: سُن لو کے اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے ان کیلئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور یہی بڑی کامیابی ہے اور تم کو (صحابہؓ) ان کی بات غم میں ڈالے عزت تمام اللہ ہی کیلئے ہے وہ سمیع علیم ہے۔

یہ رسول اللہ کیلئے اور صحابہؓ کیلئے بطور التفات تسلی اور بشارت ہے کہ مخالفوں کی ان غوغا آرائیوں کی ذرہ پرواہ نہ کرو تم جہاں کہیں اور جس حال میں بھی عبادت وطاعت تذکیر اور دعوت کی جس مہم میں بھی مصروف ہوے پورے انہاک اور پوری یکسوئی اور دل جمعی کے ساتھ اس میں لگے رہو ہم ہر جگہ تمھارے ساتھ ہیں۔ تمھارے ایک ایک عمل کو دیکھ رہے ہیں اور تمھاری حفاظت اور نگرانی کر رہے ہیں آسمان اور زمین کی کوئی چھوٹی یا بڑی چیز اللہ سے اوجھل نہیں ہے۔ ولا تعلمون من عمل میں خطاب جمع آپؐ کے جانثار ساتھیوں سے ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کے یہ پیام تسلی و بشارت پیغمبر ہی کیلئے مخصوص نہیں ہے بلکہ آپؐ کے ساتھیون کیلئے بھی ہے جو اس وقت اللہ کے دین کی راہ میں جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں اور دین کی اس جدوجہد، اقامت دین میں صحابہ کرامؓ سرگرم عمل ہیں اپنے تن من دھن ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر اللہ کے کلمے کی سربلندی میں لگے ہوئے ہیں۔ الا ان اولیاء اللہ اسلوب کلام سے یہ بات بن کہے ہی واضح ہو گئی کہ یہی گروہ اللہ کے دوستوں کا گروہ ہے اور ان کیلئے آخرت میں ایک ایسی زندگی کی بشارت ہے جس میں نہ ماضی کا کوئی پچھتاوہ ہوگا نہ مستقبل کا کوئی اندیشہ۔

الذین آمنو وکانو یتقون: اللہ کی دوستی اور محبت کا یہ مقام اور اس کا ثمرہ ان لوگوں کیلئے ہے

جو ایمان کے ساتھ تقوٰی اور حدود الٰہی کی حفاظت پر قائم و دائم رہیں گے یعنی یہ کسی گروہ کا اجارہ نہیں بلکہ صفات کیساتھ مشروط ہے۔

لھم البشرٰی فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرہ: ان کیلئے دنیا کی زندگی میں غلبہ و تمکن ہوگا وہ مال مفت کھانا گوارہ نہیں کرتے محنت و مشقت کرتے ہیں حلال روزی کھاتے ہیں دنیاوی تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے اعمال صالحہ انجام دیتے ہیں۔ اور آخرت کی دائمی خوشی اور جنت نعیم کی بشارت بھی ہے یہ خاص رسولوں اور اُن کے ساتھیوںؓ کے متعلق قرآن میں ایک سے زیادہ مقامات میں وضاحت ہیکہ رسولوں اور اُن کے ساتھیوں کو اس دنیا میں بھی لازماً غلبہ حاصل ہوتا ہے اس غلبہ کے باب میں جو سنت الٰہی ہے لا تبدیلا لکلمات اللہ یہ اللہ کے وعدے ہیں۔ اور اللہ کے وعدے اٹل ہیں یہ پورے ہو کے رہینگے اصل اور بڑی کامیابی یہی ہے۔ جس کا وعدہ اہل ایمان صالحین کیلئے کیا جا رہا ہے۔ یہ دنیا اور اس کی زینتیں نیک اعمال کے بطور پر نہیں ملتی کے جو نیک اعمال نہ کریں وہ ان سے محروم رہیں یہ دنیا تو نیک اور بد دونوں کو ملتی ہے البتہ جو دنیا کا ہی طالب ہیں آخرت کی جن کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی ان کا سارا کھاتہ یہیں بے باق کر دیا جاتا ہے۔ آخرت میں ان کا کوئی حصہ سوائے جہنم کے اور کچھ نہیں جو آخرت کو اپنا مقصود بنا کر کوئی کام نہیں کرتے۔ آخرت میں ان کے سب اعمال حبط ہو جائینگے۔ طلب آخرت بھی اللہ کے ہاں وہی معتبر ہے جو ایمان اور اخلاص کے ساتھ ہو زبانی دعوٰوں کے بل پر جنت کو جیتنے کے خواب دیکھے جا رہے ہوں تو ان لذیذ خوابوں کی اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ لہذا اے اللہ اُن صالحین کو جنہیں تو خوب جانتا ہے اُن کو میرا اسلام ہے۔ اور آخرت میں اُن کے درجات بلند ہوں۔

اشھدان لا الہ الا اللہ: اس مرحلے پر آنے کے بعد اب گواہی دینی ہے کہ شہادت کی انگلی اُٹھا کر کے اے اللہ تیرے سواء کوئی معبود نہیں۔ اللہ ہے تو واحد اور یکتا، سب سے بے نیاز اور سب سے بالاتر، وہ حی زندہ ہے قیوم وہ خود اپنے بل پر قائم، اور سب کو قائم رکھنے والا اور سب کو سنبھالنے والا ہے ظاہر ہیکہ جو خود زندہ نہ ہو وہ آسمان اور زمین کو قائم رکھنے والا کس طرح ہو سکتا ہے اور جو ذات ان صفات سے عاری ہو اس کو خدا ماننے کے کیا معنی؟ اور جب خدا ان صفات سے متصف ہے تو پھر کسی کو اس کا شریک وسہیم ماننا ایک بالکل بے جوڑ سی بات ہے اسی طرح قرآن نے ان تمام معبودوں کی نفی کر دی جو نہ زندہ ہیں، نہ زندگی کا سرچشمہ اور نہ خود قائم ہیں

اور نہ دوسروں کے قائم رکھنے والے بلکہ خود اپنی زندگی اور اپنے قیام و بقا کیلئے ایک حیی و قیوم کے محتاج ہیں۔ اللہ کو نہ نیند آتی ہے نہ اُونگھ اور جو خود نیند سے مغلوب ہو کر اپنے کو قائم نہ رکھ سکے گا وہ دنیا کو کیا قائم رکھے گا اللہ خود بیدار ہے اور اپنی دنیا کی نگرانی کر رہا ہے تو پھر یہ کیوں فرض کیا جائے کے وہ اس دنیا کے انتظام و انصرام میں کسی اور کا بھی محتاج ہے تو پھر لازماً ہر بندے کا یہ فرض بنتا ھیکہ حاجت روائی، مشکل کشائی، دستگیری، نذر و نیاز قربانی اور ہر ایک عبادت اُسی کیلئے بجالائے اُسی سے ڈرا جائے وہی نقصان و نفع پہنچانے پر قادر ہے، غیر محدود قوت و تصرف کا مالک، غیر محدود علم رکھنے والا اپنی سلطنت کو سنبھالنے کیلئے نائبوں اور مددگاروں کا محتاج نہیں۔ جس طرح ہم اپنے مکان کے صحن کی دیکھ بھال کرتے ہیں اس سے ہزاروں لاکھوں سہولت کے ساتھ وہ اپنی اس زمین اور آسمان پر حاوی مملکت کا انتظام فرماتا ہے۔ اللہ علی اور عظیم ہے یعنی اس کی ہستی بڑی ہی بلند اور بڑی ہی عظیم ہے اس کے علم اس کی قدرت اور اس کی وسعت کو ہم اپنے محدود پیمانوں سے ناپ نہیں سکتے۔ اپنی صفات کے باب میں جو کچھ وہ خود بتاتا ہے اس پر ایمان لانا ہے اور ظن و قیاس اور تشبیہ و تمثیل کی خیال آرائیوں سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے ورنہ شرک کی راہیں کھل جائینگی۔ اسی طرح کسی جانور کے ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا اس قدر ضروری کیوں قرار دیا گیا کہ اس کے بغیر اس کا کھانا ہی حرام ہو جائے؟ اس کے بعض وجوہ بالکل واضح ہیں۔ اول یہ کے کسی جانور کو ذبح کرتے وقت یہ معلوم کرنا ھیکہ یہ جانور اللہ کے احکامات میں سے کس حکم کے تحت آتا ہے آیا یہ اللہ کی خوشنودی یا تقرب، ناراضگی یا پھر اللہ کا تقرب غیر اللہ کی ناراضگی کا تصور تو نہیں ہے کہ ہم فلاں نیاز نہ کرنے کی وجہ سے ہمیں نقصان یا نفع ہوگا یا پھر صاحب نیاز ناراض ہو کر ہمیں مصیبت میں تو مبتلا نہ کردینگے دوم یہ کہ اللہ کے نام اور اس کی تکبیر کے بغیر جو کام بھی کیا جاتا ہے۔ برکت سے خالی ہوتا ہے۔ خدا کی ہر نعمت سے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی فائدہ اُٹھاتے وقت ضروری ھیکہ اس پر اس کا نام لیا جائے تاکہ بندوں کی طرف سے اس کے انعام و احسان کا اعتراف و اقرار ہو۔ اس اعتراف و اقرار کے بغیر کوئی شخص کسی چیز پر تصرف کرتا ہے تو اس کا یہ تصرف غاصبانہ ہے اور غصب سے کوئی حق قائم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ جسارت اور ڈھٹائی ہے جو اللہ کے پاس مستوجب سزا ہے۔ تیسری یہ کہ احترام جان کا یہ تقاضہ ھیکہ کسی جانور کو ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا جائے، جان کسی کی بھی ہو ایک محترم شئے ہے اگر خدا نے ہم کو اجازت نہ دی ہوتی تو ہمارے لئیے کسی جانور کی بھی جان لینا جائز نہ ہوتا، یہ حق ہم کو صرف اللہ کے اذن سے حاصل ہوا ہے اس وجہ سے یہ ضروری ھیکہ جس وقت ہم ان میں سے کسی کی جان لیں صرف اللہ کے نام سے لیں۔ اگر ان

پر اللہ کا نام نہ لیں، یا اللہ کے نام کے ساتھ اس کے حکم کے بغیر کسی اور کا نام لیں یا کسی غیر اللہ کے نام پر ان کو ذبح کردیں تو یہ ان کی جان کی بھی بے حرمتی ہے اور ساتھ ہی جان کے خالق کی بھی۔ چوتھی یہ کہ اس سے شرک کا ایک وسیع دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

ادیان کی تاریخ پر جن لوگوں کی نظر ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جانوروں کی قربانی، ان کی نذر اور ان کے چڑھاوے کو ابتدائے تاریخ سے عبادات میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس اہمیت کے سبب سے مشرکانہ مذاہب میں بھی اس کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ جو قوم بھی کسی غیر اللہ کی عقیدت و نیاز مندی میں مبتلا ہوئی اس نے مختلف شکلوں سے اس غیر اللہ کو راضی کرنے کیلئے جانوروں کی بھینٹ چڑھائی۔ اسلام نے شرک کے ان تمام راستوں کو بند کرنے کیلئے جانوروں کی جانوں پر اللہ تعالےٰ کے نام کا قفل لگا دیا گیا جس کو خدا کے نام کی کنجی کے سوا کسی اور کنجی سے کھولنا حرام قرار دیا گیا۔ اگر اس کنجی کے بغیر کسی اور کنجی سے اس کو کھولنے یا اس کو توڑنے کی کوشش کی گئی تو یہ کام بھی ناجائز اور جس جانور پر یہ ناجائز تصرف ہوا وہ جانور بھی حرام۔ اس سے معلوم ہوا کے اسلام میں صرف یہی چیز ناجائز نہیں ھیکہ کسی جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا بلکہ یہ بھی ناجائز ھیکہ کسی جانور کو اللہ کا نام لئیے بغیر ہی ذبح کردیا جائے۔ اس سے مستثنیٰ وہ صورت ہوسکتی ہے جس میں بھول چوک کو دخل ہو اور یہ بھول چوک بھی معاف صرف اہل ایمان کیلئے ہے اسلئے کے ان کے دل اور ارادے میں اللہ کا ایمان اور اس کا نام موجود ہے صرف کسی وقتی غفلت سے اس کے اظہار میں سہو ہو جاتا ہے۔

واشھد اَن محمداً عبدہٗ ورسولہٗ: اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کے حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ھیکہ رسالت سے پہلے آپؐ کی بشریت اور عبدیت کا اقرار کریں۔ کلمہ شہادت میں اشھد محمداً عبدہ ورسولہ اس میں عبد پہلے ہے رسولؐ بعد میں ہے۔ دنیا میں جن جن انسانوں کی پرستش کی گئی پہلے ان میں الوہیت تسلیم کی گئی پھر ان کی پرستش شروع کی گئی۔ اسی لیے قرآن نے جس خوبی سے اس کا سد باب کیا ہے وہ مذاہب عالم کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔ اللہ کے بندے کے یہ معنی ہیں کہ آپ خالق نہیں مخلوق ہیں اللہ کے بندے، غلام اور بشر ہیں اور بشر ہونا یہ کوئی عیب کی بات نہیں فخر کی بات ہے۔ پچھلی اُمتوں اور قوموں اور مشرکین مکہ سب کو ہی یہی اعتراض تھا کہ ایک بشر رسول اور نبی کیوں کر ہوسکتا ہے جو کھاتا پیتا ہے شادی بیاہ کرتا ہے اور روزگار کیلئے محنت بھی کرتا ہے وہ بھلا رسولؐ کیوں اللہ ایک بشر کو وہ بھی مالدار نہیں ماں

باپ کا سایہ بھی اُس کے سر پر نہیں اللہ کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیج سکتا تھا فرشتہ رسولؑ اور نبی کیوں نہیں، انبیاء کی رسالت کیلئے سب سے بڑا اعتراض منکرین کا یہی تو تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کیلئے بشر ہونا ہی ضروری ہے اور جو انبیاء کو بشر نہ مانے وہ منکرین کی صف میں شمار کیا جائیگا۔ خالق کائنات کیلئے ہر شئے اور ہر متنفس مخلوق کہلاتی ہے۔ فرشتے، جن وانس، نباتات، حیوانات تمام کی تمام مخلوق ہے اس کے علاوہ کئی ایسی مخلوقات ہیں جن کا صحیح علم سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا، ساری مخلوقات میں انسان اشرف المخلوقات ہے، ساری کائنات اسی اشرف المخلوقات کے لئے سجائی اور سنواری گئی ہے۔ جن، ہو یا فرشتہ ساری مخلوق اس اشرف المخلوق بشر کی خادم ہیں اور انسان کی نفع رسانی کا کام دیتی ہیں اللہ تعالےٰ کے اذن کے بغیر کوئی ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہیں بشر مخدوم ہے ساری کائنات خادم حتیٰ کے فرشتے بھی خادم ہی کی فہرست میں آتے ہیں محمد ﷺ مخدوم ہیں افضل البشر، افضل الانبیاء افضل کائنات ہیں (بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر) بشر، افضل البشر مخدوم کی فہرست سے نکال کر سرور کائنات کو فرشتہ یا اور کوئی مخلوق سمجھنا، کہنا اور خیال کرنا خادم کی فہرست میں شامل کرنا (نعوذ باللہ) یہ توہین رسالت، حُب رسولؑ کے سراسر خلاف ہے۔ آپ کو بشر اور مخدوم ہی کہنا ایک مومن کے شایان شان ہے مخدوم سے خادم کی صف میں آپ کو سمجھنا یہ مشرکانہ عقائد کی تائید ہے۔

سورۂ ابراہیمؑ میں انبیاء کا جو جواب نقل ہوا ہے کہ ''اگر تم کو ہماری بشریت پر اعتراض ہے تو ہم کو یہ اعتراف ہیکہ بلا شبہ ہم تمھاری ہی طرح بشر ہیں۔ ہم کو ما فوق البشر ہونے کا دعوٰی نہیں ہے لیکن اللہ تعالےٰ اپنے ان ہی بندوں میں سے جو بشر ہوتے ہیں جن پر چاہتا ہے اپنا فضل فرماتا ہے اور ان کو نبوت ورسالت کے منصب پر سرفراز کر دیتا ہے۔

فتاوٰی عالمگیری ج ۲ ص ۳۶۳ درج ہیکہ۔ جو شخص یہ کہے کے میں نہیں جانتا کہ آنحضرتؐ انسان تھے یا جن، فرشتہ، تو وہ مسلمان نہیں۔

فتاوٰی قاضی خاں میں نقل ہوا ہیکہ۔ جس نے رسول اللہ کو حاضر، ناظر اور عالم الغیب سمجھا اور ایسا عقیدہ رکھا وہ مسلمان نہیں، اسی طرح اولیاء اکرامؒ کی ارواح کو ہر جگہ حاضر وموجود اور ان کو ہر بات سے واقف ماننا بھی کفر یہ عقیدہ بتایا گیا ہے۔ عین الہدایہ ج اول صفحہ ۱۰ میں درج ہیکہ۔ یہ سمجھنا کے رسول اللہ کو تمام مغیبات کا علم محیط تھا اور عالم غیب کی کوئی چیز جس طرح اللہ تعالےٰ سے مخفی نہیں ہے اسی طرح رسول اللہؐ سے مخفی

نہیں تھی اور اللہ تعالےٰ کے علم غیب اور رسول اللہؐ کے علم غیب میں بس ''ذاتی'' اور عطائی کا فرق تھا ایسا عقیدہ رکھنے والے کو بھی فقہ حنفی میں کافر بتایا گیا ہے۔ وحی کے بغیر رسول اللہ کسی غیب سے بھی مطلع نہیں ہو سکتے تھے۔ اور آپؐ ہر وقت غیب کے معاملہ میں وحی کے منتظر رہتے تھے۔

کلام پاک میں اللہ تعالےٰ کا یہ کھلا اعلان سورہ اعراف آیت ۱۸۸۔ کہدو، (اے محمدؐ) میں اپنی ذات کیلئے کسی نفع ونقصان پر کوئی اختیار نہیں رکھتا، مگر جو کچھ اللہ تعالےٰ چاہے اگر میں غیب جانتا ہوتا تو خیر کا بڑا خزانہ جمع کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچنے پاتا۔ میں تو بس ان لوگوں کیلئے ایک خبر دار کرنے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں جو ایمان لائیں۔

کہدوائے رسول کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس کے معنی یہ نہیں کہ میں سارے غیب کا عالم ہو گیا ہوں۔ اور مجھے اس بات کا اختیار مل گیا ہیکہ میں اپنے آپ کو جس نفع سے چاہوں بہرہ ور کر لوں اور جس نقصان سے بچنا چاہوں بچا لوں، غیب کا عالم اور حقیقی نافع وضار صرف اللہ ہی ہے۔ دوسروں کی طرح میرے معاملات بھی اصلی کار فرما خدا کی مشیت ہی ہے۔ میں نے نبوت کا دعوٰی کیا ہے خدائی کا تو مجھ سے ان چیزوں کا مطالبہ نہ کرو جن کا تعلق صرف اللہ کے ارادے اور اختیار میں ہے۔ مجھے نبوت عطا ہوئی ہے۔ علم غیب کی کنجیاں مجھے نہیں ملی ہیں۔ اگر مجھے غیب کا علم مل گیا ہوتا تو میں خیر کا بڑا خزانہ جمع کر لیتا اور مجھے کوئی گزند بھی نہ پہنچ پاتا۔ لیکن تم دیکھتے ہو کہ مجھے ہر قسم کے گزند بھی پہنچتے ہیں اور خیر کی راہوں میں بھی میری سبقت اسی حد تک ہے۔ جس حد تک مجھے رب کی مرضیات کا علم ہے خیر کی زیادہ سے زیادہ مقدار جمع کر لینے کی تمنا کا اظہار ہے۔ وہ پیغمبرؐ کی طرف اور اس کی طلب کے اعتبار سے ہے۔ پیغمبر اپنے حوصلے اور اپنے ارمان کے اعتبار سے اس مقام بُلند پر فائز ہوتا ہے وہ خیر کی کسی وادی کو ناطے کردہ نہیں چھوڑنا چاہتا لیکن وہ خیر سے واقف اسی حد تک ہوتا ہے جس حد تک اس کو وحی الٰہی کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اگر اس کو پورا غیب معلوم ہو جائے تو ظاہر ہیکہ اسکے اپنے امکان کے حد تک تو اس کی کوشش یہی ہوگی کے خیر کی راہ کے کسی پتھر کو بھی اُلٹے بغیر نہ چھوڑے۔ لیکن دائرہ وحی سے باہر اسے بھی دوسروں کی طرح اپنی صواب دید ہی پر کام کرنا اور اپنی عقل ہی پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ جس میں کامیابی اور ناکامی دونوں کے امکانات مضمر ہوتے ہیں۔ لہٰذا نبی کا یہ فرمانا کے نہ میں عالم الغیب ہوں نہ صاحب اختیار میں تو صرف ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔ میرے اختیار میں یہ بھی نہیں

ھیکہ کسی کے دل میں ایمان اُتاروں یہ چیز بھی اللہ کے اپنے ارادے اور اللہ کی توفیق بخشی پر منحصر ہے۔

سرور کائنات کے بندے ہونے کا اقرار کرنے کے فوراً بعد ہی آپؐ کے رسولؐ ہونے کی شہادت دینا ہے رسولؐ ہونے کی گواہی اور شہادت دینے کا مقصد ہی یہی ھیکہ آپؐ کی مکمل طور پر اتباع کرنے کا اقرار اور عہد ونیز بدعات سے نفرت کرنے کا اظہار ہے کیونکہ رسول مقبولؐ نے فرمایا ہے ہمارے اس دین میں بدعات کا ایجاد کرنا، اور اس پر عمل کرنا، یہ سراسر گمراہی اور ضلالت ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے ونیز یہ بھی آپؐ نے فرمایا کہ بدعتی حوض کوثر پر آپؐ کے دست مبارک سے پانی پینے سے محروم کردیا جائیگا۔ بدعات کا ارتکاب کرنے کی بناء پر فرشتے یہ کہکر دور کرینگے کہ آپؐ کے بعد انہوں نے بدعات ایجاد کیں اور ان پر عمل کیا یہ اس کے مستحق ہی نہیں کے آپؐ انہیں سیراب کریں۔

بدع: کے معنی کسی شئے کو عدم سے وجود میں لانے اور بغیر کسی مادہ ومثال کے ایجاد کرنے کے ہیں اسی سے بدعت کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں دین میں ایسی کوئی چیز ایجاد کرنا جس کیلئے کوئی مثال، نظیر اور کوئی ماخذ ومصدر نہ ہو بدیع اسی سے فعیل کا وزن ہے۔ اور معنی میں فاعل کے ہے۔ احادیث صحیحہ کے مطابق قرآن وسنت، آثار صحابہؓ سے ہٹ کر جو بھی نئی بات دین میں نکالی جائیگی وہ بدعت ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول فرماتے ہیں اور نہ نماز نہ صدقہ نہ حج نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ کوئی فرض عبادت، نہ نفل عبادت وہ اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئی آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔ مجمع الزوائد میں رسول اللہ کی ایک حدیث بے شک اللہ تعالےٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کی توفیق چھین لی ہے۔ جس نے اسلام میں کوئی بدعت، اور وہ اسے اچھے کام تصور کرتا ہو تو گویا وہ دعوی کر رہا ھیکہ رسول اللہؐ نے رسالت کی ادائیگی میں خیانت کی اور صحابہ کرامؓ نے ان سنتوں کو عام نہیں کیا اور پوشیدہ رکھا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "میں نے آج تمھارے لئے تمھارا دین کامل کردیا" تو جو شئے اُس روز دین نہ تھی وہ آج کے دن بھی دین نہیں ہوسکتی علامہ حسام علی المتقی الحنفی ۹۷۹ھ تفہیم المسائل ۲۷ ارقم طراز ہیں۔ اس سے اسلاف پر ایک قسم کا طعن، اور ان کی ملامت ومذمت ہے کہ انہوں نے احکامات دین بیان نہیں کیے جہاں نبی کریمؐ کی سنت پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے وہاں صحابہ کرامؓ کی اقتداء بھی لازمی ہے جس طرح حضورؐ کی سنت کا تارک گمراہ اسی طرح صحابہ کرامؓ کے اجماع کو چھوڑنے والا بھی دین سے خارج ہے۔ ارشاد خداوندی ہے فان آمنو بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدو وان تولو فانما ھم فی شقاق، سورہ بقرہ ۱۳۷

: یہ لوگ بھی اگر ایسے ہی ایمان لے آئیں جیسے تم لوگ حضورؐ پر ایمان لے آئے ہو تو ہدایت پا جائینگے اور اگر یہ روگردانی کریں تو یہ خود اختلاف میں پڑے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرامؓ کے ایمان کو نمونہ قرار دے کر لوگوں سے انہی جیسے ایمان کا مطالبہ کیا ہے اور آخری جملہ میں یہ بھی ارشاد فرمادیا کے ان کی اقتداء ہدایت اور اتحاد کیلئے شرط ہے۔

بدعات بہت ہی خوبصورت، غُل غپاڑہ، اور حسین چہرہ لئے ہوتی ہیں اسکے برخلاف سنت میں سادگی، آسانی اور سہولت ہوتی ہے اور اس میں پیسے کا زیاں بھی نہیں ہوتا سنت میں انفاق اور بدعت میں اسراف اور فضول خرچی سنتوں میں وقت بھی ضائع نہیں ہوتا۔ دل بستگی اور نفسانی خواہشات کی تسکین کیلئے ہی بدعات کی ایجاد ہوتی ہے گویا نفس کی کوکھ سے بدعات جنم لیتی ہیں اور یہ سنتوں کا منہ چڑانے لگتی ہیں اور بڑھتے بڑھتے بتدریج یہ شرک وبدعات کی شکل اختیار کرلیتی ہیں۔ اور یہ توحید کو ڈاٹنامیٹ کرنے کیلئے علماء سوء کی شکل میں عوام کو گمراہ کرنے کا سبب بنتی ہیں جو خود تو گمراہ ہیں دوسروں کو بھی گمراہی کے راستے پر ڈال کر شیطان کا نرم چارہ بن جانے کیلئے چھوڑ دیتے ہیں۔

زماں ومکان کی قید سے آزاد صرف وہ کتاب مبین اور اس کے قوانین ہیں جو اس ہستی نے نازل فرمائی ہیں جو خود خالق زماں ومکاں ہے اس کتاب کا فیضان انسانوں تک دو صورتوں میں پہنچا ایک الفاظ وآیات قرآنی کی صورت میں دوسرا ان الفاظ وآیات کی نبوی تفسیر اور عملی تعبیر احادیث صحیحہ کی صورت میں جسے اصطلاح میں سنت کہتے ہیں یہی کتاب وسنت درحقیقت شریعت کا بنیادی ماخذ اور سرچشمہ ہیں جسے دور صحابہؓ سے لیکر ہمیشہ اور ہر زمانہ کے لوگ سنتوں پر عمل پیرا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہینگے۔ جب قرآن وسنت پر کماحقہ، غور وفکر کا جذبہ ماند پڑتا گیا اور ان دونوں بنیادی ماخذوں سے بے نیاز ہوکر صرف اپنی پسندیدہ بدعتوں کو ہی بنیاد بنالیا گیا تو اسلام کو اثر آفرین، متحرک قوت کے (Dynamic force) بجائے چند رسوم کا مجموعہ سمجھا جانے لگا۔ وہ جو اقوام عالم کی علمی اور عملی رہنمائی اپنا فرض سمجھتے تھے اغیار کی دریوزہ گیری، گداگری اور کشکول لے کر پھرنے والے بن گئے۔ اور اسی پر اترانے بھی لگے اور لے دے کے ان کا شغل یہی رہ گیا کے جزوی وفروعی مسائل کو بنیاد بنا کر اسلام سے ہی جان چھڑالیا، اور فرقہ بندی کو ہوا دینے میں کوئی کمی نہ رہنے دی۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا (دین میں فوج در فوج داخل ہو جاؤ) کی جگہ یخرجون من دین اللہ افواجا

(دین سے فوج درفوج خارج ہو جاؤ) کا سماں نظر آنے لگا ہے اور اشداء علی الکفار رحماء بینھم (آپس میں ایک دوسرے کیلئے مہربان رحمدل اور کافروں کیلئے سخت ہو جاؤ) کی جگہ رحمآء علی الکفار واشداء بینھم (آپس میں سختی برتنے والے اور کافروں کیلئے رحم دل اور مہربان رہو) والی بات ایک حقیقت کا روپ دھار چکی ہے کافروں کو مسلمان بنانا تو دُور کی بات ہے مسلمانوں کو کافر بنانا بائیں ہاتھ کا کھیل ہو گیا ہے۔اور تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتی (تم اُنہیں متحد سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں) کے الفاظ میں کتاب اللہ نے منافقین کا جو نقشہ پیش کیا ہے اب وہ حالت مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے۔

مقصد نہ ہی سوال و جواب، جواب الجواب کے ذریعہ مزید اُمت کو انتشار میں مبتلا کرنا ہے غور و فکر کی دعوت یہ نماز ہی تو ہے، جو ہمیں اصولیات پر جم کر آپس میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر دعوت دین کے حقائق کو عام کرنے پر اُبھارتی ہے۔

اھل سنت و الجماعت

جو آج مسلمان کہلاتے ہیں اور موت سے صرف اسلیئے ڈرتے ہیں کہ ہم نے اب تک دنیا کو آباد اور آخرت کو برباد کیا ہے اور اگر ہم واقعی مسلمان ہیں تو ہماری بے چینی وہاں تک پہنچادے جہاں اللہ کا کہنا ہے کہ نہ کوئی غم ہے اور نہ کوئی خوف۔ انسان اپنے عیوب محسوس نہیں کرتا مگر جب یہی عیوب دوسروں میں نظر آتے ہیں تو وہ بڑا احساس بن جاتا ہے علاوہ اس کے وہ ان لوگوں کو بھی جھنجوڑتا ہے جو خود برے نہیں ہیں مگر اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی برائیوں کو بخوشی برداشت کر رہے ہیں یا تو انہیں برائیوں کا احساس ہی نہیں ہے یا احساس ہے مگر ضرورت سے کم انہیں جگانا اور جھنجوڑنا ایک خدمت اور ضرورت ہے ہماری جدوجہد کا کم سے کم اتنا فائدہ تو ضرور ہو گا کہ زہر کو قند اور بے دینی کو دین سمجھنے والے بدنصیبوں کی تعداد میں اضافہ اس تیزی سے نہیں ہو گا جس تیزی سے اب ہو رہا ہے ہماری مایوسی جو رفتہ رفتہ الخاموشی نیم رضامندی کا مصداق بنتی جارہی ہے، بجائے خود ایک جرم ہے اور دین کے نام پر شرک زندیقہ و بدعات اور لہو و لعب کا بازار گرم سے گرم تر ہوتا جارہا ہے۔ بے حمیتی کا نام رواداری بے عملی کو امن پسندی کے عنوان سے زینت دی بدعات کو بدعتِ حسنہ کہہ کر دادِ تحسین دی جارہی ہے حال یہی رہا تو یہ بندگان خدا شرک وسیاہ کاری اور بدعات کے اور بھی ننگے ناچ ناچیں گے نام مسلمانوں جیسے ہی رہینگے مگر خباست کی حد بھی باقی نہ رہے گی۔ عذاب الٰہی جو قدرے ہلکی شکلوں میں آج بھی ہر طرف منڈلا رہا ہے ایک تیز و تند طوفان، قیامت خیز زلزلہ اور بھونچال بن کر اس طرح ٹوٹے گا کے تسبیح اور زنار، عمامے، پتلونیں، علم اور جہالت سب ایک ہو جائیں گے کوئی نہیں بچے گا اللہ رحیم و کریم ضرور ہے مگر قہار بھی ہے آخر وہ کب تک برداشت کرے گا کہ گلی گلی سڑک سڑک توحید کا مذاق اُڑے دین کا تمسخر ہو آیات ربانی کو منہ چڑایا جائے اور عباد اور زہاد، علماء و اتقیاء چین کی بانسری بجاتے رہیں۔ بنیادی حقیقت یہ ہے کہ اصلی بگاڑ عوام میں نہیں خواص میں آیا مقتدی نہیں امام بگڑنے ہیں۔ جب معظم حضرات کو بجا طور پر عالم، رہنما، شیخ، اُستاد، معلم، مرشد اور خطیب، واعظ کہا جاتا ہے وہی اگر نفس امارہ نہ ہو جاتے تو اُمت مسلمہ کی شکل و صورت اتنی مکروہ اور مسخ نظر نہ آتی، انفرادی اور اجتماعی دونوں دائروں میں اسلام کو جتنا نقصان خود مسلمانوں نے پہنچایا ہے اسلام کے دشمنوں نے نہیں پہنچایا۔

پرایوں سے پہنچا نہیں رنج اتنا ملی ہم کو اپنوں سے جتنی اذیت

دنیا تو کسی قوم کے افکار وعقائید کو حسن و قبح کو اس کے کردار کے ترازو میں تولتی ہے اور اسکے عمل کے پیمانے ناپتی ہے وہ اسی کو عین اسلام سمجھیں گے جس کی نمائندگی مسلمانوں کا اسوہ کر رہا ہے۔ مسلمان شراب پیتا ہے سود لیتا دیتا ہے سب کچھ کرتا ہے پھر آخر اسلام کا صحیح تعارف ہو تو کیونکر ہو اور دیگر اقوام اسلام کو سمجھیں تو کیسے سمجھیں۔ صحابہ کرامؓ اصطلاحاً نہ مولانا تھے نہ شیخ نہ مصنف اکثریت ان میں ایسے لوگوں کی تھی جو پڑھنا لکھنا تک نہیں جانتے تھے سادہ مزاج سادہ پوشاک مگر وہ جدھر گئے اسلام ان کے ساتھ ساتھ گیا وہ اسلام کے زندہ ترجمان تھے ان کے فعل و عمل سے قرآن وسنت والے اسلام کی نمائندگی ہوتی تھی۔ لہٰذا قوموں کی قومیں اسلام کی گرویدہ ہوتی گئیں۔ دیکھنے والوں نے یقین کیا کے اسلام بہترین مذہب ہے انھوں نے خود آگے بڑھ کر اسلام کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالا۔ مگر آج صورت حال یہ ھیکہ قرآن کی تفسیروں حدیثوں کی شرحوں کے انبار لگ گئے، مقررین ومناظرین کی کمی نہیں شیوخ ومرشدین کی بہتات ہے لیکن کردار وعمل کا عالم کچھ اور ہی ہے عوام ہوں یا خواص اپنے اپنے انداز میں وہ بھی طور طریقے اپنائے ہوئے ہیں جن سے اسلام کی غلط نمائندگی ہوتی ہے۔ جنکے اُسوہ وکردار میں دنیا پرستی، شخصیت پرستی اور خدا فراموشی کی چھاپ ہے ''اہل سُنت والجماعت'' قرآن وسنت اور تعامل صحابہ کا ماضی بعید میں بڑا دقیع اور وزنی اسم مبارک تھا اور اس کی تشریحات میں وہ عالی مقام ہستیاں ہوا کرتی تھیں جنہیں آئمہ مجتہدین کہا جاتا تھا۔ جنہوں نے اپنی عمریں ان علوم کی تحصیل میں لگا کر قرآن وسُنت اور تعامل صحابہؓ سے اُصول وعقائد کا استنباط کیا اور عامتہ المسلمین کو معارف دین کے لعل و جواہر دیے اس کے برخلاف اہل بدعت اور اس کے متوازی اہل تشیع ہوئے اہل سُنت والجماعت کا کوئی نعم البدل نہیں اس کے علاوہ حق کہیں بھی نہیں مگر افسوس یہ ٹائٹل جہل اور کج فکری کے مکروہ چہرے کا ایک حسین نقاب ہوگیا ہے جسے زہر کی گولیوں پر چاندی کے ورق کی طرح چڑھایا گیا ہے۔

جو مسلمان سُنتوں اور آثار صحابہؓ پر عمل کرتے ہیں وہ شرک وبدعت و دیگر سنگین گمراہیوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ سُنت مسلمان کیلئے ہتھیار ہے۔ جو اسے صراط مستقیم سے بھٹکنے اور دائیں بائیں چلنے سے روکتی ہے۔ سُنت وآثار وہ بریک ہے جو مسلمان کو گمراہی کے کھڈ میں گرنے سے بچاتا ہے۔ سُنت تو ہتھیار ہے جسے

تھامے رہنے سے کوئی باطل قریب نہیں آنے پاتا شیطان اس سے لرزہ براندام رہتا ہے اور اس کی ذریت اس سے خوف کھا کر دور بھاگ جاتی ہے۔ سُنت وہ نور ہے جس کے اُجالے میں ہر گمراہی صاف صاف نظر آنے لگتی ہے۔ سُنت قرآنی مطالب کی حفاظت کرتی ہے۔ اُسوہ حسنہ سُنت رسول اللہ ﷺ اور آثار صحابہؓ کے طور پر اس دین کامل پر عمل کے بہترین نمونے جب موجود ہوں اور پھر کوئی دینی اغراض و مقاصد، حصول تقویٰ اور اجروثواب کیلئے کوئی نیا طریقہ کا اختراع وہ اضافہ کرتا ہے تو وہ زبان قال سے نہیں زبان حال سے اس امر کا ضرور اعلان کرتا ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے بتلائے ہوئے طریقوں اور صحابہؓ کے عمل میں نقص، کمی یا خرابی موجود ہے جس کو وہ دور کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ جو علیم وخبیر اور ہادی برحق ہے اس کے عطا کردہ دین کامل میں کسی نقص اور کمی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام میں قرآن وسنت کے بعد تعامل صحابہؓ کو قانونی حیثیت حاصل ہے قرآن وسنت کے بعد روش صحابہؓ دین وشریعت کا ماخذ منبع، معیار حق اور حجت شرعی ہے اسلام کے کسی اصول وقانون کی صحیح تعبیر مطلب اور مفہوم کو سمجھنے کیلئے صحابہؓ کے فکر عمل کو دیکھنا لازمی اور ضروری ہے صحابہ کرامؓ قرآن وسنت کو اُمت میں سب سے زیادہ اور سب سے بہتر انداز میں عمل کرنے والے تھے۔ یہ ناممکن ہے کہ اسلام سے متعلقہ کسی عقیدہ وفکر کو انہوں نے نہ سمجھا اور بعد والوں نے سمجھا اور قرآن وسنت کے کسی عملی تقاضے پر اُنہوں نے عمل نہ کیا لیکن بعد والوں نے عمل کیا سُنت والجماعت وہ سواد اعظم ہے جو اسوۂ رسولؐ اور تعامل صحابہؓ کی طرف بلاتی ہے اسوۂ رسولؐ اور تعامل صحابہؓ کے خلاف انجام دیا جانے والا ہر عمل دین میں سراسر گمراہی اور بدعت ہی تو ہے۔ بدعات پر ڈھٹائی سے جم جانا اعصاب پر لرزہ طاری کر دیتا ہے۔ ''اہل سنت الجماعت'' ساری دنیا کے ان تمام مسلمانوں کے مجموعے کا نام ہے جو فقہی وفروعی مسائل میں مختلف الرائے ہونے کے باوجود بنیادی طور پر قرآن وسنت کے احکام قطیعہ پر مخلصانہ طور پر عامل ہیں اور دنیا کے مختلف خطوں میں پھیلے ہوئے ہونے کے باوجود باہمی اسلامی اُخوت اور اتحاد ملت کی دوڑ میں جڑے ہوئے ہیں۔ فروعی مسائل میں اختلاف، فکر وعمل ان کے رشتہ اخوت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اور وہ باہم متحد اور اُمت مسلمہ کا ''جسد واحد'' ہیں سب راہ حق وصواب اہل سنت والجماعت ہیں اور ''اہل بدعت'' سے مراد مسلمانوں کے درمیان وہ فتنہ پرداز عناصر یا منافقین کا گروہ ہے جو ظاہر طور پر اہل سنت والجماعت مسلمانوں کی صفوں میں گھلا ملا رہتا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے اہل سنت والجماعت ہی باور کراتا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ سنت نبویؐ کے مخالف اور اسلام کے صراط مستقیم کو چھوڑ کر اپنے اختراع کردہ، اعتقادات واعمال اور ایک نئے طور طریق اور راستے کے

داعی ہوتے ہیں۔ دین کے مسلمات اور قرآن و سنت اور آثار صحابہؓ کی تعلیمات کے علی الرغم اپنے خود ساختہ افکار و خیالات کو سنت نبویؐ بتا کر عوام کو بے وقوف اور اُمت مسلمہ کو گمراہ کرتے ہیں آباء و اجداد اور اکابرین ملت کے خود ساختہ رسم و رواج سے بدعتیں شروع ہوتی ہیں غیر اسلامی اور ناجائز کاموں میں لذت اور شہرت ملتی ہے۔

قیام میں نگاہ سجدے کی جگہ سے آگے نہ جائے قعدہ میں انگشت شہادت سے آگے نہ جائے۔ ناصر الدین البانیؒ کی تحقیق کے مطابق التحیات میں لاَ الٰہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر کلمہ کی اُنگلی کو اُٹھادے اور جب الا اللہ پر پہنچے تو اُنگلی جھکادے۔

اب اگر نماز دو رکعت سے زائد ہے یعنی ۳ یا ۴ رکعت والی نماز ہے دو رکعت کے بعد قعدہ اول کرے جو کہ واجب ہے اور التحیات پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور مثل پہلی رکعت کے باقی رکعتیں بھی پوری کریں مگر یاد رہے کہ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت جو ہوتی ہے وہ خالی پڑھی جاتی ہیں صرف سورہ فاتحہ پڑھے کوئی دوسری سورہ نہ ملادے اور رکوع وغیرہ کر کے نماز پوری کرے اور سنتیں چاہے چار ہوں سب سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورہ ملا کر پڑھی جاتی ہیں۔ اگر دو رکعت فرض ہے تو التحیات پڑھنے کے بعد درود شریف اور دُعا ماثورہ پڑھ کر سلام پھیرے اور اگر چار رکعت یا تین رکعت ہو تو قعدہ میں التحیات اور درود ابراہیم وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور نماز پوری کرے۔

درود ابراہیم

یہ درود، درودں کا سرتاج کہلاتا ہے اس کی فضیلت کو اگر مسلمان سمجھ لے اور غور و فکر سے اس کے معنی و مطالب حضور قلب سے ادا کرے تو مسلمانوں میں باہمی اتحاد، اُخوت و بھائی چارگی انشاءاللہ تعالےٰ ضرور ہوگا چونکہ غیر شعوری طور پر اس کو پڑھا جاتا ہے تو اس دُعا کا اثر بھی نہیں ہوتا یہ ایک ایسی جامع دُعا ہے جو حضور اکرم ﷺ نے اُمت کو سکھا کر احسان عظیم فرمایا ہے جس میں تمام اُمت مسلمہ کی سلامتی و برکات کیلئے اللہ تعالےٰ سے عاجزانہ درخواست کی جاتی ہے اس دُعا میں پہلے محمد ﷺ کی عظمت و احسانات اور آپ کی اُمت پر تڑپ کیلئے آپؐ پر سلامتی و برکت کے ساتھ ہی آپ کی آل میں پوری کائنات کی صحیح اتباع کرنے والی اُمت کی سلامتی و برکت کی دُعا ہے اس عظیم درود کی اہمیت و عظمت کو گھٹانے کیلئے بہت سے خود ساختہ درود گھڑے اور

تراشے گئے اور ان درودوں کو بھی رسول اللہؐ سے غلط منسوب کیا گیا مگر یہ اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ان نایاب موتیوں کی شکل میں اس درود ابراہیمؑ کو نماز میں شامل اور داخل کرایا گیا اور بلا اختلافات اُمت تمام دنیا کے مسلمان دن میں پانچ مرتبہ اپنی نمازوں میں اس مبارک درود کو پڑھتے چلے آرہے ہیں اور یہ نماز کا جزء اس کی اہمیت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کوششیں تو بہت ہوئیں مگر وہ کامیاب نہ ہوئی اگر کوشش کامیاب ہو جاتی تو لوگ اس درود کو فراموش کر جاتے۔

آج کے ترقی یافتہ زمانہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس درود ابراہیم کو بھی ناقص خیال کرتے ہیں اس میں سرفہرست چودھری غلام احمد پرویز جو اپنی عربی دانی کے زعم میں اس لفظ درود کو عجمی زبان فارسی میں اس لفظ درود کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ فارسی لفظ ہے جس کا مصدر درودن ہے یعنی جڑ کاٹنا، فصل کاٹنا اور یہ نماز کی فصل کاٹنے کیلئے استعمال ہوتا ہے یہ عجمی سازش ہے لہٰذا اسے نماز میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ ویسے یہ ترقی یافتہ لوگ نماز کا ہی انکار کرتے ہیں اور اس نماز کو یوگا سے تعبیر کرتے ہیں الفاظ کے جھمیلوں میں آدمی اگر پڑ جائے تو نماز بھی چونکہ فارسی لفظ ہے اس کے معنی نمسکار کے ہوتے ہیں۔ نماز کی چھٹی ہو گئی عربی میں نماز کیلئے صلوٰۃ کا لفظ ہے نماز کے معنی نمسکار ہونے کی بناء پر کیا نماز کا انکار کیا جائیگا۔ علاوہ اس کے لفظ صلوٰۃ اس میں بہت وسعت ہے اس کے معنی بھی بہت ہیں اور ہر جگہ صلوٰۃ کے معنی جملے کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں۔ درود اگرچہ کہ فارسی لفظ ہے اُسے عربی میں صلوٰۃ کہتے ہیں۔ الفاظ کی روح پر گہری نظر ہونی چاہیئے مومن روح پر نظر رکھتا ہے الفاظ پر نہیں یہی دانشمندی ہے۔

الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے گہر سے کہ صدف سے

روزہ بھی اگرچہ کہ فارسی لفظ ہے اور اس کے معنی فاقے کے آتے ہیں جس میں غذا کے سوا ہر چیز کھائی اور پی جا سکتی ہے عربی میں صحیح عکاسی والا لفظ صوم ہے جس میں سحر اور افطار کا مفہوم تشریح اور صراحت ہے اگر فارسی زبان کا لفظ روزہ سے فاقہ مراد لیا جائے اور نفس روزہ کا ہی انکار کیا جائیگا۔ اس سے آگے بڑھ کر اگر لفظ خدا جو کہ فارسی ہی کا لفظ ہے جس کے معنی خود سے آنے کسے نکلتے ہیں اور عربی میں لفظ اللہ ہے۔ اور اللہ کے لفظ سے اُس جلالت، رحمانیت، غفاری، و دیگر اسماء الحسنیٰ اللہ کے ۹۹ نام کی تشریح ہوتی ہے۔ اللہ کے بجائے فارسی لفظ خدا کہہ دینے سے خدائی کا انکار کیا جائیگا؟ تمام ہی عجمی مسلمان صوم، صلوٰۃ اور اللہ کے بجائے اپنے

علاقوں خطوں اور اپنی مادری زبان میں خدا، روزہ، نماز اور درود کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو کیا وہ اسلام سے ہی خارج ہو جائینگے۔ اسلام میں ایسی تنگ نظری کی کوئی بھی گنجائش نہیں ہے۔ لفظ اللہ کے مثال کے طور پر کنڑی زبان میں ادرک اور نہیں کے معنی نکلتے ہیں تو کوئی بھی کنڑی زبان کا جاننے والا اپنی فہم کے مطابق کوئی اور معنی مراد لے کر یہ کہنے کہ اللہ کے معنی تو ادرک اور نہیں کے ہیں اکثر اہل ہنود یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم ہارا، ہارا یعنی ہے، ہے الشیور ہے کہتے ہیں اور مسلمان اللہ، اللہ نہیں ہے ایشور نہیں ہے کہتے ہیں ایسے بہت سے الفاظ ہیں جس کے معنی کسی زبان میں کچھ اور کسی زبان میں کچھ اور ہی نکلتے ہیں دراصل ان نام نہاد اہل قرآن نے دین اسلام کو لغوی معنوں میں اُلجھا کر بھی گویا دین اسلام کا مذاق اُڑاتے ہیں اور دین اسلام کے پانچ بنیادی ارکان ہی کا انکار کرنے کے بھی مجرم ہیں۔ اسی طرح لفظ درود ہے جس کے معنی صلوٰۃ، سلام، سلامتی، برکات، حسنات الطاف وعنایت اور بھی بہت سے معنی مراد ہوتے ہیں۔ اسلئے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور حکم خداوندی کے تحت اس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر التحیات کے بعد پڑھنی ہے۔ بخاری شریف میں ابن خزیمہؓ سے روایت ھیکہ رسول اللہ سے پوچھا گیا کے ہم کو التحیات تو معلوم ہوئی آپؐ پر درود (صلوٰۃ) کس طرح پڑھیں آپؐ نے یہ درود، درود ابراہیمؑ پڑھنے کی تعلیم فرمائی۔

اللھمۃ صل علی محمدؐ: ۔اے اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ پر۔ اللہ کی رحمت اسی وقت نازل ہو سکتی ہے جب اس کے دین پر چلنے اور رسولؐ اللہ کی کامل اتباع کی جائے اور اس دین کیلئے جدو جہد کی جائے۔ توحید، رسالت اور آخرت کی جو ذمہ داری اس امت وسط، امت عادلہ پر عائید کی گئی ہے اس کو کما حقہ بجالائے اور عوام الناس کی طرف سے اس دعوت کے متعلق جتنی بھی تکلیفیں برداشت کرنی پڑے اس کو برداشت کرتے ہوئے صبر وضبط اور تحمل مصلحت اور حکمت کے ساتھ قلمی اور لسانی جہاد کیلئے اپنے آپ کو آمادہ کرے اسلیئے کہ محمدؐ کو اللہ تعالے نے ''رحمت العالمین'' یوں ہی نہیں فرمایا آپؐ نے اس دین کیلئے جتنی صعوبتیں برداشت کی ہیں وہ کسی بھی نبی سے زیادہ ہی ہیں آپؐ عالم انسانیت کا درد لیکر اٹھے تھے جہالت اور گمراہی سے لوگ ایک دوسرے کے دشمن خاندانی عصبیت میں مبتلا پچاسوں خدا کی عبادت اور اپنے آباء واجداد کی اندھی پیروی میں اس درجہ انہماک تھا کے رسولؐ اللہ کو اپنا سب سے بڑا دشمن اور دین کو بگاڑنے والا خیال کرتے تھے اپنے اور غیر سب ہی آپؐ کے سخت دشمن تھے اس قعر مذلت سے عالم انسانیت کو نکال کر خالص توحید کے راستے پر ڈالنے کیلئے آپؐ

رات دن فکر مند رہتے تھے۔ اس تحریک حقہ کیلئے آپ کو لہو لہان کیا گیا اور مختلف ذہنی روحانی اور جسمانی اذیتوں سے ہمکنار ہوئے اس دین حنیف کیلئے جو قربانیاں درکار ہیں اس کیلئے مخلص معاونین اور رفقاء کی ضرورت پیش آتی ہے اس کا حق صحابہ کرامؓ نے ادا کیا اب یہ اہم کام قیامت تک کیلئے امت مسلمہ کا ہے جب ہی تو یہ امت آپؐ کو ''رحمت اللعالمین'' کہنے میں حق بجانب ہوگی جتنی تڑپ آپؐ کو اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کو تھی اسی تڑپ کو لے کر اس امت کو اس دعوت حق کی تحریک کو چار دانگ عالم میں وسعت دنیا اور عام کرنا ہے۔ اللہ تعالے نے خاتم الانبیاء خاتم المعصومین کو ''خلق عظیم'' کے لقب سے نواز ہے آپؐ اخلاق کے اس بلند مقام پر فائز ہیں وہاں تک کوئی بشر کی بھی رسائی نہیں اور اس مقام کو کوئی چھو بھی نہیں سکتا ادنیٰ درجہ میں بھی اگر اُمت مسلمہ بلند کرداری، خوش اخلاقی کا نمونہ پیش کرتی ہے تو آپؐ کے رحمت اللعالمین ہونے کا زبانی اور عملی اقرار ہوگا اور مسلمانوں کے اس کردار کی وجہ سے اسلام کو قبول کرنے والوں کی انشاء اللہ تعالے تعداد میں ضرور اضافہ ہوگا۔ اور یہ دعوت لا الہ الااللہ، محمد الرسول اللہ۔ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا کوئی نصب العین نہیں اور اتباع رسولؐ کے سواء کوئی نجات نہیں۔ فائدہ صرف رضائے الٰہی، امتحان سر دھڑ کی بازی جان ہتھیلی پر مال خطرے میں یہ سب کچھ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے برداشت کیا۔ آج ہمیں Ready Made تیار شدہ اسلام ملا ہے اس کی صحیح قدردانی صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کی زندگیوں میں مغمر ہے۔ اے اللہ محمدؐ پر رحمت نازل فرما کہتے وقت یہ تصور رہنا چاہیئے کے آپؐ کے عالم انسانیت پر کتنے احسانات ہیں کن کن خاردار جھاڑیوں سے آپ کا گذار ہوا اور اس اُمت کو برپا کرنے کیلئے آپؐ نے کیا نہیں کیا۔ صحابہ کرامؓ اس حقیقت سے واقف تھے اور یہ جانتے تھے کے آپؐ پر رحمت نازل فرمانے کے کیا معنی ہیں۔ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے خون وجگر سے سینچ سینچ کر اسلام کے اس چمنستان کو امت مسلمہ کے تفویض کیا ہے اس کے کیا تقاضے ہیں اور اس چمنستان کو آباد و سرسبز و شاداب رکھنے کیلئے امت کے اُن متبعین کو بھی ان قربانیوں کی ضرورت ہے اور اس چمنستان کی نہ صرف حفاظت کی جائے بلکہ اس کو وسعت دینے میں کوشاں رہیں صرف زبانی طور پر اے اللہ محمدؐ پر رحمت نازل فرما کہہ دینے سے ہمارا فرض ادا نہیں ہو جاتا بلکہ عملی طور پر اپنے کو پیش کرنا ہے اس چمنستان کی لہلہاتی ہوئی فصل کے ساتھ ضرر رساں خودرو جھاڑ جھنکار جو بدعات کی شکل میں اگتی پھیلتی چلی جارہی ہیں ان کا قلع قمع بھی کرنا ہے اور اگر ہم ان تمام کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو پھر یقیناً اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور محمدؐ پر رحمت نازل فرما۔ گویا تمام امت پر رحمتوں کی بارش

ہوتی ہے صحابہ کرامؓ پر یہ رحمتیں نازل ہوئیں انہوں نے قربانیاں دیں رسولؐ اللہ کی طرف نسبت جوڑ لینے سے کسی کی نجات اور مغفرت نہیں ہوتی۔ نجات تو فضل رب، ایمان وعمل صالح اور میزان رسالت ماانا علیہ واصحابی کی کسوٹی پر ہوگی۔ اتباع کرکے دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران صحابہؓ ہوئے اور انہیں نہ دنیا کا غم رہا اور نہ آخرت کا ڈر۔ جس رسولؐ نے ہر وقت اور ہر جگہ اس بات کا خیال رکھا حتیٰ کے معراج کے وقت جب آپؐ اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اللہ فرماتا ہے اے نبی آپ کو سلام ہے تو آپؐ جواب میں فرماتے ہیں اے اللہ یہ سلام میری امت کیلئے بھی۔ امت کی سلامتی کیلئے آپؐ نے خدا سے درخواست کی اور امت کے ہر ہر فرد کو بھی یہ تلقین فرمائی وہ تمام لوگ بھی اللہ سے امت کی سلامتی کیلئے برابر اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ روز حشر آپؐ اپنی امت کی کثرت پر خوشی محسوس کرینگے اور یہ کثرت صحیح اتباع کرنے والوں کی ہوگی۔

اللہ تعالے کو مسلمانوں کی مقدار (Quantity) مطلوب نہیں بلکہ معیار (Quality) درکار ہے۔ خوش نما نام القاب اور سید وسادات کے ساتھ سلسلہ یا حسب کی کوئی اہمیت نہیں۔ حضور ﷺ کی بعثت اسلیئے نہیں ہوئی تھی اور آپؐ اسلیئے نہیں آئے تھے کہ فطرت بدل کر گنہگار آدم کو بے گناہ فرشتہ بنا دیں اور نہ اسلیئے آئے تھے کہ ساری دنیا کے گناہوں کا کفارہ بن کر نسل آدم کو گناہ کی چھوٹ دیں حضورؐ کی آمد کا مقصد یہ تھا کے انسان معاصی سے جتنا بچ سکتا ہے بچے اور اگر بہ تعاضئے بشریت اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کی ایسی تلافی کر دے کے اس سے جو درجہ غلطی سے پہلے تھا اس سے بھی اونچا درجہ تلافی وتدارک کے بعد حاصل ہو جائے۔ یعنی آدم گنہ گار ہوتے ہوئے بھی فرشتوں کا مسجود بن جائے۔ صحابہ کرامؓ جنت کے جتنے مشتاق ہوں گے اس سے کہیں زیادہ جنت خود ان کی مشتاق ہے خاتم النبیینؐ کا مشن تمام انبیاء سے زیادہ کامیاب رہا تو اس کا ظہور ایک لاکھ چوبیس ہزار اہل ایمان نفوس قدسیہ کے وجود میں آنے سے ہوا دنیا کی ساری امتوں میں سب سے افضل امت محمدیہؐ ہے۔ ان میں حضورؐ کے یہ صحابہؓ ستاروں کے مانند میں سب سے پہلے معرکہ بدر میں صحابہ کرامؓ کی ایک قلیل اور معیاری تعداد ۳۱۳ کی ہے جس نے باطل کو ایسی شکست فاش دی بہت سے جفاداری شخصیتیں قتل ہوئیں ماباقی قیدی بنا دیے گئے اور فدیہ لیکر چھوڑ دیے گئے قتل ہونے والوں میں آپؐ کے افراد خاندان بھی تھے۔ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے بڑے بھائی طالب (عبد مناف کے بڑے بیٹے جس بناء پر عبد مناف کی کنیت ابو طالب ہوئی) کافروں کی طرف سے جنگ بدر میں لڑنے کیلئے آئے تھے طالب قتل ہوا اور حضرت

عباسؓ قیدی بنا لئے گئے۔ آپؐ کے بڑے داماد ابو العاص بن ربیعہؓ اگرچہ کے شعیب بنی ہاشم کے محصورین کیلئے غلہ ودیگر سامان ضرورت بہم پہنچایا کرتے تھے قید کر لئے گئے فدیہ لیکر انہیں بھی چھوڑ دیا گیا۔ ۳۱۳ کی معیاری تعداد جنہیں بشارت دی گئی تھی صلح حدیبیہ تک آتے آتے یہ تعداد ہزاروں کی ہوگئی اور بیعت رضوان میں انہیں بھی جنت کی بشارت دی گئی اور حجتہ الوداع میں جب یہ معیاری نفوس لاکھوں سے تجاوز کر گئے تو یہ تعداد بھی بڑھتے بڑھتے دنیا میں ایک ناقابل شکست Super Power بن کر ابھری باطل قوتیں ان سے لرزہ بہ اندام ہوا کرتی تھیں مگر آج مسلمانوں کی یہ اربوں کی مقدار اللہ کے مطلوبہ معیار سے یکسر خالی ہونے کی وجہ سے باطل سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی کبھی یہ ہمت نہیں کر سکتے ۵۳ اسلامی ممالک کی یہ کثیر تعداد جن میں ایک بھی اسلامی ملک ایسا نہیں جن میں نہ ایمانی قوت ہی ہے اور نہ وہ عصری جنگی مہارت، آلات وصلاحیت ہی ہے جب تک تمام دنیا میں ۳۱۳ معیاری بدری اصحاب کی صفات، شجاعت اور ایمانی قوت والے افراد پیدا نہ ہو جائیں اس وقت تک اللہ کی مدد نصرت اور اللہ کی رحمت کا نازل ہونا نہ ممکن ہے اور اگر انشاء اللہ تعالے جب یہ معیاری تعداد دنیا کے نقشے پر نمودار ہو جائے گی تو پھر یہ Super Power بن کر عالم دنیا مذہب اسلام کے نور سے منور ہو جائیگی اور باطل نیست ونابود ہو جائیگا توحید کا بول بالا ہوگا اور شیطان منہ چھپاتا پھرے گا۔

صحابہ کرامؓ کی ان معیاری مسلمانوں کی فہرست تو بہت طویل ہے ان معیاری مسلمانوں میں سے ایک حضرت ابو سفیانؓ بھی ہیں جو غزوہ حنین میں حضورؐ کے ساتھ شریک جہاد تھے دشمن کے ایک وار سے ان کی ایک آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا۔ حضورؐ کے پاس درد کی شکایت لے کر آئے حضورؐ نے فرمایا! کہو تو اس ڈھیلے کو حلقہ چشم میں رکھ کر دعا کروں اور آنکھ ٹھیک ہو جائے اور چاہو تو اسے یوں ہی رہنے دوں تمہیں اس سے بہتر آنکھ مل جائے گی حضورؐ کی تھوڑی سی صحبت میں ابو سفیانؓ کا ایمان اتنا پختہ ہو چکا تھا کہ انہوں نے آنکھ کا ڈھیلا زمین پر پھینک دیا اور عرض کیا! یا رسولؐ اللہ مجھے آخرت کا بہتر انعام منظور ہے ۱۵ھ کی جنگ یرموک دور خلافت حضرت عمر فاروقؓ میں داد شجاعت دیتے ہوئے ان کی دوسری آنکھ بھی ضائع ہوگئی اب وہ لڑنے کے قابل نہیں تھے جہاد نہیں کر سکتے تھے لیکن لسانی جہاد کرتے رہے اپنی للکار سے مسلمانوں کو جوش وہمت دلاتے رہے، حضورؐ کا یہ اموی خسر ایک معیاری مسلمان آنکھیں کھو کر چشم بصیرت کا مالک بن گیا۔

حضور اکرمؐ کا سب سے بڑا نواسہ علی بن ابو العاصؓ بن ربعیہ، علی الزینبیؓ یہی فتح مکہ کے موقع پر

آنحضورؐ کے ساتھ اونٹنی پر سوار تھے اور جب یہ اپنے نانا کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور پھر حضورؐ ان کو اپنے دوش مبارک پر لے کر کھڑے ہوگئے اور کعبہ کے بتوں کو نیچے گراتے رہے اسی علی الزینبیؓ کے نام کی مناسبت کیوجہ سے بعض مورخین کو غلط فہمی ہوگئی اور وہ علی بن ابولعاصؓ کو علی بن ابوطالبؓ سمجھ بیٹھے یہی علی بن ابولعاصؓ جو حضورؐ کی صحبت و تربیت سے فیض یاب ہوئے اور یہی وہ تنہا سبط رسولؐ ہیں جن کی شادی کا اہتمام حضورؐ نے فرمایا ۱۵ھ جنگ یرموک میں رومیوں کے خلاف لڑی گئی جنگ میں شریک تھے اپنی بے پناہ شجاعت دکھا کر خود تو شہید ہوئے اسلامی لشکر کو فتح یاب کر گئے اور نوجوانوں کو ایثار و قربانی کا ایک لازوال سبق دے گئے۔

جنگ احد میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے خالد بن ولیدؓ جب معیاری مسلمانوں کی صف میں شامل ہوئے تو زبان مبارک رسولؐ سے خالد سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ روز حشر رسولؐ اللہ اپنی معیاری امت کی کثرت سے از حد خوش ہونگے اور آپؐ کی یہ خوشی اور مسرت ہی دراصل آپؐ پر اللہ کی رحمت نازل فرمانے کی درخواست، التجا اور دعا ہے۔

رسولؐ اللہ پر اللہ کی رحمت نازل فرما کہنے کیلئے یہ ضروری ہے چونکہ آنحضورؐ یہ فرماتے ہیں کہ میں تم سے اس دعوت توحید کے متعلق تم سے اپنے لئے کوئی اجر اور معاوضہ نہیں چاہتا۔ میں جو تم سے مانگتا ہوں وہ خود تمھارے فائدے کیلئے ہے دنیا و آخرت میں کامیابی دراصل اصلی کامیابی ہے اور مجھے ایسے لوگ مطلوب ہیں جو اس الٰہی نظام کو قبول کرلیں یہی نظام ''مودت القربیٰ'' کا نظام ہے یہی پیغمبروں کا مشن رہا ہے کوئی پیغمبر اپنے مشن کا کوئی معاوضہ بندوں سے نہیں مانگتا وہ صرف یہی چاہتے ہیں کے ان کے مشن کی تکمیل ہو جائے اس عظیم مقصد کی تکمیل کیلئے وہ جدوجہد کرتے ہیں تکالیف برداشت کرتے ہیں اور وہ صرف اسلیئے کرتے ہیں کہ انہیں اسی مقصد کیلئے خدا کی طرف سے بھیجا جاتا ہے اور اس کا اجر بھی وہی اللہ دیتا ہے جس نے انہیں بھیجا ہے۔ رسولؐ اللہ کے مشن یعنی مودت القرابیٰ کا صحیح مفہوم یہی ہیکہ ہر حلقہ اپنے افراد کیلئے خود کفیل بن جائے اور ہر فرد دوسرے کی محبت سے سرشار ہو اور باہمی محبت کا حق ادا کرے اور پھر تمام حلقے بھی ایک مرکز اطاعت کے زیر اثر اور زیر ہدایت رہتے ہوئے آپس میں محبت کا حق ادا کرتے رہیں۔ یہ حلقے کے افراد ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو نسب قریب سے ہو اور ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو ذہنی اور امکانی قرب رکھتے ہوں جس قسم کا بھی قرب ہوگا اس کا لحاظ

کرنا مودت القربیٰ ہی میں شمار ہوگا کیونکہ نبوی مشن کی تکمیل اسی طرح ہو سکتی ہے۔

وعلیٰ آلِ محمد:۔ اور آل محمد پر رحمت نازل فرما۔ آل سے مراد صرف کسی خاص شخص کی اولاد نہیں ہوا کرتی بلکہ یہ لفظ آل و اولاد قوم و قبیلہ اور اتباع و انصار سب پر حاوی ہے۔

بخاری جلد دوم سورہ آلِ عمران کی تفسیر۔ اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ کی اولاد اور عمران کی اولاد کو سارے جہاں والوں پر چن لیا آخیر آیت یرزق من یشاء بغیر الحساب تک، ابن عباسؓ نے کہا آل عمران سے مراد ایماندار لوگ ہیں اور آل محمد سے بھی وہی لوگ مراد ہیں جو مومن ہوں، ابن عباسؓ کہتے ہیں اللہ نے فرمایا ابراہیمؑ کے نزدیک ایمان والے وہی لوگ ہین جو ان کی راہ پر چلتے ہیں۔ آل کا لفظ اصل مین اہل تھا آل یعقوبؑ یعنی اہل یعقوبؑ (ھ کو ہمزہ سے بدل دیا) تصغیر میں پھر اصل کی طرف لے جاتے ہیں۔ اہل کہتے ہیں۔ (بخاری دوم باب نمبر ۳۴۵)

ابراہیم علیہ اسلام سے نسبت کے حقدار وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی ہے یعنی یہ نسبت صرف خاندان اور نسب سے حاصل ہونے والی چیز نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اتباع اور اطاعت سے ہے۔ اس اعتبار سے حضرت ابراہیمؑ سے سب سے زیادہ اولیٰ اور اقرب پیغمبر محمد ﷺ اور ان پر ایمان لانے والے صحابہ اکرامؓ ہیں نہ کے یہود و نصاریٰ اور مشرکین جنھوں نے دین ابراہیمی کو بالکل مسخ اور برباد کر دیا۔

اتباع اور انصار کے معنی میں آل کا لفظ قرآن نے کئی جگہ استعمال کیا ہے مثلاً آل فرعون کیلئے واذ نجینکم من آل فرعون ۱، فرعون کی اتباع کرنے والے۔ فرعون کے کوئی اولاد تھی ہی نہیں اگر ہوتی تو موسیٰ کی کیوں پرورش کرتا۔ آل فرعون دریا میں غرق ہوئے اور آل موسیٰ صحیح وسلامت بچالیئے گئے۔ واغرقنا آل فرعون اسی طرح سیدنا لوطؑ کے ذکر میں بھی الا آل لوط فلماجاء آل لوط المرسلون ۱۵/۶۱ اخرجو آل لوط من قریتکم ۲۷/۵۶ آل لوطؑ سے بھی ان کی اولاد مراد نہیں ہوتی۔ کیونکہ سیدنا لوطؑ نہ محض اپنی اولاد کی طرف بھیجے گئے تھے اور نہ آپ کی اولاد کو عذاب سے بچالیا گیا بلکہ آپ کی قوم نے فقط ان کی اولاد کو شہر بدر کرنے کی دھمکی نہیں دی تھی۔ بلکہ آپ کی صحیح اتباع کرنے والوں کو بچالیا گیا باقی سب عذاب میں گرفتار ہوئے۔

اسی طرح حضرت داودؑ کے ذکر میں بھی لفظ آل آیا ہے۔ اعملوا آل داودٗ شکرا۔ ۳۴/۱۳
آل داودؑ سے مراد محض آپ کی اولاد نہیں۔ شکر کی تعلیم تمام پیروان داودؑ کو دی گئی ہے۔

ان سارے مقامات پر ایک جگہ بھی اولاد کے معنی آل کا لفظ نہیں آیا ہے بلکہ ہر جگہ اتباع وانصار ہی مراد ہیں۔ آل فرعون۔ فرعون کے اتباع وانصار آل لوطؑ۔ حضرت لوطؑ کے پیرو کار ومدگار۔ آل داودؑ سیدنا داودؑ کے متبعین وناصرین۔

آل میں اولاد بھی داخل ہوسکتی ہے مگر صرف اس وقت جبکہ وہ اتباع وانصار میں ہو جب غیر اولاد متبع ہو کر آل ہوسکتی ہے تو نااہل اولاد آل میں کس طرح داخل ہوسکتی ہے؟ نااہل اولاد سے خونی رشتہ تو باقی رہتا ہے لیکن وہ کسی پیغمبر کی آل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ پیغمبر کا مشن کوئی گھریلو یا خاندانی قسم کا مشن نہیں ہوتا ہے جسے محدود افراد کی مناپلی بنالے۔ پیغمبر کو پیغمبر کا خدا بھیجتا ہے اور وہ خدا ہی کا دیا ہوا پیغام اپنی امت کیلئے لاتا ہے اسے جو قبول کرلیتا ہے وہ اس کی آل میں داخل ہوجاتا ہے۔

خواہ اس کے خاندان سے ہو یا نہ ہو اور آخرت کا جو انکار کرتا ہے وہ آل سے خارج ہوجاتا ہے خواہ اس کی صلبی اولاد ہی کیوں نہ ہو سیدنا نوحؑ کا فرزند آل نوحؑ نہ رہا اور سلمان فارسیؓ کوئی رشتہ خونی نہ ہونیکے باوجود اہل بیت یعنی گھر کے افراد میں شمار کیے گئے۔ دنیاوی رسم ورواج خواہ کچھ بھی ہوں لیکن قرانی دین میں اور آخرت میں جس طرح کوئی رنگ، کوئی زبان، کوئی پیشہ اور کوئی سرزمین شرافت اور رذالت کا معیار نہیں اسی طرح خاندان بھی برتری وکمتری کا کوئی معیار نہیں۔ معیار صرف تقویٰ یا عدم تقویٰ اتباع رسولؐ یا غیر اتباع رسولؐ ہے۔

امت کی حیثیت انبیاء کے کنبے کی ہے نبی قوم کا سربراہ اور روحانی باپ ہوتا ہے۔ خاتم الانبیاء محمد ﷺ تمام امت مسلمہ کے روحانی باپ اور ازواج مطہرات، امہات المومنین تمام مومنوں کی مائیں ہیں، حضرت عائشہؓ، ابوبکر صدیقؓ کی خونی رشتے سے بیٹی اور روحانی رشتے سے ابوبکر صدیقؓ کی ماں ہیں، حضرت حفصہؓ حضرت عمر فاروقؓ کی خونی رشتے سے بیٹی اور روحانی رشتے سے ماں ہیں۔ وہ ماں جیسے خونی رشتے سے نہیں بلکہ رب العزت نے ماں قرار دیا ہو۔ دنیا کے رشتے ٹوٹتے جڑتے رہتے ہیں لیکن یہ روحانی رشتہ اتنا قوی اور دائمی ہے کبھی اور کسی سبب سے بھی ٹوٹ نہیں سکتا بشر بن حقربہؓ اپنے والد جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے

ان کے غم میں مغموم بیٹھے رو رہے تھے تب آنحضورؐ نے فرمایا اے بشر بن حقربہؓ کیا میں تمھارا باپ اور عائشہ تمھاری ماں نہیں۔ اللہ اکبر شان رسالت امت کے ایک فرد کو جن کا کوئی خونی رشتہ نہیں اپنا فرزند فرما رہے ہیں بشر بن حقربہؓ بہت ہی خوش ہوئے اور متبسم ہوکر کہا بے شک اے اللہ کے رسول آپؐ ہمارے باپ اور حضرت عائشہ میری ماں ہیں۔

حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں ایک زانو پر حضرت حسینؓ بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسرے زانو مبارک پر حضرت اسامہ بن زیدؓ۔ آپؐ اللہ تعالےٰ سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں۔ اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ ذخیرہ احادیث میں ایسی بیشمار روایتیں موجود ہیں جن میں آپؐ نے اُمت کے مختلف افراد کو اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا ہے۔

محبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک بشری سطح کی محبت دوسری روحانی اور دینی سطح کی۔ بشری محبت یہ ھیکہ ہر انسان کو اپنی اولاد، اقربا سے محبت ہوتی ہے یہ محبت ایک حیوانی سطح کی فطری محبت ہے ہر جانور کو بھی اپنے بچوں سے محبت اور بے لوث فطری محبت ہوتی ہے اس سے کفر اور اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔

انبیاء علیہ اسلام کی دعوت میں وصل اور فصل کی بنیاد صرف اللہ کا دین ہے وہ لوگ نبیؐ کے ساتھی محبوب اور محبّ بن جاتے ہیں جو اللہ کے دین کو اختیار کرتے ہیں اگر چہ کہ وہ کتنے ہی دور کے ہوں اور وہ لوگ کاٹ پھینکے جاتے ہیں جو اللہ کے دین کے مخالف ہوتے ہیں۔ اگر چہ باعتبار نسب ورشتہ وہ نبی کے کتنے ہی قریب ہوں اس حقیقت کے اظہار کیلئے قرآن مجید میں حضرت نوح کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کے باپ اور حضرت لوطؑ کی بیوی کے واقعات نہایت اہتمام کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ سورہ ہود میں اللہ تعالےٰ حضرت نوح سے فرماتا ہے۔ کہ یہ بیٹا تمھارے اس اہل میں شامل نہیں جن کیلئے نجات کا وعدہ ہے نجات کا وعدہ صرف اہل ایمان کیلئے ہے اور تمہارے اہل میں وہی شامل ہیں جو ایمان کے روحانی رشتے سے تمہارے ساتھ وابستہ ہیں نبی کا گھرانہ نسب سے نہیں بنتا بلکہ ایمان وعمل سے بنتا ہے یہ تو ان لوگوں میں شامل ہے جن کیلئے فیصلہ صادر ہو چکا ہے، ہم ایسے تمام لوگوں کو جہنم سے بھر دینگے تم ہم سے ایسی بات کیلئے درخواست نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں تم جذبات سے مغلوب ہونے والوں میں سے نہ بنو۔ ایک حدیث شریف میں آنحضورؐ نے حضرت نوح کی کشتی

کی مثال دیکر بتلا دیا کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے جو اس کشتی میں سوار ہوا وہ میرا اہل بیت ہے اور وہ نجات پا گیا۔

کشتی نوح میں بیٹھنے والے حضرت نوحؑ کے خاندان ہی کے لوگ نہ تھے بلکہ آپ کی اتباع کرنے والے وہ سب افراد بھی تھے جو نجات پا گئے اگر چہ کے آپ کا خونی رشتے سے بیٹا اتباع نہ کرتے ہوئے اہل ہی سے خارج ہو گیا اور عذاب میں مبتلا ہوا غرق آب ہو کر دنیا و آخرت دونوں جگہ رسوا ہوا۔

حضرت نوح کو اپنے فرزند سے یقیناً محبت تھی جبھی تو اس کے ڈوبنے کا منظر آپ سے نہ دیکھا گیا اور فریاد کرنے لگے کہ الٰہی میرا فرزند بھی میرے اہل میں ہے اور وہ تیرا وعدہ کہ میرے اہل کو نجات دلا دیگا۔

کیا؟ اس بشری محبت کی وجہ سے سیدنا نوحؑ کی اُمت، سیدنا نوحؑ کے متبعین پر بھی کنعان فرزند نوح کی محبت ضروری تھی۔ نہیں؟ کیوں؟ اسلیئے کے یہ بشری محبت ہے۔ حیوانی سطح کی فطری محبت ہے۔ اُمت کو صرف دینی اور روحانی محبت کی ہدایت ہے نہ کے بشری محبت کی۔ ابولہب اور ابوجہل باوجود یکہ حضور کے چچا تھے یہ اہل اور آل میں سے نہیں اس کے برخلاف ابوجہل کے بیٹے عکرمہؓ بن ابوجہل ایمان لانے کے بعد آپ کی آل میں داخل ہوئے نماز جو کے معراج کے بعد فرض ہوئی صحابہ کرامؓ آل محمدؐ کا مطلب ساری اُمت کے متبعین کو ہی سمجھتے تھے۔ حضرت حسینؓ ''آل محمدؐ'' اتباع کرنے والی اُمت کو ہی سمجھتے تھے جن میں وہ خود بھی شامل تھے۔ خلفائے راشدین آل محمدؐ پڑھتے وقت اتباع کرنے والوں کی سلامتی اور برکت کیلئے دعا کرتے تھے۔ حضورؐ کے سب سے بڑے نواسے حضرت علی بن ابوالعاصؓ آل محمدؐ اُمت مسلمہ کے تا قیام قیامت متبعین کیلئے حالت نماز میں دُعا کرتے تھے۔ حضرات حسنینؓ نماز کے فرض ہونے کے وقت ابھی تولد بھی نہیں ہوئے تھے حضرت علیؓ اور فاطمہ الزہرہؓ کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا اور یہ دونوں حضرات رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین درود شریف میں آل محمد پڑھتے وقت یہی تصور کرتے تھے کہ اے اللہ تو اُمت مسلمہ کے اُن متبعین کو سلامتی اور برکت عطا فرما کیونکہ تو حمید و مجید ہے۔ کما صلیت علی ابراھیمہ وعلیٰ آلِ ابراھیمہ اِنک حمید مجید: جیسے رحمت نازل کی تو نے حضرت ابراہیمؑ اور آل ابراہیم (ابراہیم کے متبعین) پر بے شک تو قابل تعریف بزرگی والا ہے۔

اس کے دوسرے حصے میں اللھمہ بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیمہ وعلی آلِ ابراھیمہ اِنک حمید مجید اے اللہ! برکت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جیسے برکت نازل فرمائی تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیم (ابراہیم کے متبعین) پر بے شک تو قابل تعریف بزرگی والا ہے۔

اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے رسول اللہؐ کے ذریعہ سے اُمت کو ایسی جامع دُعا کی تعلیم دی جسے دنیا بھر کے اربوں مسلمان سمجھ کر پڑھیں اور یہ تصور بھی رہے کہ نماز میں یہ عظیم درود شریف اُمت مسلمہ کی سلامتی اور برکت کی ایسی بہترین دُعا ہے اور اس دُعا کی قبولیت کا اثر اُسی وقت ظاہر ہوگا جب ہم دل کی عمیق گہرائیوں سے مسلمانوں کے درمیان اُخوت، بھائی چارہ، سلامتی اور برکت کا پختہ، ارادہ کریں اور اسے روبہ عمل لانے کی حتی الامکان کوشش کریں کیا عجب ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کو قبول کرے اور اُمت مسلمہ میں اتحاد و اتفاق قائم نہ ہو؟ صدق دل سے مانگی گئی دُعا ضرور قبول بھی ہوگی اور اتحاد بھی ہوگا۔ ایک دوسرے سے نفرت، چغلی غیبت وغیرہ برائیوں سے محفوظ رہے گا اور مسلکی اختلافات بھی نہ ہوں گے ہمیشہ بھلائی، ہمدردی کا ایکدوسرے کے تیئں جذبہ اُبھرے گا کیونکہ جب حالت نماز میں خلوص دل سے دُعا کر رہا ہوتا ہے اور یہ اقرار بھی کر رہا ہوتا ہیکہ اے اللہ محمدؐ اور متبعین محمد (آل محمدؐ) پر تو سلامتی اور برکت عطا فرما جیسی سلامتی اور برکت ابراہیمؑ اور متبعین ابراہیم (آل ابراہیمؑ) پر نازل فرمائی ہے اور اے اللہ تو بے شک قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

عملی طور پر بھی ہر مسلمان آل محمدؐ یعنی تمام اُمت مسلمہ کی سلامتی اور برکت ہی چاہے گا کسی مسلمان کو گزند پہنچانا یا تکلیف دینا کوئی بھی گوارہ نہ کرے گا۔ مگر افسوس ہمیں یہی سمجھایا گیا ہیکہ آل محمدؐ کوئی اور ہی خاص لوگ ہیں باقی اُمت مسلمہ اس سے خارج ہیں تو پھر اتحاد کیسے ممکن ہے۔ آئے دن مساجد میں کیا کچھ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ ہر تنظیم یا جماعت دوسری جماعت کو غلط ثابت کر کے اپنی تنظیم میں شرکت کی دعوت دیتی ہے جب کہ قرآن مجید کا اعلان اور تنبیہ ھیکہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ اللہ کی یہ رسی رسول اللہؐ کی سنت کا اتباع اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ورضو عنہ (اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے) کے طریقے پر عمل کرنے پر زور دیتا ہے۔ مگر اکثر واعظین شعلہ، بیانی سے بانگ دہل یہ دعوٰی کرتے ہیں

وہ جو کہہ رہے ہیں وہ ہی صحیح اور درست ہے۔ اور باقی سب غلط، عوام قوت فیصلہ سے قاصر رہتے ہیں کہ کس کو صحیح اور کس کو غلط کہیں، واعظین ضعیف، موضوع احادیث اور بزرگوں سے منسوب اقوال کا سہارا لے کر حق کو باطل اور باطل کو حق کہنے کی بے جا جسارت میں اپنے کو جنتی اور دوسروں کو دوزخی کا سٹیفکیٹ (Certificate) ایسے دیتے ہیں جیسے چرم قربانی کی رسید، یہ لوگ جان و مال کی قربانی میں بہت پیچھے ملیں گے لیکن کفر کے فتوے دینے میں آگے آگے اور سبقت لے جانے میں مصروف کار۔

شرک اور بدعت کے سخت ترین دشمن حضرت عمر فاروقؓ کا وہ عمل جس سے شرک کی جڑ ہی کٹ گئی اُس درخت کو کاٹ دیتے ہیں جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی۔ اصحابیؓ کالنجوم (میرے صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں) منشاء رسولؐ کے مطابق حضرت عمرؓ نے تراویح با جماعت کا آغاز کیا اور اسے بدعت حسنہ کیا کہدیا اس کی آڑ لیکر نئی نئی بدعات تراشنے کا شوق چرایا، حدیث رسولؐ کل بدعۃ ضلالہ کو فراموش کر کے منشاء رسولؐ کے خلاف ہر ہر بدعت کو بدعت حسنہ کا فتوی دیدیا۔ اور وہ دن دور نہیں جب یہی متاجر مفتی، سرقہ حسنہ سود حسنہ، کذب حسنہ اور زنائے حسنہ کا فتوی دے گا۔

آل محمد کی تشریح اس انداز میں کی جارہی ھیکہ اس سے گروہ بندی میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے اور گروہ بندی میں اتنی شدت اختیار کی جارہی ھیکہ اب تحفظ صرف اپنی جماعت کا ہی رہ گیا ہے اور جو اصل تحفظ دین اسلام اور محمدؐ کے مشن کا اور تمام انبیاء علیہ اسلام کا مشن تھا اُس کو ثانوی یا پھر غیر ضروری سمجھا گیا صرف زبانی طور پر کلمہ طیبہ پڑھ لینا ہی کافی سمجھا گیا۔ تبلیغ اسلام اور اُس مشن کے تحفظ کی جسے رحمت العالمین نے ورثہ کے طور پر اُمت مسلمہ کے تفویض کیا تھا۔ اور یہ فرض اولین ہے اس کے برخلاف اپنی اپنی جماعتوں کے تحفظ میں غرق بجائے اتحاد کے انتشار اور افتراق میں یہود نصاریٰ کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔

دین اسلام دین حنیف کو یہودیوں نے بگاڑا اور نصرانیوں میں تثلیث کا عقیدہ رائج کروایا دین اسلام میں بھی یہودیوں نے ملاوٹ کرنے کی بھرپور کوشش کی بھلا ہوا محدثین کرام کا اور ماہرین فن اسماء الرجال و جرح و تعدیل کے آئمہ اور فقہاء کا جنہوں نے ایک کسوٹی اسلامیات کو جانچنے کی فراہم کی اس کے باوجود آج بھی اسرائیلی روایات کا ایک انبار ہے جس کو علیحدہ کرنے کی ذمہ داری اُمت مسلمہ پر عاید ہوتی ہے۔

یہود و نصاریٰ آل ابراھیمؑ سے خارج ہیں آل ابراھیم صرف ان کے متبعین تھے ہر نبی کی خالص اتباع کرنے والے ان انبیاء کی آل کہلاتے تھے ابراھیم سے لیکر عیسیٰؑ تک کسی بھی نبی کی خالص اتباع کرنے والا ان انبیاء کی آل کہلاتا تھا آل انبیاء (انبیاء کی اتباع کرنے والے) یہودی یا نصرانی نہیں تھے وہ سب کے سب مسلم تھے جیسا کہ ابراھیمؑ کے تعلق سے قرآن مجید کی گواہی ہے کہ وہ دین حنیف پر قائم تھے اور مسلم تھے۔ نبی کریم مسلم اور صحابہ کرام تمام کے تمام مسلم تھے اور یہ خاتم المرسلین کی سب سے پہلی آل ہے اور اس کے بعد قیامت تک اتباع کرنے والی امت ہے درود شریف میں آل ابراھیم پر اللہ تعالیٰ نے رحمت و برکت نازل فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ بے شک قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔ امت مسلمہ تہہ دل سے حضور قلب کے ساتھ دعا کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ یقیناً ویسی ہی دنیا اور آخرت کی سلامتی اور برکات کا معاملہ اس امت مسلمہ آل محمد پر بھی فرمائے گا اور یہ امت وسط، امت عادلہ مسلکی تحفظ سے بلند ہو کر اس دین اسلام کے مشن کے تحفظ میں جان و مال اور لسانی و قلمی جہاد میں ہمہ تن تیار رہینگے۔ درود شریف میں کما صلیت اور کما بارکت کا ذکر علیحدہ علیحدہ اس لیئے ہوا ھیکہ آل محمد پہلے کما صلیت سلامتی پر اور پھر کما بارکت برکات پر خوب غور و فکر اور انتہائی تدبر سے کام لیتے ہوئے تمام ملت اسلامیہ کیلئے بعثت نبویؐ تا تا قیام قیامت سلامتی اور برکت کے وصف کے ساتھ اس دین حنیف کی توسیع و اشاعت اور عالم انسانیت کی فلاح اور نجات کیلئے اپنی جانوں اور مالوں کا نذرانہ بارگاہ خداوندی میں پیش کرتے رہینگے۔

دعائے ماثورہ۔ درود شریف کے بعد دعائے ماثورہ کی احادیث میں مختلف دعائیں منقول ہیں اور یہ مستحب ہے کوئی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے مشہور دعا جو عوام کی اکثریت پڑھتی آرہی ہے وہ بخاری و مسلم میں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا اے رسولؐ خدا نماز میں دعا مانگنے کیلئے مجھے کوئی دعا سکھائیے کہ میں اسے التحیات اور درود کے بعد پڑھا کروں تو حضور انور نے فرمایا پڑھو یہ دُعا۔

دُعائے ماثورۃ

اللھمہ انی ظلمت نفسی ظلماً کثیرا و لا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃً من عندک و رحمنی انک انت الغفور الرحیم. اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیئے اے اللہ گناہوں کی مغفرت کرنے والا کوئی نہیں ہے تو میری مغفرت کردے اور مجھ پر رحم کر اسلیئے کے تو غفور و رحیم

ہے اور مہربان ہے۔

کوئی بھی دعا پڑھیں دین دو دنیا کی فلاح و خیر اور مقاصد مطالب حاصل ہوں گے۔ اب نماز سے نکلنے کا طریقہ ہے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ اپنے دائیں سلام پھیرتے اور کہتے السلام علیکم ورحمت اللہ و برکاۃ اپنے بائیں طرف سلام پھیرتے اور کہتے السلام علیکم ورحمت اللہ برکاتہٗ (ابوداود) السلام علیکم رحمت اللہؐ و برکاۃ یہ سلامتی اور برکت کی دعا کس کیلئے ہے؟ یہ دعا مشرقین و مغربین کے تمام انسانوں کی سلامتی اور برکت کی دعا ہے۔ خاتم الانبیأ، خاتم المعصومینؐ اور رحمت العالمینؐ جو تمام کائینات کیلئے عالم انسانیت کیلئے اللہ تعالی کی طرف سے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں ان کا اُمتی بھی عالم انسانیت کی بھلائی، سلامتی اور برکات کا طالب ہوتا ہے اگر یہ انسانوں کیلئے ضرر رساں، ایذا دینے والا ہوگا تو یہ اپنے نبی کو رحمت العالمین کہنے میں حق بہ جانب نہ ہوگا اور اسے یہ حق بھی نہیں پہنچتا ھیکہ وہ مسلمان کہلائے۔ اسلئے کہ رسول اللہ کا امتی سب کیلئے امن و امان دینے والا ہوتا ہے انسانیت کو نفع پہنچانا، انسانوں سے ہمدردی رکھنے والا ہوتا ہے۔ اپنے رسولؐ کا نام لیوا عام انسانوں کیلئے اپنے نبیؐ کی طرح رحمت کا نمونہ ہوتا ہے اور امن و سلامتی کا پیغام ہوتا ہے۔ السلام علیکم ورحمت اللہ۔ اس کے دل سے یہ دعا نکلتی ھیکہ۔ اے اللہ تمام انسانوں کو ہدایت عطا فرما اور انہیں توفیق دے کہ وہ اسلام کو سمجھیں اور اپنی نجات کیلئے اسلام قبول کرلیں جو امن و شانتی کا مذہب ہے۔ اور وہ بھی دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوں آتش دوزخ سے وہ بھی بچیں اور جنت کی وہ تمام ہی نعمتوں سے نفع حاصل کریں۔

ہر مسلمان خلوص دل کے ساتھ انسانوں کے تیئں جس میں لگن، تڑپ اور درد بھی شامل ہو ان دعا یہ کلیمات کو اللہ کے حضور ملتجیانہ احساس کے ساتھ کہے تو واقعی اللہ تعالیٰ بڑا ارحم فرمانے، کرم کرنے والا، توفیق و ہدایت دینے والا ہے ان غیر مسلموں کو جن کیلئے ایک مومن دعا کر رہا ہوتا ہے ان کے دل نرم اور موم کردے گا اور ان کے سامنے اسلام کے حقائق واضح ہوجائیں گے حکمت، مصلحت اور عاجزانہ طور پر دعوت پیش کرے گا تو امید ھیکہ وہ اسلام قبول کرلیں اور اللہ انہیں توفیق دیدے ایک غیر مسلم کا اسلام لانا ایک پیدائشی مسلمان سے بدرجہا بہتر ہے وہ جب اسلام قبول کرے گا تو پورے غور و خوص اور دل و جان سے قبول کرے گا اسلام کی صحیح قدردانی بھی وہی کرسکے گا۔ پیدائشی مسلمان اسلام کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگا سکتا ورثہ میں ملنے والا اسلام

اور غور و فکر اور تحقیقی طور پر دریافت شدہ اسلام میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ آج بہت سے نو مسلم توحید کے معاملہ میں ایسے نکھر چکے ہیں جیسا کہ تراشیدہ ہیرا جس کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک بہت بلند ہے اور ان کا کردار بھی لائق تحسین۔

نماز کے ایک ایک جزء میں اللہ تعالےٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے ایک بہترین درس دیا ہے ہمیں غور و تدبر کے ساتھ توجہ اور گہرائی سے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے فقط چند فروعی مسائل میں اُلجھنا اور اُلجھانا نماز کی روح سے ناواقفیت کی دلیل ہے جب ہم السلام و علیکم رحمت اللہ کے الفاظ کہتے ہیں تو یہ الفاظ یوں ہی ہوا میں اُڑ جاتے ہیں۔ یا پھر ہمیں یہی باور کرایا جارہا ھیکہ یہ سلام تو فرشتوں کیلئے ہے جبکہ حقیقت میں اس کے ساتھ ساتھ یہ سلام علالم انسانیت کیلئے بھی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اور اس پر غور کرنے کی نہ ہم ضرورت محسوس کرتے ہیں اور نہ ہی اس کا احساس ہے۔ ایک غیر مسلم اگر اسلام کا غیر جانبدارانہ مطالعہ اور تحقیق کرے گا اور مسلمانوں کے کردار کو دیکھے گا تو اُسے بہت بڑا تضاد نظر آئیگا۔ اسلام تو امن و شانتی کا مذہب ہے اور مسلمان اس قدر گھٹیا ھیکہ وہ اپنے ہم قوم کلمہ گو کو کافر کافر کہہ رہا ہے وہ ہم کو کب برداشت کرے گا اسلام مساوات کا درس دیتا ہے اور مسلمان میں رمق برابر بھی مساوات کا جوہر نہیں ہے۔

یہ دُعا یہ کلمات ختم نماز کی التجا، درخواست اور گذارش ہے۔ کوئی شئے کوئی کام یا کسی معاملہ میں محنت، جانفشانی، کاوشیں، جدو جہد اور مال خرچ کرکے جب حاصل کیا جاتا ہے تو اس کی قدر قیمت کا اندازہ لگا نا دشوار ہے اور اُس کی حفاظت کیلئے حد درجہ اہتمام کیا جاتا ہے اس کے برخلاف جو چیز مفت میں حاصل ہو تو اس کی قدر و قیمت کم ہوتی ہے۔ اسلام مفت میں ملا تو اِس کی قدر بھی نہیں کے برابر ہوگئی ہے۔ جن لوگوں نے ایثار و قربانیوں اور مصیبتوں کو جھیل کر اسلام کو قبول کیا وہ اس کیلئے بہت فکر مند رہتے تھے اس معاملہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا نام سرفہرست ملتا ہے جس کا تصور بھی آج کا مسلمان نہیں کرسکتا، صحابہ کرامؓ نے اسلام کے چشمہ صافی کی حفاظت ہی نہیں کی بلکہ اس چشمے کو آب رواں میں تبدیل کردیا اور ساری دنیائے انسانیت اس سے سیراب ہوتی رہی۔ آج مسلمانوں کی آپسی چقلپش کی وجہ سے یہ آب رواں رُک گیا ہے اور یہ ایک ٹھہرے ہوئے پانی کی شکل اختیار کر گیا ہے اور یہ مسلمانوں کی نااہلی کے سبب سے مسلسل گدلاتا چلا جارہا ہے جب تک اس گدلائے ہوئے پانی میں نیا پانی داخل نہ کیا جائے اور اس کو پھر سے آب رواں نہ بنا دیا جائے

اس پانی کو پاک وصاف شفاف کہنا بے حد مشکل ہے ساری انسانیت پیاسی ہے اور یہ پیاس صرف اسی چشمہ صافی سے ہی بجھ سکتی ہے۔ ساری دنیائے انسانیت کو اس پانی سے سیراب کرنا مسلمانوں کا فرض اولین ہے جس کو مسلمانوں نے بھلا دیا ہے تفرقہ بازی کو ہوا دینا ہی محبوب مشغلہ بن گیا ہے کہیں یہ کسی سازشی ٹولے کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں کہیں یہ خود نادانستہ طور پر اس میں ملوث ہیں اور کہیں اسی کو مقدر سمجھ لیا گیا ہے۔

دن بھر کی پانچ نمازیں پڑھ لینے کے بعد رات کی آخری نماز ہے۔ جسے وتر کہتے ہیں یہ دن کے اختتام پر اللہ کی خوشنودی اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کیلئے عاجزی وانکساری کے ساتھ ادا کی جاتی ہے سونے سے پہلے شائد یہ مومن کی آخری نماز ہو۔ وتر کی یہ نماز عشاء کے بعد سونے سے پہلے یا پھر سو کر اٹھنے کے بعد تہجد کے بعد یا نماز فجر سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ وتر کی نماز کا ایک رکعت، ایک قعدہ یا دو قعدوں کے ساتھ بھی پڑھی جاسکتی ہے وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد قنوت کی کوئی سی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے۔

قنوت:۔ قنوت کی اصل روح جل شانہ کیلئے تواضع وتذلل ہے۔ یہ چیز اللہ تعالےٰ کی بے پایا نعمتوں کے شعور اور اس کی بے نہایت عظمتوں کے احساس کا قدرتی ثمرہ ہے یہ نعمت کو شکر کا اور مصیبت کو صبر کا ذریعہ بتاتی ہے اور ہر حالت میں بندہ کو اللہ تعالےٰ ہی کی طرف متوجہ رکھتی ہے۔ اصلاً تو یہ عقل ودل کی فروتنی اور انکساری ہے لیکن جس طرح قلب کی ہر حالت کا عکس انسان کے ظاہر پر بھی نمایاں ہوتا ہے یہ اس غرور اور گھمنڈ کی ضد ہے جو نعمتوں کو اپنے استحقاق ذاتی کا ثمرہ سمجھنے کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس تلون اور بے صبرے پن کے بھی منافی ہے جو صبر وصدق کے فقدان سے پیدا ہوتا ہے۔ توکل، قناعت، صبر وشکر نرم وگرم حالات میں حق پر جزم واستقامت ہے۔ غربت بیماری مصیبت، جنگ غرض ہر قسم کے بھی حالات سے آدمی کو دوچار ہونا پڑے عزم وہمت کے ساتھ ان کو برداشت کرے، ان کا مقابلہ کرنے ان سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرے اور اپنے امکان کے حد تک موقف حق پر جما رہے۔ دل کو مایوسی اور گھبراہٹ سے، زبان کو شکوہ تقدیر سے اور اپنی گردن کو کسی باطل کے آگے جھکنے سے بچائے۔ دین کا بڑا حصہ اسی صبر وتوکل پر قائم ہے۔ اگر آدمی کے اندر یہ وصف نہ ہو تو کوئی طمع کوئی ترغیب، کوئی آزمائش بھی اس کو حق سے ہٹا کر باطل کے آگے سرنگوں کر دے سکتی ہے۔ جو شخص بھی سچائی کے راستے پر چلنا چاہے اور اس پر چل کر استوار رہنے کا آرزومند ہو اسے سب سے پہلے اپنے اندر صبر وتوکل کی

صفت پیدا کرنی چاہیئے مزاحمتوں کے مقابلے کیلئے (اور اس راہ پر میں ہر قدم پر مزاحمتوں سے مقابلہ ہے) اصلی ہتھیار بندے کے پاس یہی ہے۔ دینی نقطہ نظر سے دین نصف توکل وشکر ہے اور نصف صبر لیکن عملی تجربہ گواہشکہ آدمی میں صبر نہ ہو تو توکل وشکر کا حق بھی ادا نہیں ہوسکتا۔ اور صدق کسی شیئے کا بالکل مطابق واقعہ ہونا ہے۔ اس کی روح پختگی اور ٹھوس پن ہے نیزے کی گرہیں دیکھنے میں جیسی مظبوط ظاہر ہو رہی ہیں آزمائش سے بھی ویسی ہی مظبوط ثابت ہوں تو ایسے نیزے کو عربی میں ''صادق الکعوب'' کہیں گے۔ زبان دل سے ہم آہنگ ہو، عمل وقول میں مطابقت ہو، ظاہر وباطن ہم آہنگ ہوں، عقیدہ وفعل دونوں ہم عناں ہوں، یہ باتیں صدق کے مظاہر میں سے ہیں اور انسانی زندگی کا سارا ظاہر وباطن انہی سے روشن ہے۔ یہ نہ ہو تو انسان کی ساری معنویت ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہی چیز ہے جو انسان کو وہ پرپرواز عطا کرتی ہے۔ جس سے وہ روحانی بلندیوں پر چڑھتا ہے اور اس سے صبر وشکر توکل کو بھی سہارا ملتا ہے۔

دعائے قنوت کی دو مشہور دعاوں میں سے کوئی بھی پڑھی جاسکتی ہے اس میں سے ایک جس میں صبر وشکر، توکل، صدق، سعی جدوجہد ہر چیز سموئی ہوئی ہے۔

دعائے قنوت

اللھمہ انا نستعینک ونستغفرک ۔ اے اللہ! ہر طرح کی مدد استعانت، دستگری وغیرہ ہر چیز کے تجھ سے طالب ہیں اور یہ ہم اقرار کرتے ہیں اور پوری طرح سے اس پر عمل بھی کرتے ہیں ہمیں تو اسکی توفیق وہدایت دے۔ اور اگر بھول چوک سے ہم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ واستغفار کرتے ہیں تو ہماری توبہ قبول کر دوبارہ اس گناہ کے ہم مرتکب نہ ہوں اس کا اقرار کرتے ہین تو ہمیں گناہ صغیرہ وکبیرہ سے محفوظ رکھ شرک جلی وخفی کا شائبہ نہ ہو اس معاملہ میں تو ہماری رہنمائی کر اور ہدایت دے کہ ہم صراط مستقیم پر چلیں۔

ونومن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولانکفرک اور اے اللہ! تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں تجھ پر توکل کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے ہیں۔ اے اللہ تجھ پر ایمان رکھتے ہیں تجھے ہی عالم الغیب اور تیرے سوا کسی کی بھی بندگی نہیں کرتے اور تجھ پر بھروسہ، توکل کرتے ہیں۔ تو جس حال میں بھی

رکھے صابر، شاکراور قناعت کرتے ہیں۔ اپنے سے کم غربا پر نظر رکھتے ہیں جنہیں کھانا میسر نہیں دیگر ضروریات کا سامان میسر نہیں انہیں دیکھ کر ہم ہر گھڑی ہر لمحہ جتنا کچھ کھانے پینے اور پہننے کو ملتا ہے اسی پر قناعت کرتے ہیں اور تیرا لاکھ لاکھ شکر بجالاتے ہیں اپنے سے اوپر مالداروں پر ہماری نظر نہیں ہوگی جنہیں تونے اپنی تمام نعمتوں سے نوازا ہے اگر وہ ان کے حقدار ہیں یا حقدار نہیں ہیں اس معاملہ میں ہم حسد نہیں کرینگے تو اگر ہمیں دو وقت روٹی دے رہا ہے کسی کو ایک ہی روٹی مل رہی ہے تو تیرا احسان مانتے ہوئے توکل کرینگے اگر ہم کو ایک روٹی ہی مل رہی ہے تو ان بھوکوں پر نظر کرتے ہوئے تیرے ایک ہی روٹی عنایت کرنے پر تیرے شکر گذار رہینگے۔ روزی روٹی کیلئے ہم حتی المقدور تدابیر اختیار کرتے ہوئے مقدرات پر تیری ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے قناعت ۔صبر،توکل، اور شکرادا کرتے ہیں ہر حال میں تیری ناشکری نہیں کرینگے تجھے ہی روزی رساں اولاد دینے والا حاجت روا سمجھیں گے۔ یہ تمام الفاظ صرف زبانی نہیں عملی طور پر بھی ہر ہر قدم پر تجھ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہیں ہمیں اپنے اس اقرار پر عمل کرنے کی توفیق اور ہدایت عطا فرما ہمیں آزمائشوں میں نہ ڈال ہمیں برداشت کی طاقت عطا کر صبر توکل اور شکرادا کرنے کی استطاعت اور ہمت عطا کر مجھے تیر شکر گذار بندوں میں شمار کرنا شکرے لوگوں میں شمارمت کر ہر وقت تیرے فضل وکرم کا محتاج ہوں مجھ میں صبر وضبط تحمل و بردباری کا جذبہ عطا کر مجھے نیکوکار، صالحین بندوں میں شامل کر۔

ونخلع ونترک من یفجرک اور ہم اس سے الگ اور علحیدہ ہوتے ہیں جو تیری نافرمانی کرے۔

جولوگ مشرک ہیں اور جولوگ کلمہ طیبہ کے دعویدار ہیں اور دانستہ یا نادانستہ علماء سوء کی بہلادے میں آکر شرک وبدعات میں مبتلا ہیں ہم ان سے اے رب کریم اظہار بے زاری اختیار کرتے ہیں اور ایسا کرکے ہم تیرے فرمانبردار بندے ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں تیری نافرمانی نہیں کرتے تیری حکم عدولی نہیں کرتے تیرا تقوی اختیار کرکے تجھ ہی سے خوف کرینگے۔ جن جن لوگوں نے بھی توحید میں شرک سنت میں بدعات داخل کرکے اپنے میں مگن اور خوش ہیں اور یہ یقین رکھے ہوئے ہیں کہ وہ توحید، رسالت اور آخرت کے عقیدے ہی پر عمل پیرا ہیں اُن لوگوں کو حقائق سے واقف کرانے کی حتی المقدور کوشش کرینگے اور تیرے حکم کے مطابق امر بالمعروف اور نھی عن المنکر فرائض ادا کرنے میں کوتاہی، کمزوری اور لاپرواہی ہر گز نہیں کرینگے ہم حسب استعداد طاقت اُسے بزور روکیں گے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو زبان سے کہدینگے یہ بھی ناممکن ہو

تو اپنے ایمان کے آخری درجہ میں رہتے ہوئے اپنے دل میں اسے بُرا خیال کرینگے کیونکہ تیرے حبیب پاکؐ ہی نے ہمیں یہ تاکید اور ہدایت فرمائی ہے۔

توحید میں شرک کی اُسوۂ رسولؐ اور تعامل صحابہؓ میں بدعات کی جنہوں نے آمیزش کی ہے اُن سے ہم تیری خوشنودی اور تیری رضا جوئی کیلئے علحیدگی اختیار کرتے ہیں خلفائے راشدین جمیع صحابہ کرامؓ کے طریقوں کو رسول مکرمؐ کے ارشاد کے مطابق اپنے لیے لازم سمجھ کر دانتوں سے مظبوطی سے تھام لینے کے مفہوم میں آئمہ مجتہدین کی تشریحات پر اعتماد کرتے ہوئے دین کے معاملہ میں بدعات سے نفرت کرتے ہوئے اپنا ہر عمل اے اللہ تیرے حکم کے مطابق انجام دینگے اس میں ذرہ برابر بھی روگردانی نہیں کرینگے تیرے مطیع وفرمانبردار بندے ہونے کا بھرپور اقرار کرتے ہیں۔

الھمہ ایاک نعبدو نصلی ونسجدو اِلیک :الٰہی تیرے ہی لیے ہماری عبادت ہے اور تیرے ہی لیئے نماز وسجدہ۔

اے اللہ ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عبادت کا مفہوم ہم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے تیرا ہر حکم، ماننا یہ عبادت ہے تیرے حکم کے خلاف عمل کرنا جہالت اور گمراہی ہے۔ وہ عبادت نہیں کہلائیگی۔ میری نماز میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا میری ہر نیاز اور تہوار سب کچھ تیری عبادت میں شمار ہوتے ہیں تیری رضا تیری خوشنودی کیلئے ہی خاص کرتے ہیں۔ ڈر اور خوف بھی صرف تجھ سے ہی کرتے ہیں بندوں کو خوش کرنے کیلئے کسی بدعت میں گرفتار ہوکر تجھے ناراض کرنا اے اللہ اس لعنت سے ہمیں محفوظ رکھ۔ ہر چیز کا سایہ زمین پر بچھا رہتا ہے گویا وہ خدا کے آگے سجدے میں ہے۔ زمین اور آسمان میں جتنے جاندار ہیں سب خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں اسلیئے کہ سب کی جبلت خدا پرستی ہے۔

صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہیکہ بندہ سب سے زیادہ اپنے رب سے اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے۔

نماز میں سجدہ تو تیرے لیئے ہے ہی نماز کے باہر بھی ہر لمحہ ہر گھڑی کوئی سجدہ تیرے علاوہ کسی کا بھی نہیں کرتے یہ پیشانی تیرے سواء کسی کے سامنے بھی نہیں جھکے گی۔ سجدہ جو عبادت عظیم ہے اور یہ عبادت کا

آخری مرحلہ ہے۔ اے اللہ تو نے سجدے کی اہمیت اور اسے ظلم عظیم اور شرک سے تعبیر فرمایا ہے اس کی سخت تاکید کی ہے کہ غیر اللہ کیلئے سجدہ حرام ہے شیطان کے بہکاوے علماء سوء کے بہلاوے میں آکر اے اللہ تیرے علاوہ کسی کا بھی سجدہ نہیں کرینگے چاہے وہ تعظیمی سجدہ کا ڈھوکہ دیکر جُبّہ دستار والے ہمیں گمراہ کرنے کیلئے اپنا سارا زور ہی کیوں نہ صرف کرلیں ہمیں ہر طرح کے شرک سے محفوظ رکھیو۔

والیک نسعٰی ونحفدو :۔ اور تیری ہی طرف ہماری دوڑ ہے اور ہماری سعی اور کوشش ہے ہماری جدوجہد

ہماری ہر طرح کی دوڑ دھوپ ہر طرح کی کوشش صرف تجھے راضی کرنے کیلئے ہے تیرے دین حنیف کو پھیلانے اس کو عام کرنے کا بیڑہ اٹھاتے ہیں ہماری کوشش اور ہماری جدوجہد لگن، تڑپ تیری خوشنودی اور فرمانبرداری پر منحصر ہے اس سے تیرا کوئی فائدہ یا نقصان نہیں اس سے فائدہ تو تیری اشرف المخلوق ہم بندوں کا ہی ہے اسی لیئے تو نے انبیاء کو مبعوث فرمایا اب یہ ذمہ داری خاتم الانبیاء محمدؐ کی امت مسلمہ پر جو تو نے عائد کی ہے، ہم اس ذمہ داری کا فرض نبھانے کیلئے اسلام کے امن وشانتی کے اس پیغام کو پھیلانے اسے وسعت دینے میں ہم ہر قربانی، وقت، سرمایہ لگا کر صبر وتحمل حکمت اور مصلحت بردباری اور حلیمی کے جذبہ کے ساتھ ہر مصیبت اور تکلیف کو برداشت کرنے کا اقرار اور پختہ عہد کرتے ہیں۔ اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرینگے ہمیں ہدایت دے ہمارے کام کو آسان فرما اور ہمارے ذریعہ سے انسانیت فلاح پائے ہدایت اور توفیق سے نواز۔ دنیا وآخرت میں ہم تمام انسانوں کو کامیابی وکامرانی عطا فرما۔

ونرجو رحمتک ونخشٰے عذابک ان عذابک بالکفار ملحق. اور ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ تیرا عذاب کافروں کو انکار کرنے والوں کو ملنے والا ہے۔ ہم اس اقرار کے بعد کہ تیرے دین حنیف کو پھیلانے میں اپنی حتی المقدور کوشش اور جدوجہد کی ہے اور کرتے رہینگے اس کے بعد تیری خدمت میں حاضر ہو کر تیری رحمت کے طلبگار رہینگے۔

اللہ تعالےٰ نے ہر امت میں حق کی تبلیغ اور اتمام حجت کیلئے اپنے رسول بھیجے۔ وہ ان سے قیامت کے دن گواہی دلوادے گا کہ انہوں نے اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچا دیا۔ یہی حیثیت نبی کریمؐ کی اس امت کے لوگوں کیلئے ہے اسی مقصد کیلئے اللہ تعالےٰ نے آپؐ پر یہ قرآن اتاری ہے۔ کوئی شخص قیامت کے دن جس کا آنا

برحق ہے اس بنیاد پر کہ دوسرے نے اس کو گمراہ کیا اپنی ذمہ داری سے کلیتاً بری نہیں ہو جائیگا بلکہ اسے بھی اپنی گمراہی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اس کی وجہ یہ ہیکہ جو شخص عقل وفہم سے بہرہ مند اور مکلّف کے حکم میں داخل ہے اس کیلئے یہ عذر کافی نہیں ہیکہ دوسرے نے اسے گمراہ کیا اس وجہ سے وہ گمراہ ہو گیا۔ ایک طرف رسول اللہ کی دعوت جو علم یقین پر مبنی ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس پر اترا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ نے ہدایت پائی اور آل محمدؐ میں شمار کیے گئے۔ دوسری طرف بغیر کسی علم ہی کے لوگوں نے پیش کرنا شروع کیا ہے ان کو ضلالت کے کھڈ میں گرا رہے ہیں۔ جو لوگ علم یقین پر مبنی رسول اللہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں وہ تو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور جو لوگوں کے پیش کردہ، گمراہ عالموں، لیڈروں کے جال میں پھنس کر بگڑے تو وہ تیرے عذاب کے مستحق ہیں۔

رسول اللہ کی اتمام حجت کے بعد کسی عذر معذرت کا موقع باقی نہیں رہتا۔ اے اللہ رب ذوالجلال دن کے اختتام کی یہ آخری نماز جو میری آخری نماز بھی ہو سکتی ہے اگر تو نے مجھے حیات دی مہلت دی تو دوبارہ صبح سے شام تک تیری کبریائی توحید اور رسالت وآخرت کے عقیدے پر میرا جینا اور مرنا ہوگا باطل عقائد سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے نیک توفیق اور ہدایت دے مجھے مشرکین میں شمار نہ کر تیری رحمتوں سے مجھے نواز اصلی رحمت آخرت ہے اور تیرا عذاب تو ان مشرکوں کیلئے ہے جو دعوت قبول کر کے بھی شرک میں مبتلا ہیں اور جن تک دعوت نہیں پہنچی ان تک دعوت کے پہنچانے کے ہم توحید کے متوالے حتی الامکان کوششوں اور کاوشوں مین مصروف عمل رہینگے۔ نمازوں کو ضائع کرنے سے مراد ترک نماز بھی ہے، نماز جماعت کے اہتمام سے غفلت بھی اس میں یہ مفہوم بھی ہیکہ نماز کی روح سے ناواقف رہنا اس کے حقیقی فائدوں کو ضائع کرنا اور ادائے نماز کے باوجود خوف خدا سے خالی رہنا ہے۔ یہ نمازیں اسی لیئے فرض کیگئی ہیں کہ انسان کے نفس کو خدا کی طرف متوجہ کرنے اور احکام خداوندی کی اطاعت کا خوگر بنانے کیلئے اس سے بہتر کوئی عملی طریقہ نہیں ہو سکتا۔ نمازوں میں اثر کیوں نہیں؟ قرون اولیٰ میں اسی نماز سے عرب وعجم کے لاکھوں کروڑوں انسانوں کی روحانی واخلاقی تربیت کی تھی اور ان کے اخلاق وسیرت اور کردار پر وہی اثر ڈالا تھا جو اسلام کا مقصود تھا وہ نماز کی روح سے واقف تھے۔

جہاں تک نماز کی ظاہری صورت کا تعلق ہے وہ تو اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہیکہ اوقات مقررہ پر چند

جسمانی حرکت کا اعادہ اور چند الفاظ کی تکرار مگر جو چیز ان حرکات کو نفس روح کا ایک بہترین ذریعہ بناتی ہے وہ ایمان ہے۔ ایمان ہی رکوع وسجود اور قیام وقعود کی نماز بناتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایمان رکھتا ہو، خدا کو اپنا خدا معبود سمجھتا ہو، آخرت کی زندگی پر عقیدہ رکھتا ہو، محمدؐ کو خدا کا آخری رسولؐ مانتا ہو، اور ان کی لائی ہوئی تعلیم کو خدا کی تعلیم سمجھتا ہو تو ممکن ہیکہ وہ دن میں پانچ مرتبہ نماز کا سبق تازہ کرے اور پھر بھی اس کی لوح دل اس سبق کے اثر سے یکسر خالی رہے اور اس کی روزمرہ زندگی میں خوف خدا اور اطاعت احکام الٰہی کا کوئی نشان ظاہر نہ ہو تو گویا اس نے کوئی تربیت پائی ہی نہیں۔ جو شخص نماز کو فحشاءٔ ومنکر کے ساتھ جمع کرتا ہے یعنی نماز پڑھتے ہوئے برائیوں سے رکتا نہیں اس کی نماز نماز نہیں ایک عادی حرکت ہے۔ پڑوسیوں کا حق، رشتہ داروں کا حق عام مسلمانوں کا حق ادا نہیں کرتا اس کی نماز بے کار ہے یعنی اللہ تعالےٰ کو اس کی نماز کی حاجت نہیں، نماز ایک کسوٹی ہے اس کے اخلاق کی رشوت لیتا ہے، غیبت چغل خوری الزام تراشی بہتان کا بھی ارتکاب کرتا ہے۔ صحیح العقیدہ مسلمان کو بات بات پر کافر کہتا ہے۔ مسجدوں کو جھگڑے کے اکھاڑے بناتا ہے مسجدوں کا وہ احترام کرنے والا نہیں کہلائیگا اور اس کی نماز ہی قبول نہیں ہوئی۔ مساجد کا احترام یہ ہیکہ مساجد کو شرک وبدعات سے پاک وصاف رکھیں بدعات اختیار کرنے اور کرانے والا اللہ کے گھر کی بے حرمتی کرنے والا۔ مسلم بھائیوں کو دکھ دینے والا اپنے عزیز واقارب کی حق تلفی کرنے والا، سود خور چاہے کتنی ہی نمازیں پڑھ لیں جب تک وہ ایک باکردار با اخلاق مسلمان نہ بن جائے اس کی نمازیں بے سود ہیں۔ ہماری قوم میں مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو اخلاقی حیثیت سے وہی عنصر زیادہ بہتر پایا جائیگا جو نماز روزہ کا پابند ہے مگر اصل معاملہ یہ ہیکہ دیکھنے والوں کی نگاہوں میں خدا فراموش لوگوں کی بہ نسبت عبادت گزاروں کی برائیاں زیادہ کھٹکتی ہیں ایک تارک صوم صلوۃ کی بدسیرتی وبدمعاملگی اتنی زیادہ بری معلوم نہیں ہوتی جتنی ایک پابند روزہ نماز کی بدمعاملگی وبدسیرتی۔

ہمارے درمیان اکثریت ایسے نمازیوں اور عبادت گزاروں کی ہے جو ان عبادات سے اصلاح نفس کے وہ پورے فوائد حاصل نہیں کررہی ہے جو دراصل ان سے حاصل ہوسکتے ہیں یہ بلاوجہ بلاسبب بھی نہیں وہ اسلیئے ایمان جو ان عبادات کی روح وجان اور ان کی تاثیر کا اصل موجب تھا، دلوں میں ضعف ہوگیا ہے پھر ضعیف ایمان کا ایک سبب یہ بھی ہیکہ قرآن کی تعلیم سے ناواقف ہونا خدا نے ایمان کی دعوت دینے کیلیئے جس چیز کو ذریعہ بنایا تھا وہ تو یہی قرآن تھا مگر عام مسلمان اس کے تدبر سے محروم اور اس کی تعلیم سے ناواقف ہیں۔

اب دلوں میں ایمان کی نشو نما ہو تو کس طرح؟

جب روح نہ ہو بلالی ہر سجدہ خالی خالی　　　بے روح کی ورزشوں پہ دار ومدار کیا ہے

بخاری شریف کی روایت جس میں نماز کی مختصر تشریح ہے۔.

ہم سے اسحاق بن منصور نے ذکر کیا ہم کو عبداللہ بن نمیر نے خبر دی کہا ہم سے عبداللہ عمری نے انہوں نے سعید بن ابی سعید سے انہوں نے ابو ہریرہؓ سے انہوں نے کہا ایک شخص مسجد میں آیا اور آنحضرتؐ مسجد کے کونے میں بیٹھے تھے اس نے نماز پڑھی پھر آکر آنحضرتؐ کو سلام کیا آپؐ نے وعلیکم السلام کہا۔ اور فرمایا جا پھر سے نماز پڑھ لے تو نے نماز نہیں پڑھی وہ پھر گیا دوبارہ نماز پڑھی پھر آکر آپ کو سلام کیا آپؐ نے فرمایا وعلیکم السلام۔ جا پھر نماز پڑھ لے تو نے نماز نہیں پڑھی وہ پھر گیا اور سہ بارہ نماز پڑھی پھر آکر آپ کو سلام کیا آپؐ نے فرمایا وعلیکم السلام جا پھر نماز پڑھ لے تو نے نماز نہیں پڑھی اس نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ مجھ کو نماز پڑھنا سکھلائے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب تو نماز کیلیئے کھڑا ہو تو پہلے اچھا وضو کر لے پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہہ پھر جو قران آسانی سے پڑھ سکے وہ پڑھ۔ پھر اطمنان کے ساتھ رکوع کر پھر سر اٹھا سیدھا کھڑا ہو (رفع یدین کا ذکر نہیں ہے) پھر اطمنان سے سجدہ کر۔ پھر سر اٹھا اطمنان سے بیٹھ (دو سجدوں کے درمیان جلسہ) پھر دوسرا سجدہ اطمنان سے کر پھر سر اٹھا یہاں تک کے سیدھا کھڑا ہو جا (اس میں جلسۂ استراحت کا ذکر نہیں ہے)

ملت اسلامیہ کے اتحاد کیلیئے اکابر اہل سنت والجماعت کے فتاوے

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ''حجتہ اللہ البالغہ'' فرماتے ہیں۔ ان باتوں میں سے ایک یہ ہیکہ مذاہب اربعہ جو لکھی ہوئی مدون صورت میں موجود ہیں، پوری امت یا کم از کم امت کے قابل لحاظ طبقہ نے آج تک ان کی تقلید اور تشریحات کے جائز ہونے پر اتفاق کیا ہے، ان میں جو مصلحتیں ہیں بالخصوص موجودہ حالات میں جب ہمتیں کوتاہ ہیں ہوئی پرستی کا دور ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر نازاں ہے۔ وہ مخفی نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ ''مہناج السنتہ'' فرماتے ہیں رافضی کہتے ہیں کہ تمام مقلدین قیاس کے قائل ہیں اور رائے کو لیتے ہیں، انہوں نے اللہ تعالےٰ کے دین میں وہ کچھ داخل کردیا جو دین میں نہیں۔ انہوں نے شریعت کے احکام بدل ڈالے اور چار مذاہب بنا لیئے جو آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے زمانے میں نہیں تھے، حضرات

صحابہ کرامؓ کے اقوال ان مقلدین نے ترک کردیے حالانکہ حضرات صحابہؓ نے ترک قیاس کی تصریح کی ہے اور یہ کہا ہیکہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا تھا وہ ابلیس تھا۔

پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے ان سوالات اور ائمہ اربعہ کی تقلید کے سلسلے میں شیعوں کے اعتراضات کا مفصل اور تشفی بخش جواب دیا ہے۔

الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ عقیدہ سلفیہ ودعوت اصلاح وثناء العلماء علیہ میں فرماتے ہیں۔

نیز ہم فروعی مسائل میں امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کے پابند ہیں اور ہم ان لوگوں پر جو صرف ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں اوروں کی نہیں کرتے کوئی انکار نہیں کرتے اسلیئے کہ یہ دوسرے مذاہب منضبط نہیں ہیں جیسا کے رافضوں، زیدیہ اور امامیہ وغیرہم کے مذاہب، ہم ان کو ان مذاہب فاسدہ کی کسی چیز پر برقرار نہیں رہنے دینگے بلکہ ہم ان کو مجبور کرینگے کہ وہ حضرات ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کریں، ہم مرتبہ اجتہاد کے مستحق نہیں ہیں اور نہ ہم سے کوئی اس کا مدعی ہے مگر یہ کہ بعض مسائل میں جب ہمارے سامنے کتاب وسنت کی کوئی واضح نص آجائے جو منسوخ اور مخصوص نہ ہو اور اس کا اس سے قوی تر نص سے معارضہ بھی نہ ہو اور حضرات آئمہ اربعہ میں سے کسی نے قبول بھی کیا ہو تو ہم اس کو لے لیتے ہیں اور اپنے مذہب کو ترک کرتے ہیں۔

فرقہ بندی سے شیرازہ پریشان نہ کرو　　خدارا اس ملت اسلامیہ پر احسان کرو
سہل ہے تم پر مسلمان کو کافر کہنا　　ہمت ہے تو کسی کافر کو مسلمان کرو

عالم اسلام میں اہل سنت والجماعت دو طرح کے ہیں ایک مقلد اور دوسرا مجتہد، مقلد تو ہر مسلمان ہے، مجتہد کوئی عالم اور غیر عالم اس پُر آشوب دور میں ان کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

مجتہد کو کسی کی تقلید کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ خود براست کتاب وسنت سے دین میں تفقہ سے کام لیکر مسائل اخذ کرنے کی استعداد رکھتا ہے مگر جو استعداد اجتہاد نہیں رکھتا وہ کسی نہ کسی مجتہد کی تشریحات کو مان لینے اور اس پر عمل کرنے کیلئے مجبور ہے، کسی کی بھی تشریح کو مان لینا ہی اُس شارح کی تقلید کہلاتی ہے۔ آئمہ اربعہ کی تشریحات کو مان لینے والا ان کا مقلد ہوا۔ ان چار کے علاوہ اگر کوئی چالیس لوگوں کی تشریحات کو قبول

کرتا ہے اور مان لیتا ہے تو چالیس لوگوں کی تقلید کرنا کہلائیگا صرف آئمہ اربعہ کی تقلید ہی تقلید نہیں کہلاتی، آئمہ رجال اور جرح وتعدیل کے ماہرین کے اقوال پر بھروسہ کرنا بھی ان کی تقلید ہی کہلاتی ہے آئمہ اربعہ کو غیر معتبر کہنا اور دیگر حضرات ہی کو قابل بھروسہ سمجھنا یہ بات کچھ جچتی نہیں۔

اس دور میں ضرور چودھری غلام احمد پرویز کو غیر مقلد کہنا صحیح معلوم ہوتا ہے جنہوں نے تیرہ سو سالہ سابق علماء کرام، محدثین، شارحین اور مفسرین تمام کو غیر معتبر اور عجمی کہہ کر اپنی اختراع کردہ خام خیالیوں سے بے دینوں کے امام بنے اور ان پرویزی مقلدین کی تعداد بھی برصغیر ہندوپاک میں کافی بڑھتی چلی جارہی ہے اور ملی اتحاد میں دراڑ پیدا کرنے، انتشار اور افتراق کو بڑھاوا دینے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

ہر شخص جو اتحاد، اتحاد کا راگ الاپ رہا ہے اسی اتحاد اتحاد کی گونج سے غیر مسلم متحد اور متفق ہو رہے ہیں۔ اور وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑ دینے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں مسلمان ان کو کیا دین کی دعوت دے گا خود ہی لڑ جھگڑ رہا ہے۔ یہ اُمت مسلمہ خود انتشار پھیلانے والوں کے ممد ومعاون اور آلہ کار بنتے چلی جارہی ہے۔

رابطہ اسلامی کی ''مجلس المجمع الفقہی الاسلامی'' کا دسواں اجلاس مکہ مکرمہ ۱۷/۱ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو ''اُمت کے فقہی مسالک کے درمیان اختلاف کی حیثیت'' کے عنوان پر منظور کی ہے۔ اس میں مسلم ممالک میں موجود فکر وفقہی مسالک میں عقیدے کے اختلاف کی دو قسمیں ہیں، اول اعتقادی دوم فقہی اختلاف، پس جہاں تک اعتقادی اختلاف کا معاملہ ہے جو حقیقت میں مسلم ممالک میں ایک بلا اور مصیبت ہے جس نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیا ہے اور ان کی وحدت کو تفریق سے بدل دیا ہے یہ انتہائی افسوس ناک حالت ہے، جس کو ختم کرنا اور اُمت کو اُسوۂ رسولؐ اور تعامل صحابہؓ کے مسلک پر جمع کرنا لازمی اور ضروری ہے۔

مشہور عالم دین عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ نے اپنے مقالات وفتاوٰی اُردو ترجمہ محمد خالد سیف، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد مئی ۱۹۹۸ء صفحہ نمبر ۲۳۲ فاتحہ خلف امام کے تعلق سے لکھتے ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں، حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کی ہیکہ وہ اس وقت آئے جب نبی کریمؐ حالت رکوع میں تھے انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی نماز شروع کرلیا اور اسی طرح حالت رکوع میں صف میں شامل ہوئے تو نبی

کریمؐ نے فرمایا۔ اللہ تمھارے شوق میں اضافہ فرمائے دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ یعنی دوبارہ صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع نہ کرنا بلکہ مسجد میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ وہ صف کے ساتھ مل کر رکوع کرے آپؐ نے ابوبکرہؓ کو اس رکعت کے دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ رکعت ہوگئی ایسے نمازی کے حق میں فاتحہ ساقط ہو جائیگی کیونکہ اس کا محل باقی نہ رہا۔ جو علماء مقتدی کیلئے سورہ فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس حدیث کی صحیح توجیہ یہی ہے۔

صفحہ نمبر ۲۸۱ تراویح کی بیس رکعات کے تعلق سے لکھتے ہیں۔ وہ اُمور جن کا حکم بعض لوگوں نے مخفی رکھا ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ھیکہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں یہ جائز نہیں کہ نماز تراویح کی بیس سے کم پڑھی جائیں۔ جب کے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جائز نہیں کہ نماز تراویح کی گیارہ یا تیرہ سے زیادہ رکعات پڑھی جائیں۔ یہ دونوں باتیں ہی درست نہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ موقف غلط اور دلائل کے مخالف ہے۔ کیونکہ رسول اللہؐ کی صحیح احادیث سے یہ ثابت ھیکہ رات کی نماز میں بڑی وسعت ہے اس میں کوئی حد بندی نہیں ھیکہ اس کے خلاف ورزی جائز ہی نہ ہو، چنانچہ رسول اللہؐ سے یہ ثابت ھیکہ آپؐ رات کی نماز گیارہ رکعتیں اور کبھی تیرہ اور کبھی رمضان وغیر رمضان میں آپؐ نے اس سے کم بھی پڑھی ہیں۔ اور جب آپؐ سے رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب کسی کو یہ ڈر ہو صبح ہونے والی ہے تو، وہ ایک رکعت پڑھ لے اس سے اس کی ساری پڑھی ہوئی نماز وتر ہو جائیگی (متفق علیہ) نبی کریمؐ نے رمضان غیر رمضان میں رات کی نماز کی رکعات کو معین نہیں فرمایا یہی وجہ ھیکہ صحابہ کرامؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں کبھی تئیس (۲۳) اور کبھی گیارہ (۱۱) رکعات پڑھیں اور یہ سب کچھ حضرت عمرؓ اور آپ کے عہد میں حضرات صحابہ کرامؓ کے عمل سے ثابت ہے۔ بعض سلف کا رمضان میں معمول یہ تھا کہ وہ چھتیس (۳۶) رکعتیں پڑھتے اور پھر تین (۳) رکعت وتر پڑھتے اور بعض سے اکتالیس (۴۱) رکعتیں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور بعض دیگر اہل علم نے ذکر فرمایا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ۔ اس مسئلہ میں بہت گنجائش ہے۔ نیز اُنہوں نے یہ بھی فرمایا کہ افضل یہ ھیکہ جو شخص لمبی قراءت کرلے اور لمبے رکوع اور سجدے کرلے تو وہ رکعات کی تعداد کم کرے اور جس شخص کی قرائت اور رکوع و سجود چھوٹے ہوں، وہ رکعات کی تعداد میں اضافہ کرے۔

مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کے تعلق سے صفحہ نمبر (۴۴۶) پر لکھتے ہیں۔ اُمت مسلمہ کو اختلافات اور گروہ بندی اور فرقہ بازی سے بچانے کیلئے یہ ضروری ھیکہ اُمت کے تمام لوگوں کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی توحید اختیار کرنے، اس کی شریعت کو مظبوطی سے تھامنے اور خلاف شریعت کے ترک کر دینے کی دعوت دی جائے۔ یہ وہ نکتہ ہے جو اُمت کو حق پر جمع کر دے گا۔ اختلافات اور اپنے مذہب کے لئے تعصب کو ختم کر دے گا۔ مسلمانوں کو دعوت دینے سے مقصود یہ ھیکہ ان سے کہا جائے کہ وہ دین پر قائم رہیں۔ شریعت کی حفاظت کریں اور نیکی و حقوق کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں، اس سے ان کی صفوں میں اتحاد پیدا ہو جائیگا۔ ان کا شیرازہ متحد ہو جائیگا۔ اور یہ اپنے دشمنوں کے خلاف ایک جسم، ایک عمارت اور ایک لشکر کی طرح ہو جائینگے اور اگر ہر ایک شخص اپنے مکتب فکر اور اپنے امام کیلئے تعصب سے کام لے گا خواہ اس سے سلف اُمت کی مخالفت ہی کیوں نہ لازم آتی ہو تو یہ راہ انتشار اور خلفشار کی طرف لے جاتی ہے۔ علمائے اسلام، مبلغین اسلام اور حکام اسلام پر ضروری ھیکہ کائنات کے لوگوں کو دعوت دینے کیلئے حق پر متحد و متفق ہو جائیں اور اسے مظبوطی سے تھام کر استقامت کا مظاہرہ کریں۔ صرف اور صرف یہی راستہ ہے جسے اختیار کر کے مسلمانوں کو یکجا کیا جا سکتا ہے ان کی صفوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کیا جا سکتا ہے اور انہیں ان کے دشمنوں پر فتح و نصرت سے ہمکنار کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی تشخص، اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اخلاق و کردار کے تحفظ کیلئے از حد ضروری ھیکہ غیر مسلموں کو خیر و ہدایت کی دعوت دی جائے رسول اللہ جس ہدایت و دین حق لیکر دنیا میں تشریف لائے، اس کی اس اسلوب و انداز میں تشریح کی جائے جس کو غیر مسلم سمجھ سکیں نیز ان کے سامنے اسلام کے محاسن کو بھی بیان کیا جائے شاید اس طرح وہ دائرہ اسلام میں آجائیں، ممکن ھیکہ وہ اس طرح شرک، جہالت اور ظلم کی تاریکیوں سے نکل کر توحید، ایمان اور عدل اسلام کے نور کی طرف آجائیں۔ اُنہیں یہ بتایا جائے کہ اسلام کس قدر مبنی بر عدل و انصاف دین ھیکہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں۔ دعاۃ و مبلغین پر یہ بھی واجب ھیکہ دعوت دین کیلئے صحافت اور ہر اُس طریقہ کو استعمال میں لائیں جس سے لوگوں تک حق پہنچانا آسان ہو اور پھر اس مقصد کے خاطر تمام زبانوں کو استعمال میں لایا جائے تاکہ دنیا بھر کے لوگوں کے پاس دین کی دعوت اور انسانیت کی ہمدردی و خیر خواہی کا پیغام ان کی اپنی اپنی زبانوں میں پہنچ سکے۔ اور یہی وہ بلاغ ہے جس کا اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول اللہؐ کو حکم دیا تھا۔ سورہ مائدہ اے پیغمبرؐ! جو ارشادات اللہ کی طرف سے آپؐ پر نازل کئے گئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔

عصر حاضر کے امیر المومنین فی الحدیث علامہ شیخ ناصر الدین البانیؒ جنہوں نے صحاح ستہ کی احادیث کو صحیح اور ضعیف چھانٹ چھانٹ کر شائع کروایا ہے جن میں نمازوں کی اختلافی روایتوں کو بھی صحیح اور ضعیف قرار دیا ہے حتی کہ بخاری و مسلم کی روایتوں میں ضعیف روایتوں کی نشاندہی کی ہے۔

دہلی سے شائع ہونے والا جریدہ ''ترجمان'' جسے مسلک اہل حدیث کے عالم دین عبدالوہاب خلجی کی ادارت میں ماہ نومبر ۱۹۹۹ء کی اشاعت خاص صفحہ نمبر تیس (۳۰) بہ عنوان ''علامہ محمد ناصر الدین البانی کچھ یادیں کچھ باتیں''، مضمون نگار عبدالمتین سلفی لکھتے ہیں۔ اُس دن علامہ البانی سیریا سے کار چلا کر آئے تھے اور کافی تھکے ماندے تھے، خدمت کی ضرورت تھی۔ یہ شرف مجھے (عبدالمتین سلفی) کو حاصل ہوا، اور بہت سے علمی مسائل پر بات چیت ہوئی، بالخصوص اُن کی تصنیف ''صفۃ صلاۃ النبیؐ'' میں وارد جہری نمازوں میں مقتدی کے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کے مسئلے میں استفسار کیا کہ یہ حضرت ابو ہریرہؓ کی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت ہے، اور بہت سے محدیثین نے سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے، اس پر آپ (ناصر الدین البانی) نے فرمایا جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرآن کی تلاوت یعنی سورہ فاتحہ کا پڑھنا منسوخ ہے۔ دوسرا سوال تشہد کی حالت میں اُنگلی سے اشارہ کرنے سے متعلق تھا کہ کب اور کیسے کرنا چاہیے۔ تو اُنہوں نے کہا کہ امام شافعیؒ کے مطابق ایک مرتبہ ہلانا چاہیے، اور وہ بھی اشھد ان لا الہ الا اللہ کے وقت یہ بات اُنہوں نے ہدایہ کے حوالے میں کہی۔

''اہل سنت والجماعت'' اہل سنت والجماعت میں بڑی وسعت ہے بڑی گہرائی ہے اور یہ ایک بڑے سمندر کے مثل ہے۔ اس کے مقابل ''اہل حدیث'' محدود لفظ ہے صحیح احادیث کی چھلنی کے بعد سنتیں نکھر کر سامنے آتی ہیں ہر حدیث کو سنت نہیں کہتے اور ہر روایت حدیث رسول ﷺ نہیں کہلاتی اسی طرح ہر حدیث کو سنت بھی نہیں کہہ سکتے مگر اہل سنت والجماعت کو اتنا بدنام کیا گیا کہ اب جو بھی جتنی شدت کے ساتھ شرک وبدعات میں مبتلا نظر آئیگا اُسی کو سنت والجماعت کہا جانے لگا۔ خصوصاً انگریزی تعلیم نئی نسل کے تعلیم یافتہ جو پہلے ہی دین سے بے بہرہ ہوتے ہیں یہ لوگ اہل سنت والجماعت سے اس لیے متنفر ہوئے کہ یہ تو بدعات کے مجموعے کا نام ہے اس کے مقابلہ میں انہوں نے اہل حدیث کو ترجیح دی اور مطمئن ہو گئے کہ خالص احادیث پر عمل کرنے کی سعادت حاصل ہو گی اور پھر اچانک ہی ایک نئی تنظیم ایک آواز اُٹھی ''اہل قرآن'' کی۔ تو یہ پھر

مخمصے میں رہے کہ یہ کیا ہے؟

یہ تو حدیث سے بھی بڑھ کر قرآن کی بات ہو رہی ہے جو اصل دین کا منبع ہے جبکہ حقیقت میں یہ اہل قرآن تو صرف نام کے ہی اہل قرآن ہیں یہ تو سراسر منکرین قرآن، منکرین اسلام اور منکرین حدیث ہیں اس سے بڑی ستم ظریفی کیا ہو گی کہ یہ اپنے کو قرآن سے جوڑ رہے ہیں ان کا قرآن کریم سے کیا تعلق۔

اب تو تین تین چیزیں اسلام کے نام پر مزید پریشانی کا باعث بننے لگی۔

۱۔ اہل سنت والجماعت

۲۔ اہل حدیث

۳۔ اہل قرآن

ان تین کا بھی کچھ اور ہی مطلب نکالا جانے لگا۔ ایک بدعات کے مجموعے کا نام دوسرا قرآن کے منکر اور تیسرا حدیث کے منکرین کا۔

اہل سنت والجماعت کی صحیح تشریح سے عدم واقفیت کی وجہ سے مسلمانوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے مسلمان کسی ایک مشترک پلیٹ فارم پر جمع نہیں رہ سکتے ہمارے گروہی، جماعتی، مسلکی اختلافات ہمیں ایک جگہ چین سے بیٹھنے نہیں دے سکتے اور یہ مسلم عوام نہیں، مسلمانوں کے خواص، نمائندے اور ان کے رہنما ہیں جو واعتصموا بحبل الله جميعا کی دہائی تو دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے نہیں تھکتے کہ اللہ رسول صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کی محبت ہماری نجات کیلئے کافی ہے۔ قول وفعل میں یہ ٹکراؤ اصل پرویزیت کے پروان چڑھنے کیلئے راستہ ہموار ہوتا جا رہا ہے۔

پرویزیت

ان نام نہاد اہل قرآن کے مبلغ چودھری غلام احمد پرویز نے جس انداز سے اپنی قرآن فہمی کے زعم میں دین کے بنیادی ارکان ہی کے خلاف اپنے مقلدین کی تعداد میں اضافہ کرانے کا سبب بنے ہیں۔اُن کا ایمان نہ نماز پر ہے نہ زکوۃ اور حج اور دیگر قرآنی احکامات کو ہی وہ حجت مانتے ہیں انبیاء کے معجزات کے منکر آدمؑ ابلیس ،فرشتے ،جن شیاطین سب کا انکار ہے۔اُن کی لغات قرآن اور دیگر کتابوں سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

آدم

معارف القرآن جلد دوم (پرویزی) سب سے پہلا انسان کس طرح پیدا ہو گیا؟ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہکر تسلی دے لیا ھیکہ کسی نہ کسی طرح ایک مٹی کا پتلا بن گیا ہوگا جس میں جان ڈال دی گئی ہوگی اس پتلے کی پسلی چیر کر اس کی بیوی پیدا کر دی اس سے جوڑے بنے سلسلہ آگے بڑھ گیا۔وہ بیچارہ اس کے سوا کیا کر سکتا ہے اس کا حل (پرویز نے) یہ نکالا کہ صفحہ ارض پر زندگی کی ابتداء پانی سے ہوئی۔۲۔پانی اور مٹی کے امتزاج سے زندگی کے جرثومہ اول کو پیکر عطا ہوا۔۳۔زندگی کے یہ جراثیم مختلف نوعوں میں تقسیم ہو کر ایک درخت کی شاخوں کی طرح بڑھنے پھولنے لگے۔۴۔ان جراثیم کے پیکروں میں ہزار ہزار سال کے مراحل کے بعد مختلف تبدیلیاں واقع ہوتی رہیں۔۵۔ان طویل المعیاد مراحل کو طے کر کے سلسلہ تخلیق اس منزل پر پہنچا جسے تخلیق بذریعہ تناسل کہتے ہیں۔یعنی حیوانی زندگی۔سائنس کی تحقیق اس نقطہ پر پہنچی ھیکہ حیات کے جرثومہ اولین کی ابتداء سمندر میں ہوئی ہے اسی سے اسی نوعیت اور اسی تناسب کے Salt پائے جاتے ہیں۔جیسے سمندر کے پانی میں،یوں تخلیق انسانی کا قافلہ وادیء خاک سے منزل آب کی طرف منتقل ہوا۔پانی اور مٹی کے خلاصہ کے امتزاج سے اس جرثومہ نے خلیہ کی شکل اختیار کی جس سے یہ جرثومے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک مادہ کا خلیہ اور دوسرا نر کا خلیہ یعنی ایک جرثومہ زندگی ذوق تخلیق سے نر اور مادے کے خلیوں میں بٹ گیا۔سب سے پہلے ایک فرد صورت انسانی میں جلوہ گر نہیں ہوا بلکہ نوع وجود پزیر ہوئی جسے نوع انسانی کہا گیا ہے۔لہذا آدم سے مراد یہ نہیں کہ وہ سب سے پہلا انسان تھا جو کسی نہ کسی طرح یونہی بنا دیا گیا تھا اور اس سے پھر نسل

انسانی آگے بڑھی بلکہ آدم سے مراد آدمی The Man ہے۔قصہ آدم خود آدمی کی سرگزشت ہے نہ کے کسی فرد کی داستان زندگی۔آدمی کی سرگزشت کو تمثیلی رنگ میں بیان کیا ہے تاکہ مجرد حقیقیں ،تشبیہات کے لباس مجاز میں سامنے آسکیں ،جنت سے نکلنے والا آدم کوئی خاص فرد اور نبی نہیں تھا بلکہ انسانیت کا تمثیلی نمائندہ تھا جس کی ذریت سے مراد تمام نوع انسانی ہے نہ کہ کسی فرد خاص کی نسلی اولاد،اس تمثیلی داستان کے سمجھنے کیلئے یہ ضروری ھیکہ آپ ذہن سے اس تصور کو نکال دیں کہ یہ کسی سچ مچ کے واقعہ کا بیان ہے یہ تمثیلی بیان نہ کسی خاص زمانہ سے متعلق ہے نہ کسی خاص مقام سے۔

ابلیس

ابلیس سے مراد آدمی کے وہ جذبات ہیں جو قوانین خداوندی سے سرکشی اختیار کر لیں۔انفرادی عقل کا یہ تقاضہ کے دنیا میں سب کچھ میرے لیے ہی ہونا چاہئے ابلیس کہلاتا ہے،ابلیس کے معنی نا اُمیدی کے بھی ہیں۔

ملائیکہ

لُغات قرآن (پرویز) جلد اول ملائیکہ پر ایمان کے معنی یہ ہیں کہ یہ ملکوتی قوتیں نظام کائنات میں اللہ تعالےٰ کے پروگرام کو بروئے کار لانے میں سرگرم عمل ہیں اور خدا نے انہیں انسان کے سامنے جھکا دیا ہے۔مسخر کر دیا ہے،ملائیکہ کے معنی۔پیغام رسانی دوسرے معنی قوت کے ہیں۔کائنات میں اللہ تعالےٰ کی متعین کردہ مختلف اسکمیں کارفرما ہیں۔اور یہ قوتیں خدا کے قانون کے مطابق ان تدبیرات کو بروے کار لاتی ہیں۔انہیں ملائیکہ کہکر پکارا گیا ہے۔ان قوتوں کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے جو چاہیں کریں اختیار و ارادہ خدا کے بعد صرف انسان کو حاصل ہے۔اسلئے یہ قوتیں بلاچوں وچرا قانون خداوندی کے مطابق سرگرم عمل رہتی ہیں جس قانون کے مطابق یہ قوتیں مادی کائنات میں کارفرما رہتی ہیں اس کا علم انسان کو دیدیا گیا ہے یعنی انسان میں اس امر کی امکانی صلاحیت موجود ھیکہ وہ کائناتی قوتوں کی کارفرمائی کے قانون کا علم حاصل کرے۔اسلئے یہ قوتیں انسان کے تابع تسخیر آسکتی ہیں ملائیکہ کے سجدہ آدم سے یہی مفہوم ہے۔اسی کو تسخیر فطرت کہتے ہیں۔ملائیکہ نے آدم کو سجدہ کیا،یعنی وہ آدم کے سامنے جھک گئے۔آدم سے مراد خود آدمی ہے لہذا ملائیکہ کے آدم کے سامنے جھکنے سے مراد یہ ھیکہ یہ قوتیں وہ ہیں جنہیں انسان مسخر کر سکتا ہے۔انہیں انسان کے سامنے

جھکا ہوا رہنا چاہیئے اب ظاہر ھیکہ جس قوم کے سامنے کائناتی قوتیں نہیں جھکتی، وہ قوم صف آدمیت میں شمار ہونے کے بھی قابل نہیں۔

جن وانس

جن، دیہاتی اور گنوار لوگ اور انس، مہذب، تہذیب یافتہ شہری لوگ، وہ خانہ بدوش قبائل جو جگہ جگہ پھرتے رہتے تھے اور اس طرح عام نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے یہ بھی "جن" کہلاتے تھے اور "انس" کے معنی ابن فارس نے کہاھیکہ اسکے بنیادی معنی ہیں ظاہر ہونے کے اس کے برعکس الجن کے جس کے معنی پوشیدہ ہونے کے ہیں۔

جنت

انسانی زندگی کے ارتقائی منازل میں سے ایک منزل ہے۔ قرآن کریم میں جنت کا لفظ بڑی جامع اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ قرآنی نظام پر عمل پیرا ہونے سے اس دنیا میں جس قسم کا فردوس بدوش معاشرہ متشکل ہوتا ہے اسے بھی جنت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی میں حسن عمل کے جو خوشگوار نتائج سامنے آتے ہیں انہیں بھی جنت ہی کہکر پکارا گیا ہے۔ قرآن پر عمل کرنے والوں کو اس دنیا میں جس قسم کا جنتی معاشرہ نصیب ہوتا ہے۔ جو آدم کی سرگزشت میں جنت کے متعلق کہا گیا ھیکہ اس میں سے جہاں جی چاہے نہایت فراغت سے کھاؤ لیکن اس شجر کے قریب نہ جانا۔ یعنی جنت اس معاشرہ کا نام ہے جس میں زندگی کی تمام آسائشیں بافراط موجود ہوں جہاں سامان زیست کی فراوانیاں ہوں لیکن اس کا استعمال حدود اللہ کے مطابق کیا جائیگا تو اس معاشرہ کی بہاروں پر کبھی خزاں نہیں آئیگی لیکن مرنے کے بعد ہمارے اعمال کے بدلے جو جنت ہمیں ملے گی وہ کسی انسان کے حیطہ ادارک میں نہیں آسکتا اس کے متعلق ہم کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ یہی وجہ ھیکہ قرآن نے جنت کی اس قدر تفاصیل دینے کے باوجود یہ بھی کہدیا ھیکہ یہ سب تمثیلی بیان ہے۔ لیکن اس دنیا کی جنت ہمارے سامنے آسکتی ہے۔ اس میں انسان کی داخلی اور خارجی زندگی کی تمام آسائشیں اور راحتیں موجود ہونگی بعد کے حالات ہمارا موجود شعور محسوسات کی حد سے آگے نہیں جا سکتا اس کے متعلق اتنا سمجھ لینا کافی ھیکہ اس دنیا میں جنتی زندگی بسر کرنے سے نہ صرف طبعی آزمائش ہی ملتی ہیں بلکہ انسانی ذات کی

بھی نشونما ہوتی جاتی ہے اس سے انسانی ذات، اس قابل ہو جاتی ھیکہ وہ اس زندگی کے بعد اگلے ارتقائی مراحل طے کر کے اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکے اس قسم کی انسانی ذات مرنے کے بعد جس مرحلے پر پہنچتی ہے اس کا نام جنت ہے وہ انسانی زندگی کی آخری منزل نہیں بلکہ آگے بڑھنے کا مقام ہے اسلیئے کے وہاں بھی انسان کا نور اس کے آگے آگے چل رہا ہوگا اس کے برعکس جن کی ذات کی نشونما رک چکی ہوگی جن میں آگے بڑھنے کی صلاحیت نہیں ہوگی وہ اہل جہنم ہوں گے بہر حال مرنے کے بعد کی جنت اور جہنم مقامات نہیں ہیں انسانی ذات کی کیفیات ہیں جن کی حقیقت ہم آج نہیں سمجھ سکتے۔ آج ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ کسی طرح اس دنیا کی جہنم جس میں ہم مبتلا ہیں جنت سے بدل جائے یہ قرآنی نظام سے ہوگا۔ کسی قوم میں سامان رزق کی تنگی خدا کا عذاب ہے اور اس کی فراوانی جنتی معاشرہ کی خصوصیت۔ قرآن کی رو سے جو معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ اس میں کوئی فرد بھوکا نہیں رہ سکتا اسکے یہ معنی نہیں کہ جس نظام میں ہر فرد کو روٹی مل جائے اُسے نظام خداوندی اور اُس نظام کو جنتی معاشرہ کہا جائیگا نظام خداوندی اور جنتی معاشرہ میں یہ تو ہو سکتا ھیکہ کوئی قوم ایسے ہنگامی حالات سے گزرے جس میں کچھ وقت کیلیئے تنگی آجائے مثلاً جنگ کے زمانے میں لیکن کسی قوم میں نہج زندگی ایسا قائم ہو جانا جس میں تمام افراد کو پیٹ بھر بہ اطمینان کھانے کو نہ ملے خدا کا عذاب ہے اور جو قوم ایسی حالت سے نکلنا نہیں چاہتی وہ جہنم میں رہنا چاہتی ہے۔

جہنم

بعض کا خیال ھیکہ یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں گہرا۔ بعض نے اسے عبرانی لفظ مانا ہے صاحب محیط نے لکھاھیکہ یہ عبرانی الاصل ہے اور دو لفظوں سے مرکب "جہی" جس کے معنی وادی ہیں اور ھنوم سے۔ نہوم ایک آدمی کا نام تھا۔ وادی نہوم یروشیلم کے جنوب میں ایک مشہور وادی تھی جس میں زمانہ قدیم میں مولوک عمونین کے دیوتا کے حضور آدمیوں کو جلا کر قربانی پیش کی جاتی تھی۔ لہذا جہی ھنوم سے مراد تھی وہ وادی جہاں انسان ذبح کیے جاتے تھے اور انہیں جلایا جاتا تھا۔ اس لحاظ سے جہنم کا ترجمہ انسانیت کی قربان گاہ ہوگا۔ خدا کے قانون ربوبیت کا منشا یہ ھیکہ انسان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما نہ ہو۔ انسانیت برومند اور ثمر بار ہو۔ وہ معاشرہ جس میں انسانیت ذبح ہو جائے اور جل کر راکھ کا ڈھیر بن جائے جہنمی معاشرہ ہے اس کیلیئے عربی لفظ جحیم ہے جس کے معنی روکدینا ہے یعنی جس مقام پر انسانیت کی نشوونما رک جائے۔ سورہ بنی اسرائیل میں جہنم کے متعلق کہا

ہے۔۸/۱۷ جہنم ان لوگوں کیلئے روک کا مقام ہے جو قانون خداوندی کیخلاف زندگی بسر کریں۔ چونکہ زندگی مسلسل آگے بڑھتی ہے۔ اسلئے اس کی نشو ونما یہاں رک جاتی ہے۔ وہ زندگی اگلی منزلیں طے کرنے کے قابل نہیں ہوتی اسلئے اس زندگی میں بھی وہ جہنم میں رہتا ہے۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی مرنے کے بعد کی جہنم کی کیفیات کیسی ہونگی اس کے متعلق ہم آج کچھ نہیں سمجھ سکتے البتہ موجودہ زندگی میں جہنم کا عذاب ہر وقت محسوس کر سکتے ہیں۔ اجتماعی اور انفرادی طور پر جو قوم غلط راستے پر چلتی ہے اسکی سعی و عمل ثمر بار ہونے کے بجائے جل کر خاکستر ہو جاتی ہے یہ جہنم ہے اور اس کا نتیجہ ذلت ورسوائی ہے کسی قوم میں سامان رزق کی تنگی خدا کا عذاب ہے۔

جبرائیل

عبرانی لفظ ہے قرآن کریم میں اس سے مراد خدا کی وہ قوت ہے جو قلب نبوی پر وحی خداوندی کا القاء کرتی ہے۔ ۹۷/۲ اس نے اللہ کے قانون کے مطابق اسے تیرے قلب پر نازل کیا۔ اسے روح القدس اور روح الامین بھی کہا گیا ہے۔ لفظ جبرئیل دو بار سورہ بقرہ اور ایک بار سورہ تحریم میں آیا ہے۔ چونکہ کوئی غیر نبی وحی کی ماہیت کو سمجھ نہیں سکتا اسلئے ہم نہیں جان سکتے کہ جبریل کی ماہیت کیا ہے۔

آخرت

اس مستقبل کا نام ہے جو انقلاب آفرینی کے ذریعہ ظہور میں آتا ہے نہ کہ کولہو کے بیل کی حرکت کے ذریعہ، یہ انقلاب اس زندگی میں پیدا ہوتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی بھی ایک نئے انقلاب سے ظہور میں آتی ہے۔ لہٰذا آخرت کے مفہوم میں پیش پا افتادہ مفاد کے بجائے مستقبل کی خوشگواریاں موجودہ نسل کے بجائے آنی والی نسلیں (انسانیت عامہ) انقلاب آفرینی کے ذریعہ ایک نئی زندگی کی نمود۔ قرآن کریم نے جماعت مومنین کے متعلق کہا ہیکہ وہ آخرت مستقبل، پر یقین رکھتے ہیں یعنی وہ مفاد عاجلہ پیش پا افتادہ پر ہرگز نہیں پڑتے ۔ آج مسلمان مستقبل سے بے نیاز ہے اسلئے وہ سب سے پیچھے ہے۔ ایک فرد کی زندگی میں ہر آنے والا سانس مستقبل ہے ایک قوم کی زندگی میں آنے والی نسل اس کا مستقبل ہے نوع انسانی کیلئے آنے والے زمانے کی انسانیت اس کا مستقبل ہے فرد ہو یا قوم وہ صرف اپنے حال ہی کو نہ دیکھے مستقبل پر بھی نگاہ رکھے۔ موجودنسل کی بہبودی پر قناعت نہ کرے آنے والی نسلوں کی خوش حالی کو بھی پیش نظر رکھے۔

اختتام

یہ ہیں چودھری غلام احمد پرویز اُن کے نظریات اور خیالات ہر مسلمان کو ابتداء ہی سے ایمان مجمل ایمان مفصل یاد کرائی جاتی ہے۔ جن میں یہ صراحت موجود ہے کہ اللہ پر اُس کے رسولوں، نبیوں فرشتوں پر سابقہ آسمانی کتابوں پر فرشتوں اور آخرت پر اور اچھی یا بُری تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اس کے برخلاف پرویز اور اُن کے مقلدین کا نہ وجنت، دوزخ، آخرت، فرشتوں حتی کی نماز، حج اور زکوۃ پر بھی جن کو کوئی یقین نہ ہو۔ ڈھائی فیصد زکوۃ کو غلط کہتے ہو صحیح کتنی فیصد زکواۃ اُن کے نظریہ سے نکالنی چاہئے اس کی بھی کوئی صراحت نہیں کرتے نماز کو نظام ربوبیت کا نام دینے والے آخر نظام ربوبیت کیا ہے اور کیسے قائم کیا جائے ہر معاملہ میں قرآن کی مخالفت کرنے کے باوجود یہ کیسے اہل قرآن کہے جاتے ہیں جو لوگ انہیں اہل قرآن کہتے ہیں وہ بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور سخت بھول کر رہے ہیں انہیں تو منکرین قرآن منکرین اسلام کہنا چاہئے جس شخص میں اتنی جسارت ہیکہ وہ قرآن پر تنقید کرتا ہو اُس سے یہ کیسے اُمید کی جاسکتی ہیکہ وہ احادیث کو تسلیم کرے گا۔ وہ تو کھلم کھلا صحیح احادیث کا بھی مذاق ہی اُڑائیگا۔ واقعتاً جو تحریف دین کے خواہش مند ہیں اور جن کی یہ تمنا ہو کہ اسلام کے نام پر ایک نیا مذہب عالم وجود میں آجائے۔ ہمیں حقیقی فائدہ صرف اُنہی اسلاف کے علم وفن اور فکر اور اجتہاد سے پہنچ سکتا ہے جن کے ذہن وقلب جامد قسم کی روایت پرستی اور قدامت پسندی کے عوض تعقل کی جائز حدوں میں جولانیاں دکھانے سے نہ چوکے ہوں احادیث کے معاملہ میں اپنے موقف اور مسلک کے لیئے بعض لوگ انتہا پسندانہ جذبات رکھتے ہیں جن کی ذہنی تاریکی کا عالم یہ ہیکہ جس وقت وہ کسی اور مکتب فکر کے کسی مسلک وموقف پر اعتراض کر رہے ہوتے ہیں ٹھیک اسی وقت وہ خود بھی ایک حد سے متجاوز موقف ومسلک پر جمے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور انہیں احساس تک نہیں ہوتا کہ گمراہی کے جو دھبے انہیں حریف کے عارض پر نظر آرہے ہیں ویسے ہی دھبے خود ان کے ماتھے اور سینے پر موجود ہیں نفس امارہ کا وہی جادو ان کے سر چڑھ کر بولتا ہے جس کی ترنگ میں دوسروں کا تولہ بھر قصور بھی سیر بھر ہو کے نظر آتا ہے اور اپنا سیر بھر گناہ بھی بہ مشکل ماشہ بھر محسوس ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات محسوس ہی نہیں ہوتا ماننا چاہئے کہ جس طرح انکار حدیث کے رُخ پر چلنا جرم ہے اسی طرح موضوع اور ضعیف روایتوں میں غلو اور جمود اور بے اعتدالی بھی جرم ہے۔

مسلکی فروعی اختلافات کو بھلا کر اتحاد اور اجتماعیت، توجہ الی اللہ کی خاطر نیتوں میں خلوص شخصی

گروہی مفادات کو آڑے نہ لا کر مل بیٹھنے اور ہاتھ ملانے سے اللہ، رسول ؐصحابہؓ اور سلف صالحین کی محبت اطاعت اور اتباع کا دعوی کرنیوالے آج صحابہؓ وسلف کے راستے کو چھوڑ کر باہم دست و گریباں، باہمی تمسخر، طعنہ بُرے القاب، ظن، غیبت، اور چغل خوری کا ارتکاب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خلاف پوری دیدہ دلیری کے ساتھ علی الاعلان مسجد ومحراب سے کر رہا ہے اور ذرہ برابر اسے احساس نہیں ہے کے وہ گناہ کے کام ہیں جس سے اللہ اور اُس کے رسولؐ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اور کہا ھیکہ جو لوگ ان گناہوں سے توبہ نہ کریں وہ ظالم اور فاسق ہیں اور ہماری اس حالت کیوجہ سے اسلام اور اُمت مسلمہ دونوں کی ساکھ مجروح ہو رہی ہے۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبین ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بنے

ایک نیا فتنہ نام نہاد اہل قرآن جن کی وجہ سے آج کی آئندہ آنے والی جدید انگریزی تعلیم یافتہ نسل گمراہی کا شکار ہو سکتی ہے۔ اُس کی تمام تر ذمہ داری آج کے دور کے علماء کرام پر عائد ہوگی پرویز کا خیال ھیکہ عربی جاننے والے عرب تک قرآن کریم کے حقیقی مفہوم تک کم پہنچے ہیں نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ لغت کی رو سے ایک ہی لفظ کے متعدد معنی ہوتے ہیں اور بعض وقت متضاد بھی ہوتے ہیں اس امر کے متعلق وہ بحث نہیں کرنا چاہتے بالعموم یہ اختلاف معنی ان الفاظ کے طریقہ استعمال کی بناء پر ہوتا ہے کہتے ہیں یہ ان کی اپنی قرآن فہمی اور علمی بصیرت ہے جسے وہ خارج از بحث سمجھتے ہیں۔

اُمت مسلمہ کے اکابرین اس بات پر متفق ہیں کے انبیاء کیلئے علیہ السلام صحابہ کیلئے رضی اللہ تعالے عنہ اور بزرگ تابعین کیلئے رحمت اللہ علیہ کہنا اور لکھنا چاہیئے لوگ ان القابات میں بھی غلو کرتے ہیں صلحا اور نیک لوگوں کیلئے اُن کے حسب مراتب شائستہ انداز بیان اختیار کیا جائے جو نفوس قدسیہ ملت اسلامیہ کے محسنین ہیں وہ احترام اور ستائش کے مستحق ہیں اختلاف کی بنیاد ''مدح'' ہے نہ کے ''قدح'' انسانیت نفرت کی نہیں بلکہ محبت کی طلب گار ہے۔

اللہ تعالے سے دُعا ھیکہ ملت اسلامیہ میں اتحاد اور اتفاق قائم ہو اور اللہ ہمیں نماز پڑھنے سمجھنے اور اس پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق دے (آمین)

وما علینا الا البلاغ۔۔